لاتغلوا فی دینکم

اپنے دین (کی بات) میں حد سے نہ بڑھو

اسلام اور انتہا پسندی

ایک تجزیاتی مطالعہ

اسلامی نظریاتی کونسل، اسلام آباد
حکومت پاکستان ۲۰۰۹ء

Marfat.com

Marfat.com

اسلام اور انتہا پسندی

ایک تجزیاتی مطالعہ

اسلامی نظریاتی کونسل، اسلام آباد
حکومت پاکستان

۲۰۰۹ء

Marfat.com

اسلامی نظریاتی کونسل۔اسلام آباد

جملہ حقوق محفوظ ہیں۔

سلسلہ مطبوعات نمبر ۸۳

ترتیب، تحقیق وتدوین	:	ثاقب اکبر
کمپوزنگ وڈیزائننگ	:	البصیرہ ٹرسٹ۔اسلام آباد
نظر ثانی	:	شعبہ تحقیق و ادارت، اسلامی نظریاتی کونسل
طبع اول	:	۲۰۰۹ء
تعداد	:	۱۰۰۰ (ایک ہزار)
آئی ایس بی این	:	۹۷۸-۹۶۹-۸۴۷۵-۳۱-۴
ناشر:	:	سیکرٹری ، اسلامی نظریاتی کونسل
مطبع	:	انڈسٹری بلیو ایریا، اسلام آباد

Marfat.com

فہرست

		صفحہ
تقدیم:	ڈاکٹر محمد خالد مسعود، چیئرمین اسلامی نظریاتی کونسل	۲
مقدمہ:	ثاقب اکبر	۳ تا ۱۸
باب اول: اصول و مبادی: جہاد، تکفیر اور نہی عن المنکر	جاوید احمد غامدی	۱۹ تا ۲۳
باب دوم :انتہا پسندی: دینی اور فقہی مغالطے	ڈاکٹر محسن مظفر نقوی	۲۵ تا ۶۳
باب سوم: دہشت گردی: فکری مغالطے	محمد خالد سیف	۶۵ تا ۷۴
باب چہارم: دہشت گردی: قانونی مغالطے	اسلم سہراب	۷۵ تا ۸۰
باب پنجم: خوارج: صدر اسلام میں انتہا پسندی کا ایک نمونہ	ثاقب اکبر	۸۱ تا ۹۸
باب ششم: خارجیت: تاریخ اسلام میں انتہا پسندی کے رجحانات کا جائزہ	ڈاکٹر محسن مظفر نقوی	۹۹ تا ۱۰۸
باب ہفتم: دہشت گردی: علمائے اسلام کا مؤقف	ثاقب اکبر	۱۰۹ تا ۱۲۴
باب ہشتم: انتہا پسندی و دہشت گردی: عالم اسلام کے چند اہم اقدامات	ثاقب اکبر	۱۲۵ تا ۱۵۶
باب نہم :اسلامی نظریاتی کونسل کی کوششیں		۱۵۷ تا ۱۶۲
باب دہم: سفارشات		۱۶۳ تا ۱۷۲
ضمیمہ: غیر متوقع حالات، تیاری اور اقدامات		۱۷۳ تا ۱۸۱

Marfat.com

تقدیم

ملکی مسائل کا علمی تجزیہ اور ان مسائل کے حل کے لیے سفارشات پیش کرنا اسلامی نظریاتی کونسل کے فرائض میں شامل ہے۔ بیسویں صدی کی آخری دہائیوں میں پاکستان میں فرقہ وارانہ اور مسلکی اختلافات نے انتہا پسندی کی راہ اختیار کی اور اس میں اتنی شدت آئی کہ اس نے دہشت گردی کی شکل اختیار کرلی۔ اس تشدد کا شکار سب سے زیادہ دینی اور مذہبی ادارے بنے۔ اسلامی معاشرے میں اختلاف رائے کو ہمیشہ صحت مند سمجھا جاتا رہا ہے۔ یہی اختلاف رائے بحث وتمحیص کے بعد اتفاق رائے اور اجماع کی شکل اختیار کرتا ہے لیکن تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی اس اختلاف رائے کے عمل کو روکنے کی کوشش کی گئی یا کسی مخصوص رائے یا مسلک کو بزور مسلط کیا گیا تو معاشرے میں برداشت کا رویہ ختم ہوگیا اور مزاحمت نے تشدد کی شکل اختیار کرلی۔ ملک کا حالیہ بحران اسی معاشرتی عمل سے بے توجہی کا نتیجہ ہے۔

اسلامی نظریاتی کونسل نے ۲۰۰۵ء میں وطن عزیز میں انتہا پسندی کے بڑھتے ہوئے ان رجحانات کو محسوس کرتے ہوئے اس کا علمی تجزیہ ''اسلام اور دہشت گردی'' کے عنوان سے ایک رپورٹ میں پیش کیا تھا اور اس کے بارے میں کونسل کی سفارشات بھی پیش کی تھیں۔ ان سفارشات کو ملک کے دردمند طبقے نے بے حد سراہا۔

مارچ ۲۰۰۸ء میں اسلامی نظریاتی کونسل کے وفد سے ملاقات کے دوران صدر مملکت نے اس رپورٹ کی اہمیت کا خاص طور پر ذکر کیا اور خواہش ظاہر کی کہ اس موضوع پر کونسل کی جانب سے مفصل تحریر کی ضرورت ہے۔

اس دوران دہشت گردی نے وطن عزیز کو اور بھی شدت سے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ عالمی ذرائع ابلاغ نے ہمیشہ کی طرح دہشت گردی کو پاکستان اور اسلام سے منسوب کر کے اس جرم کو خواہ مخواہ قوم پرستی اور دین پسندی کی بنیادیں فراہم کیں۔

گزشتہ چند سالوں میں دہشت گردی کے بارے میں بہت سی علمی اور تحقیقی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ علماء اور فقہاء کی جانب سے دہشت گردی اور انتہا پسندی کی مذمت میں متعدد فتاویٰ بھی شائع ہو چکے ہیں۔ اہل علم حضرات نے اسلام کے بارے میں پیدا کردہ غلط فہمیوں پر سے بھی پردہ اٹھایا ہے۔

زیر نظر رپورٹ میں ان تمام تحقیقات، فتاویٰ اور علمی تجزیوں کا مطالعہ پیش کیا ہے اور ان کی روشنی میں کونسل کی جانب سے سفارشات کو ترتیب دیا ہے۔ میں جناب خالد سیف، جناب ڈاکٹر محسن مظفر نقوی، جناب جاوید احمد غامدی اور اراکین کونسل کا ممنون ہوں کہ انھوں نے ان مباحث میں حصہ لیا اور تحریری آراء اشاعت کے لیے مہیا کیں۔ میں جناب ثاقب اکبر صاحب کا خصوصی شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جنھوں نے ان تمام تحقیقات اور تجزیات کو اس مختصر رپورٹ میں جمع کر دیا ہے اور بہت محنت سے اس رپورٹ کو مرتب کیا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسلامی نظریاتی کونسل کی کوششوں کو قبول فرمائے اور وطن عزیز کو انتہا پسندی اور دہشت گردی سے محفوظ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

ثاقب اکبر

مرتب

اسلامی نظریاتی کونسل نے ۲۰۰۴-۲۰۰۵ء میں پاکستانی علماء، دانشوروں اور ماہرین نفسیات کے ساتھ طویل مشاورت کے بعد ایک رپورٹ ''اسلام اور دہشت گردی'' کے عنوان سے شائع کی تھی۔ اس دوران میں دہشت گردی کے رجحانات زور پکڑتے گئے۔ یہاں تک کہ دہشت گردی ایک عالمی مسئلہ بن گیا۔ عالم اسلام میں مختلف کانفرنسوں اور مجالس میں ان موضوعات پر بحث ہوئی۔ علماء کی جانب سے دہشت گردی کی مذمت میں اعلامیے شائع ہوئے۔ ضرورت محسوس کی گئی کہ اس موضوع پر ایک جامع رپورٹ شائع کی جائے۔

انتہا پسندی اور دہشت گردی کے بارے میں اس رپورٹ میں دینی اور فکری مغالطوں کا تجزیہ پیش کیا گیا ہے جن سے دہشت گردی کے حامی فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ اس میں اسلامی ممالک میں دہشت گردی کے خلاف اقدامات کا مختصر جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں اس میں دہشت گردی کی مذمت میں علماء کے بیانات، فتاویٰ اور اعلامیوں کا تجزیہ بھی شامل ہے۔ دینی اور فکری مغالطوں کے حوالے سے باب اول میں جہاد، تکفیر اور نہی عن المنکر کے بارے میں اسلام کے مبادی اور اصول بیان کیے گئے ہیں۔ اس کے بعد دو ابواب میں انتہا پسندی اور دہشت گردی کے حوالے سے اسلامی تعلیمات بیان کی گئی ہیں۔ چوتھے اور پانچویں باب میں تاریخ اسلام میں انتہا پسندی کے رجحانات پر مختصر بحث کی گئی ہے۔

اکیسویں صدی میں علمائے اسلام اور مسلمان ممالک دہشت گردی کے مسئلہ سے کس طرح نپٹ رہے

Marfat.com

ہیں چھٹے اور ساتویں باب میں ان کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ آخری باب میں اسلامی نظریاتی کونسل کی کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے حکومت پاکستان کو کونسل کی پیش کردہ سفارشات شامل کی گئی ہیں۔ دہشت گردی کے واقعات میں عام آدمی سب سے زیادہ نشانہ بن رہا ہے۔ ایک ضمیمہ کے طور پر ایسی ہدایات اور معلومات جمع کر دی گئی ہیں جو دہشت گردی کے حادثات میں تدابیر کے طور پر اختیار کی جاسکتی ہیں۔

رپورٹ کی ترتیب بیان کرنے کے بعد ہم مندرجہ ذیل سطور میں رپورٹ میں پیش کردہ اہم مباحث کا مختصر تعارف پیش کرتے ہیں۔

انتہا پسندی کیا ہے؟

ہمارے ہاں اردو میں استعمال ہونے والے دو الفاظ انتہا پسندی کو احسن طریقے سے بیان کرتے ہیں، ایک ''افراط'' اور دوسرا ''تفریط''۔ یہ دونوں الفاظ جن کی بنیاد عربی ہے، انتہا پسندی کی دو انتہاؤں کو بیان کرتے ہیں۔ عملی حوالے سے زیادہ روی اور حد سے تجاوز'' افراط'' ہی کو بیان کرتے ہیں۔ مالی حوالے سے اس کیفیت کو ''اسراف'' کے کلمہ سے بیان کیا جاتا ہے۔ البتہ اس کا معنی مالی وغیر مالی زیادہ روی کے لئے عمومیت رکھتا ہے۔ جبکہ تنگی اور بندش اور مضیق کے کلمات ''تفریط'' کو بیان کرتے ہیں۔(مالی حوالے سے اس کیفیت کو ''بخل'' کے کلمہ سے بیان کیا جاتا ہے۔ انتہا پسندی کی اصطلاح ہمارے ہاں انگریزی لفظ (extremism) کے مترادف کے طور پر رائج ہوگئی ہے۔ علامہ وحید الزمان نے لغات الحدیث میں ''فَرْطٌ '' کے معنی میں اسراف کرنا اور زیادتی کرنا لکھا ہے۔ ''تفریط'' کے معنی میں انھوں نے کمی کرنا اور قصور کرنا لکھا ہے۔(۱) ان دونوں کیفیتوں کے معانی کے لئے انھوں نے مثال کے طور پر امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجھہ کا ایک قول اور اس کا مفہوم یوں نقل کیا ہے!

لا یُرٰی الْجَاھِلِ اِلاَّ مُفْرِطاً اَوْمُفَرِّطاً

جاہل کو جب بھی دیکھو گے یا تو ایک کام میں حد سے بڑھ جانے والا پاؤ گے یا کمی کرنے والا (یعنی ہمیشہ افراط یا تفریط میں مبتلا رہے گا اعتدال کا درجہ کبھی اُس کو نصیب نہ ہوگا۔ ہر کام میں اعتدال کرنا علم اور دانش مندی کی نشانی ہے۔)(۲)

اس سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ دو انتہاؤں کے مابین نقطۂ اعتدال ہوتا ہے۔ اعتدال ہی راہ صواب ہے۔ یہی درستی کا راستہ ہے۔ اللہ نے ہمیں عدل واحسان ہی کا حکم دیا ہے (النحل ۱۶:۹۰)

علامہ وحید الزمان اعتدال کا معنی یوں بیان کرتے ہیں:

''توسط اور تناسب یعنی افراط وتفریط کے بیچ کا درجہ''۔(۳)

Marfat.com

توسط کا کلمہ بھی یہاں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ قرآن حکیم نے امت مسلمہ کو'' امتِ وسط'' ہی قرار دیا ہے۔ ہم اسے یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ امتِ وسط ہی امت محمدیہ کہلانے کی حقدار ہے۔ ارشاد پروردگار ہے:

وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاس. (البقرہ۲:۱۴۳)

''اور یوں ہم نے تمھیں امتِ وسط قرار دیا تا کہ تم لوگوں پر گواہ ہو جاؤ۔''

''وسط'' کا معنی اہل لغت نے ہر چیز کا درمیانی حصہ اور وہ نقطہ بیان کیا ہے جو دونوں اطراف سے برابر کے فاصلے پر ہو۔(۴)

افراط وتفریط اور دو انتہاؤں کا وجود اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ان کے مابین ایک نقطۂ اعتدال اور مقامِ وسط موجود ہے۔ یہ نقطہ ہمیشہ موجود ہوتا ہے جسے پہچاننے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو لوگ امت وسط سے اِدھر اُدھر ہو کر تیز رفتاری، کج رفتاری یا سست رفتاری کا شکار ہو جاتے ہیں وہ امت کے حقیقی دھارے سے بچھڑ جاتے ہیں اور ''شهداء على الناس'' کے مرتبے سے محروم ہو جاتے ہیں۔

''انتہا پسندی'' کے لئے قرآن وحدیث میں ''غلو'' کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے۔ ڈاکٹر محسن مظفر نقوی نے اپنے مقالے میں اس لفظ کا تفصیلی تجزیہ پیش کیا ہے۔ علامہ وحید الزمان نے ''غُلُوّ'' کا معنی زیادتی، بلندی اور حد سے بڑھ جانا بیان کیے ہیں۔ ''غُلُوّ فِي الدّين'' کا مفہوم انھوں نے یوں بیان کیا ہے:

دین میں تعصب اور تشدد جو حد شرعی سے زائد ہو۔ حد شرعی کیا ہے اس کا مطلب ایک حدیث کا معنی ومطلوب بیان کرتے ہوئے وہ مثال کی مدد سے واضح کرتے ہیں:

اياكُمْ وَ الْغُلُوّ فى الدّين (دیکھو، دین میں غلو کرنے سے بچے رہو)۔ اس حدیث کی وضاحت میں فرماتے ہیں کہ:

(یعنی سختی اور مبالغہ کرنے سے بچو، وہ اس طرح کہ کوئی شخص جائز چیز کو واجب یا حرام کر لے۔ یا ناجائز چیز کو جائز کر لے۔ سنت کو فرض کی طرح ضروری قرار دے۔۔۔) (۵)

عبارات بالا سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے دینی متون میں پہلے سے انسانی مزاج سے آگاہی کے پیش نظر انتہا پسندی کا صراحت سے ذکر موجود ہے اور قرآن وسنت کے پیروکاروں کو اس کے عواقب کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔ یہی انتہا پسندی جو مختلف پہلوؤں سے مختلف نتائج رکھتی ہے جب مذہبی اور دینی شکل اختیار کر لیتی ہے تو نہایت قبیح اور خطرناک ہو جاتی ہے۔ دوسروں کے سامنے بھی دین کا چہرہ بگاڑ دیتی ہے، اپنوں میں افتراق پیدا کر دیتی ہے اور دینی دعوت کے کام کو منفی طور پر متاثر کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن وسنت نے ہمیں افراط وتفریط اور غلو سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے اعتدال اور وسط کا راستہ اختیار کرنے کی ہدایت کی ہے۔ امیر المومنین حضرت

Marfat.com

علی کرم اللہ وجھہ کے مذکورہ قول سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ افراط وتفریط جاہل کا طرزعمل ہے جسے علم وعقل کے ساتھ جمع نہیں کیا جا سکتا۔

انتہا پسندی اور دہشت گردی کا باہمی تعلق

جیسا کہ گذشتہ سطور میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ ''غلو فی الدین''کا معنی ہے: ''دین میں تعصب اور تشدد جو حد شرعی سے زائد ہو۔'' جب انتہا پسندی کی یہ شکل فکر انسانی سے نکل کر عملِ انسانی کی صورت اختیار کرتی ہے تو وہ ''دہشت گردی'' کہلاتی ہے اور ''فساد فی الارض'' کا باعث بن جاتی ہے۔ انسان اپنی فکرونظر میں حکمت وبصیرت سے محروم ہوجاتا ہے۔اپنی رائے اورنظریے کے ساتھ اس کی شدتِ وابستگی اسے اختلاف رائے کو برداشت کرنے سے روک دیتی ہے۔ دہشت گردی اور ''فساد فی الارض'' کی اصطلاحات پر سیر حاصل بحث جناب خالد سیف کے مقالے میں پیش کی گئی ہے۔ ''فساد فی الارض'' کو قرآن کریم میں اللہ اور اس کے رسولؐ کے خلاف جنگ قرار دیا گیا ہے۔ (سورہ المائدہ: آیت ۳۳)

آج کے دور میں دہشت گردی کا مفہوم بعض سیاسی اور دینی مغالطوں کی وجہ سے متنازعہ ہو چکا ہے۔ اقوام متحدہ اور اس کے اداروں کی تمام تر کوششوں کے باوجود اس کی کوئی واضح قانونی تعریف سامنے نہیں آ سکی۔ جیسا کہ خالد سیف صاحب نے واضح کیا کہ دہشت گردی کا مفہوم اس قدر واضح ہونے کے باوجود ابھی تک دنیا میں دہشت گردی کی متفقہ تعریف سامنے نہیں آسکی۔ اقوام متحدہ جس کی جنرل اسمبلی دہشت گردی کی مذمت کرچکی ہے اورسلامتی کونسل جس نے دہشت گردی کے خلاف فوجی مہم تک کی منظوری دی ہے ابھی تک دہشت گردی کی تعریف نہیں کرسکی۔ اس کی کئی اہم وجوہ ہیں۔ بڑی طاقتیں اپنی مرضی کا مفہوم متعین کرنا چاہتی ہیں نیز ان کا اقوام متحدہ میں جس سطح کا اثرورسوخ ہے اس کی وجہ سے انھیں اس تعریف کی ایسی کوئی ضرورت بھی نہیں۔ کسی زمانے میں دنیا میں آزادی کی تحریکوں کا بڑا زور تھا۔ اس دور میں آزادی کے ہیرو اوردہشت گرد عناصر میں کسی حدتک فرق روا رکھا جاتا تھا۔ دنیا میں اب بھی آزادی کی تحریکیں موجود ہیں لیکن آج جو ورلڈ آرڈر بڑی طاقتوں کے ایما پر قائم ہو چکا ہے اس میں یہ فرق روا نہیں رکھا جاتا۔ دنیا میں ظلم، جبر اور استبداد کے خلاف لڑنے والوں کو بھی دہشت گرد قراردیا جاتا ہے اور استحصال اوراستعمار کے خلاف آواز اٹھانے والی قوموں، ملکوں اورگروہوں کو بھی۔ کونسے اقدامات اور افعال دہشت گردی کی تعریف میں آتے ہیں ان کا تعین نہیں کیا جاتا۔ ریاستی دہشت گردی پر کوئی بحث نہیں ہوتی۔ ان تمام مسائل پر اس رپورٹ میں شامل مقالات میں بحث کی گئی ہے۔

معروف انسائیکلو پیڈیا وکی پیڈیا کی عبارت بھی دہشت گردی کی تعریف میں موجود تذبذب کو بیان

Marfat.com

کرتی ہے:

''دہشت گردی کی کوئی ایسی تعریف کرنا کہ جو ہر لحاظ سے مکمل اور ہر موقع پر سو فیصد اتفاق رائے سے لاگو کی جاسکے،اگر ناممکن نہیں تو کم از کم بحرامکان لاپذیر کے ساحل پر پیادہ رو ضرور ہے۔اگر ہر قسم کے پس منظر اوراس معاشرے کے حالات کو یکسر نظرانداز کردیا جائے تو پھراس لفظ کی لغوی تشریح یوں ہوسکتی ہے کہ: خوف اور ہراس پیدا کرکے اپنے مقاصد کے حصول کی خاطر ایسے نپے تلے طریقہ کار یا حکمت عملی اختیار کرنا کہ جس سے قصور وار اور بے قصور کی تمیز کے بغیر، (عام شہریوں سمیت) ہر ممکنہ ہدف کو ملوث کرتے ہوئے، وسیع پیمانے پر دہشت وتکلیف اوررعب و اضطراب (جسمانی نہ سہی نفسیاتی) پھیلایا جائے دہشت گردی کے زمرے میں آتا ہے۔''(۶)

معروف دانش ور اقبال احمد اپنے مقالہ ''Terrorism, Their and Ours'' میں دہشت گردی کی تعریف یوں کرتے ہیں۔

Terrorism is the use of terrorizing methods of governing or resisting a government . Terror is an intense, overpowering fear.

''دہشت گردی حکومت کرنے یا کسی حکومت کی مزاحمت کے لئے دہشت زدہ کرنے کے طریقے استعمال کرنے سے عبارت ہے جبکہ دہشت کا مطلب شدید اور ناقابل برداشت خوف ہے۔''(۷)

منطقی اعتبار سے ان تعریفوں میں خامیوں کے باوصف دہشت گردی کا مفہوم واضح ہو رہا ہے۔تاہم اسلام کی نظر میں جسے انتہا پسندی اور دہشت گردی کہتے ہیں وہ قرآن وحدیث اور اقوالِ علماء کی روشنی میں بالکل واضح ہے۔رپورٹ میں شامل مقالات میں ان کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔

انتہاپسندی اوراسلامی تعلیمات

انتہا پسندی کی تعریف وتشریح کے پیش نظر کیسے کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی تعلیمات اس کی تائید کرسکتی ہیں۔(پیغمبراسلامؐ اورآپؐ پرایمان لانے والے اولین صحابہ کرامؓ مخالفین کے تشدد کا شکار رہے)۔ہجرت حبشہ ہو یاشعب ابی طالب میں بنی ہاشم کی کئی سالہ کسمپرسی (حضرت عمارؓ کی والدہ سمیہؓ کی المناک شہادت ہو) یا شب ہجرت شمشیر بدست گروہ سے بچ کر(پیغمبراکرمؐ کا غارثور میں پناہ لینا، مخالفین ہی کی انتہا پسندی اوردہشت گردی کا نتیجہ

Marfat.com

تھا۔ آنحضرتؐ اورآپؐ کے ساتھی دوسروں سے رائے اورعقیدے کی آزادی ہی کے تو طلب گار تھے۔

ہجرت مدینہ کے بعد آنحضورؐ کو جب یک گونہ سیاسی حیثیت حاصل ہوئی تو میثاق مدینہ کے ذریعے آپؐ نے وہ تمام حقوق وہاں کے یہودیوں کو دے دیے جو آپؐ کو اپنے لئے مکہ کے بت پرستوں سے نہ مل سکے۔ یہ معاہدہ شاہد ہے کہ آپؐ نے اپنے لئے یہودیوں سے کوئی امتیازی حق بھی طلب نہیں کیا۔

آنحضرتؐ کی تعلیمات عدل وانصاف، صداقت وایفائے عہد، آزادی عقیدہ واظہار، قانونی مساوات، عفوو احسان اورتقوی وایثار پرمبنی ہیں۔اسلام وایمان کے ایسے پرچم بردار کے ہاں افراط وتفریط اور دہشت وتشدد کا گزر کہاں ہوسکتا ہے۔ تاہم دنیا سے ظلم وجور کے خاتمے اورجان ومال وناموس کے تحفظ کے لئے ضروری تھا کہ آپؐ کچھ اصول تعلیم فرماتے۔ اسی طرح انسانیت کی فلاح ونجات پرمبنی تعلیمات کی تبلیغ ودعوت کے لئے بھی کچھ قواعد ناگزیر تھے۔ ان کے بغیر دین جامع ہوسکتا تھا اورنہ پیش رفت کرسکتا تھا۔اسلام کی فطری تعلیمات کا اعجاز اورآنحضرتؐ کے تربیت یافتگان کے حسنِ کردار کا کرشمہ تھا کہ اسلام نے بہت جلد دنیا کی ایک بڑی آبادی کے فکرونظر کو تسخیر کرلیا۔

اس پھیلاؤ کے ساتھ ساتھ نئے مسائل نے بھی جنم لینا شروع کیا۔خودمسلمانوں کے اندر بھی ایسے گروہ پیدا ہونے لگے جو افراط وتفریط کا شکار تھے۔ انھوں نے اسلامی متون واصطلاحات ہی کو اپنی انحرافی تاویلات کا سہارا بنا لیا۔ ایسے گروہوں کے طرزعمل سے اغیار نے بھی غلط فائدہ اٹھایا۔قومیں داخلی طور پر کمزور ہو جائیں تواغیار سے رحم کی توقع نہیں کی جاسکتی۔سچ تو یہ ہے کہ قوموں کے عروج وزوال کے اصلی اوربنیادی اسباب کا کھوج خود ان کے اندر سے لگانا چاہیے۔ علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں:

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف(۸)

آج جبکہ دنیا کی بڑی طاقتیں اوران کے طاقتور ادارے اپنے مقاصد کے لئے اسلام کی شکل بگاڑ کر پیش کررہے ہیں۔ یہ کہے بغیر چارہ نہیں کہ اُن کے منفی مقاصد کی تکمیل کے لئے بہت کچھ اسباب ہمارے ہاں کے کج فہم عناصر ہی فراہم کرتے ہیں۔ آخر مسلمان ملکوں میں خودکش حملے ہمارے اپنے ہی گمراہ عناصر کررہے ہیں۔ ایسے ہی واقعات اس امر کا باعث بنتے ہیں کہ اسلام کا رشتہ تشدد ودہشت سے جوڑ دیا جائے اور مسلمانوں کو وحشی ثابت کیا جائے حالانکہ کسی دوسری قوم کے افراد کے انفرادی واقعات کی بنا پر بالعموم قوم اوراس کے مذہب کو ہدف ملامت نہیں بنایا جاتا۔ بہرحال درست حکمت عملی یہی معلوم ہوتی ہے کہ دوسروں پر تنقید کرنے سے پہلے ہم اپنے گھر کی خبر لیں اوراپنی اصلاح کریں۔اس مقصد کے لئے جہاں دیگر کئی اقدامات ضروری ہیں وہاں

Marfat.com

اسلام کی تعلیمات کودرست طور پر سمجھنا بھی ضروری ہے۔

(تشدد کا راستہ اپنانے والے گروہوں نے اسلام کی جن اصطلاحات کی غلط تشریحات کا سہارا لے رکھا ہے ان میں جہاد، نہی عن المنکر اور تکفیر وغیرہ شامل ہیں) ان اصطلاحات کو ان کے درست تناظر میں سمجھنے کے لئے اس رپورٹ کے پہلے مقالے میں جہاں تکفیر اور نہی عن المنکر کے حوالے سے چند اصول و مبادی بیان کیے گئے ہیں۔ ان کی اہمیت کے پیش نظر ہم یہاں ان کا مختصر ذکر ضروری سمجھتے ہیں۔

۱) نہی عن المنکر

(نہی عن المنکر کے بارے میں علماء نے بالعموم تین مراحل ومراتب بیان کیے ہیں۔ ان میں سے پہلا مرحلہ کسی برائی کودل سے برا جاننا، اُس سے رخ پھیر لینا ہے اوراپنادامن باوقار طریقے سے اُس سے بچا لینا ہے۔ دوسرا مرحلہ زبان سے برائی کو روکنا ہے۔ اس کی بھی اپنی شرائط ہیں۔ اس کا تیسرا مرحلہ ہاتھ سے برائی کو روکنا ہے۔ یہ سب سے اہم مرحلہ اورمرتبہ ہے) اس سلسلے میں کئی ایک بنیادی سوالات پیدا ہوتے ہیں جن کا جواب جاننا ضروری ہے۔مثلاً:

(۱) منکر کس نوعیت کا ہے؟

(۲) حکومت اسلامی ہے یا غیر اسلامی؟

(۳) جوامر ہمارے پیش نظر منکر ہے کیا حکومتی قوانین بھی اس کی ممانعت کرتے ہیں؟

(۴) نہی عن المنکر کرنے والے کی صلاحیت وطاقت کس قدر ہے اورمعاشرے میں اس کی کیا حیثیت ہے؟

(۵) منکر کوروکنے کے عمل کے نتائج کیا نکلیں گے؟

(۶) نہی عن المنکر کی حکمت عملی کیا ہونی چاہیے؟

(۷) حکم شریعت بیان کرنے کے لئے اتھارٹی کون ہے؟

اسی طرح کے اور بھی کئی پہلو ہیں جن کا جواب معلوم ہونا ناہی عن المنکر کے لئے بہت ضروری ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک فرد یا گروہ جو اپنی تئیں خدا کی خوشنودی کے لئے اقدام کررہا ہے دراصل وہ اللہ ہی کے قوانین کی خلاف ورزی کا مرتکب ہورہا ہو۔ اس سلسلے میں علمائے اسلام نے قرآن وسنت کی روشنی میں تفصیل سے گفتگو کی ہے۔ ہم ذیل میں اختصار کے ساتھ چند اہم امور کی نشاندہی کرتے ہیں:

ریاست اور فرد کی ذمہ داری: نہی عن المنکر کے حوالے سے ریاست اور فرد کی ذمہ داری کی اپنی اپنی حدود ہیں۔ جناب جاوید احمد غامدی نے اس حوالے سے اپنے مقالے میں وضاحت کی ہے جو بعد

Marfat.com

کے صفحات میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ پروفیسر مرتضٰی مطہری امر ونہی کے تین مراتب بیان کرتے ہوئے تیسرے مرتبے کے بارے میں کہتے ہیں:

''تیسرا مرحلہ عمل کا ہے بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جسے منکر سے روکا جارہا ہوتا ہے وہ اس درجے اور حال کو پہنچا ہوا ہوتا ہے کہ نہ اس سے اعراض اور ترک تعلق سے بات بنتی ہے اور نہ زبان و بیان سے اس پر تاثیر ہوتی ہے۔ یہ وہ مقام ہوتا ہے جہاں عمل کا راستہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔ پھر ایسا موقع آجاتا ہے کہ عملی طور پر تنبیہ کرنا پڑتی ہے اور یہ حکومت اسلامی کی ذمہ داریوں میں سے ہے۔ اسلامی معاشرے کے شہری اپنی طرف سے اس طرح کی تنبیہ اختیار نہیں کرسکتے۔''(۹)

اس سلسلے میں بعض دیگر علما کے اقوال ڈاکٹر محسن مظفر نقوی کے تفصیلی مقالے میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

ایک ضروری وضاحت : بعض افراد نہی عن المنکر کے لئے اپنے ہر طرح کے عملی اقدام کے جواز میں حضرت امام حسینؑ کی مثال پیش کرتے ہیں۔اس سلسلے میں امام حسینؑ کی شخصیت، آپ کے اقدام کی پوری ماہیت اور آپ کے خطبات واقوال اور متعلقہ واقعات کا گہرا مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے بغیر آپ کے لازوال اقدام کی مثال سے ہم صحیح طور پر استفادہ نہیں کرسکیں گے۔ یہاں انتہائی اختصار کے ساتھ ہم چند نکات کی طرف توجہ دلاتے ہیں، ہماری رائے میں جنھیں اس ضمن میں پیش نظر رہنا چاہیے:

۱) امام حسینؑ کے نزدیک امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا مفہوم کیا ہے اور آپ کے امر ونہی کا مصداق کیا اہمیت رکھتا ہے۔

۲) کسی واقعے کی حیثیت کا تعین زمان ومکان کی حدود میں اُس کے مطالعے سے ہوتا ہے، امام حسینؑ کے اقدام کی حیثیت کا تعین بھی اسی معیار کے مطابق کیا جانا چاہیے۔

۳) علمائے کرام نے امر ونہی کی شرائط وقیود بیان فرمائی ہیں۔ یہ فریضہ انہی حدود وشرائط کے مطابق انجام دینے کی ضرورت ہے۔ ان میں سے ایک شرط امر ونہی کی ممکنہ تاثیر کو پیش نظر رکھنا ہے۔آمر وناہی کی اپنی حیثیت اور مقام ومرتبہ کو بھی بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ہر شخص اور گروہ کا امر ونہی ایک جیسے نتائج پیدا نہیں کرسکتا۔ اسی طرح مخاطب کی حیثیت اور مقام ومرتبہ کو بھی اس میں پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ امر ونہی میں موضوعات کی ترجیحات اور ''اھم و مھم'' کا معاملہ بھی بڑا اہم ہے۔ امام عالی مقامؑ کے امر ونہی میں ان تمام امور کو پیش نظر رکھا گیا۔

۴) واقعہ کربلا اور اس کے پس منظر کی تمام تر تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ امام عالی مقامؑ نے کسی مرحلے

Marfat.com

میں پہل نہیں فرمائی۔ یہاں تک کہ کربلا میں بھی تلوار اٹھانے کی نوبت آنے تک آپ نے کہیں پہل نہیں فرمائی۔

۵) آپ کا تمام تر طرزعمل ناصحانہ تھا۔ جب تک حملہ نہیں ہوگیا مخالف فوج سے آپ نے ناصحانہ انداز سے گفتگو فرمائی اورانھیں اپنے قتل سے باز رہنے کی تلقین فرمائی۔ آپ نے انھیں اپنا تعارف کروایا اور نبی کریمؐ سے اپنی نسبت بتائی۔ یہ تک فرمایا کہ میں نے کسی کا خون نہیں بہایا کہ جس کے بدلے میں تم میرا خون بہانے کے درپے ہو۔(۱۰)

۶) امام حسینؓ نے اپنے خون کے پیاسوں کی بھی تکفیر نہیں کی بلکہ جب پہلا دستہ حرابن یزید الریاحی کی قیادت میں آپ کا راستہ روکنے کے لئے پہنچا تو نماز کے وقت ان سے پوچھا کہ کیا تم ہمارے ساتھ مل کرنماز پڑھو گے یا الگ تو انھوں نے بھی اس وقت آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کو ترجیح دی۔(۱۱)

مختصر یہ کہ امام حسینؓ کا سبق آموز واقعہ اپنے اندر بہت سے پہلو رکھتا ہے اورآنکھیں بند کرکے موقع وبے موقع امرونہی کے نام پر اس کا حوالہ دے کر قدم اٹھالینا درست نہیں۔ حکمت وبصیرت کا دامن کبھی ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیے۔

۲) تکفیر

(تکفیر یعنی کافر قرار دینا۔عالم اسلام کی مشکلات میں سے ایک مسئلہ تکفیر ہے جس کے اثرات شوم اور برے نتائج سے شاید ہی کوئی گروہ اور اہم شخصیت محفوظ رہی ہو۔تعصب، جہالت،کوتاہ نظری اور پست مقاصد نے معاملہ یہاں تک پہنچا دیا ہے کہ مختلف گروہوں میں موجود بعض افراد دوسروں کو کافر قرار دینے کے لئے اپنی تحریروتقریر کی ساری صلاحیتیں گویا اسی کام کے لئے وقف کیے ہوئے ہیں۔ یہی امرایک دوسرے کے خلاف نفرت کا باعث بن جاتا ہے۔ اسی سے تفرقہ بازی اورفرقہ واریت جنم لیتی ہے۔ اسی سے تشدد و دہشت گردی کوفروغ ملتا ہے۔ شیطانی قوتوں کے عمل دخل کے لئے شاید یہ راستہ سب سے مختصر اور آسان ہے۔ کفرسازی نے جسد اسلامی کو جس قدر نقصان پہنچایا ہے شاید ہی کسی اور چیز نے پہنچایا ہو۔

اسلامی تاریخ میں اس کی بنیاد خوارج نے رکھی۔بعدازاں کلامی مسائل کے انتہا پسندانہ فروغ نے معاملہ بگاڑ دیا۔قرآن مخلوق ہے یانہیں،اس مسئلے پرامت دوحصوں میں بٹی رہی۔حکمران بھی اپنے مقاصد کے لئے ان مسائل سے غلط فائدہ اٹھاتے رہے۔ ایک دوسرے کو کافر ومشرک قرار دے کرقتل وغارت کا بازارگرم کیے رہے۔گاہے معمولی معمولی فروعی مسائل پر تکفیر کی جاتی رہی۔افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اب بھی ایسی

Marfat.com

کتابوں کی کمی نہیں جن میں یہی رویہ اختیار کیا گیا ہے۔

اس دوران میں مصلحین بھی ظہور کرتے رہے۔ امام غزالیؒ گیارھویں صدی عیسوی کے گیارھویں برس میں فوت ہوئے۔اس کے بعد مسلم معاشرے کی صورت حال روز بروز ابتر ہوتی چلی گئی، اکثر شہروں میں فروعی مسائل پر مناظرے اور مباحثے جاری تھے۔ بات بات پر لوگ مشتعل ہوکر مرنے مارنے کے لئے کھڑے ہوجاتے تھے اور یہ اشتعال بعض مرتبہ فرقہ وارانہ فساد کی صورت بھی اختیار کر جاتا تھا۔ 1258ء میں جب ہلاکو خان نے بغداد پر حملہ کیا تو بتایا جاتا ہے کہ وہاں فرقہ وارانہ فساد جاری تھے اور نتیجے کے طور پر خلافت عباسیہ کا خاتمہ ہوگیا۔

اسی طرح خلافت عثمانیہ ہو یا سلطنت مغلیہ، ان کے زوال کے اسباب کا گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو تعیش، تجر وجمود، فرقہ واریت اور سطح بینی ہی بنیادی اسباب قرار پائیں گے۔ آج بھی عالم اسلام میں انتہا پسندی اور دہشت گردی کی ایک اہم اور بنیادی وجہ فرقہ واریت ہے جس کے ذمہ دار اس مظلوم امت کے غیر ذمہ دار عناصر کے تکفیر کے فتوے ہیں۔اگرچہ خود تکفیر اور دوسروں کو کافر قرار دینے کا عمل ہی باطل اور قابل مذمت ہے لیکن اس سے بھی خطرناک اور المناک بات یہ ہے کہ ایک گروہ کسی فرد یا گروہ کو کافر قرار دینے کے بعد اُس کی تباہی ونابودی اور قتل کے درپے ہوجاتا ہے۔صدر اسلام میں یہی روش خوارج کی رہی ہے۔اسی امر کے پیش نظر اس کتاب میں ایک مختصر باب خوارج کے بارے میں شامل کیا گیا ہے۔ایک شخص کے کافر ہونے کا یہ فوری نتیجہ کیونکر نکل آتا ہے کہ اُس کی ہلاکت کے درپے ہوا جائے؟ آخر یہ اسلام کے کس اصول اور قانون کی بنا پر روا ہے؟ اس ہولناک صورتِ حال کا اکابر علماء نے بڑی شدت سے احساس کیا ہے۔عصر حاضر میں فتنۂ تکفیر کے خاتمے کے لئے علمائے امت نے جو اجتماعی فتاویٰ جاری کیے ہیں وہ نہایت اہم اور پُر تاثیر ہیں۔ان میں سے متعدد فتاویٰ کی تفصیل اس کتاب میں موجود ہے۔

۳) جہاد

جہاد اسلامی تعلیمات کا ایک اہم حصہ ہے۔ یہ ہر طرح کے قتل وقتال سے عبارت نہیں بلکہ خاص شرائط وحدود کا حامل ہے۔ اس کے بارے میں ضروری تفصیل اس کتاب میں شامل علمائے کرام کے مقالات میں موجود ہے۔ ہم یہاں پر صرف یہ عرض کرنا چاہیں گے کہ جب ''نہی عن المنکر'' عملی مرحلے میں مسلمانوں کے نظم اجتماعی یا حکومت کی ذمہ داری ہے تو جہاد کی ایسی صورت جس میں مسلح کارروائی ضروری ہوجاتی ہے، کسی صورت بھی انفرادی یا نظم اجتماعی سے ہٹ کر گروہی اختیار میں قرار نہیں پاسکتا مگر یہ کہ سرزمین اسلام اور مسلمانوں کے جان ومال کا دفاع حکومت کے بس میں نہ رہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پرائیویٹ لشکر وسپاہ ہمارے لیے دہشت

Marfat.com

گردی، فساد فی الارض، خلق خدا کے قتل، خونریز فرقہ واریت اور غیر ملکی مداخلت جیسے تحفوں کے سوا کچھ نہیں لائے گی

دہشت گردی کے خلاف عالم اسلام کے علماء کا اتفاق رائے

انتشار وافتراق کی جو بھی کیفیت ہو اوراس سلسلے میں عالم اسلام کی جو بھی تصویر پیش کی جائے لیکن یہ امر باعث اطمینان اورامید افزا ہے کہ عالم اسلام کے تمام اکابر علماء دہشت گردی کے خلاف ہم آواز ہیں۔ مشرق سے مغرب تک تمام اسلامی سرزمینوں کے علماء نے بے گناہوں پر ہونے والے خودکش حملوں کی مذمت کی ہے۔ سب نے فرقہ واریت کی کھل کرمخالفت کی ہے۔تمام اسلامی مکاتب فکر کے ذمہ دار علماء، مراکزِ دینی کے سربراہ، حوزاتِ علمیہ کے زعماء اورمراجع عظام نے مسلمانوں کی وحدت واتحاد کا پرچم بلند کررکھا ہے۔ جس علاقے میں بھی دہشت گردی کے واقعات پھوٹے ہیں وہاں کے علمائے اسلام صبروایثار کی تلقین کرتے ہوئے محبت واخوت کے پیغام بر بن کرنکل کھڑے ہوئے ہیں۔ اسلامی سرزمینوں پر سے اغیار کی بالادستی کے خاتمے اوراسلام کی انسان دوستی پرمبنی تعلیمات کی تشریح ودفاع کے لئے سب کے دردمند دل ایک ساتھ دھڑکتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں۔

عالم اسلام کے ذمہ دار اداروں کے زیراہتمام تمام مکاتبِ فکر کے جید اوراجل علمائے اسلام نے مشترکہ طور پر کئی ایک فتاویٰ جاری کیے ہیں جن میں دہشت گردی کی تمام صورتوں کی مذمت کی گئی ہے اور واضح کیا ہے کہ دین اسلام کا دہشت گردی سے کوئی تعلق نہیں۔ علمائے کبارنے اتحاد بین المسلمین کے لئے بھی تاریخ ساز فتاویٰ جاری کیے ہیں جنھوں نے بہت سے علاقوں میں فرقہ پرست عناصر کی کمرتوڑ کر رکھ دی ہے۔ پاکستان کے علمائے کرام بھی اس سلسلے میں کسی سے پیچھے نہیں۔ انھوں نے تمام جزوی اختلافات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اسلام اوروطن عزیز کے دفاع واستحکام کے لئے متعدد اجتماعی فتوے جاری کیے ہیں اور انتہا پسندی اورخودکش حملوں کی مذمت کی ہے اورانھیں خلاف اسلام قرار دیا ہے۔اس ضمن میں بھارت کے علماء بھی عالم اسلام کے ہم قدم ہیں۔

دنیا کے مختلف خطوں میں علمائے کرام نے گذشتہ چند برسوں میں اس ضمن میں جو کاوشیں کیں ہیں ان کا ایک خاکہ اس کتاب میں پیش کیا جارہا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ عراق میں علماء و مجتہدین کے اس کردار کا نہایت مفید اثر ہوا ہے۔ پاکستان میں بھی اس کے مثبت اثرات مرتب ہورہے ہیں۔

دوسری طرف یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ دنیا بھر میں اسلام کا دعویٰ کرکے دہشت گردی کی کارروائیاں کرنے والے گروہوں کی سربراہی اکثر غیر علماء کے ہاتھوں میں ہے۔ ویسے بھی عالم اسلام کے تمام دینی مراکز کی

Marfat.com

مسلمہ مذہبی قیادت کے مقابلے میں چھوٹے اورتشدد پسند گروہوں کو اپنی رائے کا ازسرنو جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ ان اکابر علماء کے اتفاق رائے کے مقابلے میں وہ اپنے اللہ کے حضور اپنی حجت کیونکر پیش کرسکیں گے۔

عالم اسلام کی طرف سے تہذیبوں کے مابین قربت کا پیغام

عالم اسلام کی دینی اورسیاسی قیادت نے مسلمانوں کو باہمی اتفاق واتحاد کی تلقین پر اکتفا نہیں کیا بلکہ دیگر ادیان کے ماننے والوں کوبھی مکالمے اور پرامن بقائے باہم کے لیے مشترکات کی بنیاد پر قریب آنے کی دعوت دی ہے۔ایسے وقت میں جب تہذیبوں کے مابین تصادم کے نظریے کی گونج سنائی دے رہی تھی عالم اسلام نے مشترکات اورانسانی مفادات کی بنیاد پر دیگر ادیان اورتہذیبوں کومختلف پلیٹ فارموں پرمکالمے اورمل بیٹھنے کی دعوت دی ہے۔اس سلسلے میں بھی ایک باب اس کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔

ذمہ داریوں کا تعین اوراحساس

انتہا پسندی اوردہشت گردی کے خاتمے کے لیے کس کی کیا ذمہ داری ہے اور کس کو اپنی ذمہ داری کا کس قدر احساس ہے، اس کا بھی کچھ ذکر ضروری ہے۔ اسلام کے تمام ذمہ دار علماء نے دہشت گردی کے خلاف کھل کراپنے موقف کا اظہار کیا ہے۔ ذمہ دار سرکاری عہدیدار اور ادارے بھی اس کی مذمت اوراس کے منفی پہلوؤں کے بارے میں بہت کچھ کہہ چکے ہیں۔ ذرائع ابلاغ نے بھی ایک حد تک اپنا کردارادا کیا ہے۔ تاہم ہماری رائے میں اب بھی بہت کچھ کیا جانا باقی ہے۔

انتہا پسندی کی مختلف نظری اورعملی صورتوں کے قرآن وسنت کے منافی قرار پانے کے بعد اس کے ''منکر'' ہونے میں کوئی شک باقی نہیں رہتا۔ خاص طور پر جب اس حقیقت کوملحوظ رکھا جائے کہ اس سے دین اسلام کا چہرہ مسخ ہوتا ہے، منفی پراپیگنڈا کے لئے دین دشمنوں کے ہاتھ میں دلیل آتی ہے، بے گناہ انسانوں کا خون ہوتا ہے،اسلامی معاشرے اغیار کی مداخلت اورجارحیت کا نشانہ بنتے ہیں اور اسلامی ممالک کی اقتصادی حالت تباہ ہوتی ہے تو پھر اس ''منکر'' کی شدت اوربھی نمایاں ہوجاتی ہے۔ یہ درست ہے کہ اس منکر کے خاتمے کے لئے عملی اقدامات حکومت ہی کی ذمہ داری ہے لیکن وہ اہل دین ودیانت جو نہی عن المنکر کو زبان کی حد تک اپنی شرعی ذمہ داری سمجھتے ہیں انھیں پورے دینی شعور،شرح صدر اور دینی جذبے سے اس کے خلاف آواز اٹھانی چاہیے۔ نیز اس سلسلے میں عوام کوبھی ان کی شرعی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کرنا چاہیے۔

Marfat.com

فلسطین میں ہونے والے ظلم کے خلاف آواز اٹھانا نہ صرف درست ہے بلکہ اسلامی، اخلاقی اورانسانی حوالے سے ضروری بھی ہے۔ لہٰذا پورے ملک میں مذہبی، سیاسی اوردیگر جماعتوں نیز حکومت نے اپنے فلسطینی مظلوم بھائیوں پر ہونے والے ظلم کے خلاف مختلف مواقع پر جس ردعمل کا مظاہرہ کیا ہے وہ ہر جہت سے بجا ہے لیکن پاکستان جیسے اہم اسلامی ملک میں دہشت گردی نے جو قیامت ڈھا رکھی ہے، اس کے خلاف اس درجے کا ردعمل دیکھنے میں نہیں آیا۔فرقہ واریت کے ہولناک مظاہرے ہوں یا دہشت گردی کے خونچکاں مناظر ان کے خلاف جس قدر عوامی مہم چلانے کی ضرورت ہے وہ نہیں چلائی گئی۔حکومت،سیاسی ومذہبی جماعتیں، انسانی حقوق کی تنظیمیں اورذرائع ابلاغ سب کو زیادہ منظّم ہوکر اس صورت حال کا مقابلہ کرنے کی ضرورت ہے۔اس حوالے سے خاص طور پر حکومت اورعوام کے درمیان اعتماد اورہم آہنگی کو بڑھانے کی ضرورت ہے۔ یہ اعتماد جس قدر قوی ہوگا عوام اسی قدر دہشت گردی کے خاتمے کے لئے حکومت کی مدد کریں گے۔ دہشت گرد عناصر اور دہشت گردی کے نیٹ ورکس تک پہنچنے اوران کے خاتمے کے لئے عوام کی مدد کے بغیر حکومت اور ریاستی ادارے کامیاب نہیں ہوسکتے۔عوام کا بھرپور اعتماد حاصل ہوجائے اور وہ اس سلسلے میں اپنی ذمہ داری کوایک انسانی والٰہی ذمہ داری سمجھنے لگیں تو صورتحال تیزی سے بدل سکتی ہے۔

حکومت کی طرف سے باربار کہا جاتا ہے کہ انتہا پسند عناصرایک معمولی اقلیت میں ہیں اورملک کی اکثریت اعتدال پسند ہے۔ یہ بات درست ہے لیکن اعتدال پسند خاموش اکثریت جس قدر خاموش رہے گی انتہا پسند اقلیت اسی قدر نڈر اورجراتمند ہوتی جائے گی۔ انتہا پسندی آج ہمارے معاشرے کا ایک ہنگامی مسئلہ ہے۔ عوام کی تربیت اور رہنمائی کرکے انھیں حرکت میں لانے کی ضرورت ہے۔عوام اگر تفرقہ انگیز اورانتہا پسندانہ تقریروں،تحریروں اوراعمال کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے تو یہ جن واپس اپنی بوتل میں جلد جاسکتا ہے۔

یہ امرتشویش ناک ہے کہ بعض عناصر دہشت گردوں کو اسلامی ہیرو کے طور پر پیش کرتے ہیں یا ان کی رائے کوبھی ایک اختلافی رائے کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ انتہا پسند اوردہشت گرد عناصر دین اورملک وقوم کے دشمن اورمجرم ہیں۔حدود الٰہی کو پامال کرنے والے والے ہیں۔ اسلام کا چہرہ بگاڑنے کا جرم بھی ان کے سر ہے۔ ان کی رائے کو عالم اسلام کے ذمہ دار علماء اورمفتیان کرام کی رائے کے مقابلے میں پیش کرنا خطرناک اورمنفی طرزعمل ہے۔

چند معروضات

انتہا پسندی کے خاتمے کے لئے آخر میں ہم چند معروضات اہل فکرونظر کی خدمت میں پیش کرتے ہیں:

(۱) جیسا کہ پیش نظر کتاب میں علمائے کبار کے فتاویٰ سے ظاہر ہوتا ہے انھوں نے اختصار کے ساتھ

Marfat.com

دین کے اصول اورارکان بیان کر دیے ہیں جن پرایک مسلمان کا ایمان لانا ضروری ہے، ہمیں اس فہرست میں اضافہ نہیں کرتے رہنا چاہیے۔اگر ہم اس بات کوملحوظ رکھیں تواس سے نہ صرف امت میں اتحاد و اتفاق پیدا ہوتا ہے اورانتہا پسندی کا خاتمہ ہوتا ہے بلکہ اسی میں دین کی بقا اور فروغ کا راز مضمر ہے۔ ایک آفاقی اور باقی رہنے والے دین کی ناگزیر تعلیمات یعنی ضروریات دین مختصر اور عمیق ہی ہونی چاہئیں۔

(۲) مختلف مسالک کے افراد کو ایک دوسرے سے ملتے جلتے رہنا چاہیے۔ باہم رابطے سے غلط فہمیاں دور ہوتی ہیں۔ قربتیں محبتیں پیدا کرنے کا ذریعہ بنتی ہیں۔

(۳) عام طور پر ہر گروہ میں کچھ انتہا پسند عناصر ہوتے ہیں۔ فرقہ وارانہ کتابیں ایسے عناصر ہی لکھتے اور چھاپتے رہتے ہیں۔ ہر مسلک کے ذمہ دار افراد اورعلماء ایسے عناصر سے نالاں ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہر مسلک کے اندر بھی اصلاحی تحریکیں جاری رہتی ہیں۔ ایسے عناصر کی کتب مسلک کے حقیقی عقاید ونظریات کی آئینہ دار نہیں ہوتیں۔ انھیں بنیاد بنا کر کوئی رائے قائم نہیں کرنا چاہیے۔

(۴) مختلف مکاتب فکر کا وجود ایک حقیقت ہے۔ ہر طرح کے اختلافِ رائے کا خاتمہ ناممکن ہے اورشاید مطلوب بھی نہ ہو جیسا کہ بعض علمائے عظام کی عبارات سے ظاہر ہوتا ہے۔ تاہم اختلافِ رائے اوراس کے اظہار کو اخلاقی ضوابط کا پابند ہونا چاہیے۔ اختلافی رائے پر عدم برداشت تو ایک سطحی رویہ ہے جبکہ اختلاف کو برداشت کرنا اوراختلاف کے ساتھ اچھے مراسم رکھنا اورمل جل کر زندگی گزارنا ایک ہنر ہے۔ ہمیں یہ ہنر سیکھنے کی ضرورت ہے۔

(۵) علمائے کرام کے فتاویٰ میں اختلاف اچنبھے کی بات نہیں اورنہ اس میں ذم کا کوئی پہلو نکلتا ہے۔ یہ دین شناسی کی انفرادی کوششوں کا نتیجہ ہوتے ہیں۔علم کے دیگر شعبوں میں بھی ماہرین کی آراء میں اختلاف ہوتا ہے۔ البتہ انفرادی فتاویٰ کا اختلاف گاہے معاشرے میں مشکلات پیدا کر دیتا ہے، خاص طور پراگر ان کا تعلق سماجی معاملات سے ہو۔ ایسے امور میں ریاستی سطح پر قانون سازی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسے انفرادی فتویٰ کو کسی خاص مسئلے میں مفتی کا انفرادی فہم اسلام سمجھنا چاہیے اورعمل درآمد کے لئے ایسے مسئلے کومتعلقہ ریاستی ادارے یا اداروں کے سپرد کیا جانا چاہیے اورانھیں اس ضمن میں قانون سازی کی طرف متوجہ کیا جانا چاہیے تاکہ قوم اختلاف میں مبتلا نہ ہو۔معاشرے کی بھی اس سلسلے میں مناسب تربیت کی ضرورت ہے چونکہ عوام الناس بعض اوقات

Marfat.com

کسی انفرادی فتوے پر شدید ردِعمل کا اظہار کرتے ہیں۔

(۶) اجتہاد کی ضرورت عملی طور پر تسلیم کی جا چکی ہے۔ اب اجتہاد کے طریق کار اوراس کے عناصر پر بات کرنے کی ضرورت ہے۔ ہماری رائے میں اجتہاد فقط قرآن وسنت سے نظائر تلاش کرنے کا نام نہیں، نظائر کے پیچھے موجود حکمت، مقصد اورضرورت کا کھوج لگانا بھی اجتہادی عمل کا حصہ ہے۔ اسی طرح جہانِ معاصراور عصری تقاضوں کی شناخت کو بھی اجتہادی عمل کا حصہ بنانا ناگزیر ہے۔ مختلف مسائل اور معاملات میں انسانی تجربات کو بھی اس سلسلے میں سامنے رکھنے کی ضرورت ہے۔ کسی بھی فتویٰ یا فیصلہ کے معاشرے پر پڑنے والے ممکنہ اثرات کو بھی اس حوالے سے نظر انداز نہیں کیا جانا چاہیے۔ قرآن حکیم بھی سابقہ انسانی تجربات اورتاریخ کو ہمارے سامنے دہراتا ہے۔ نبی کریمؐ نے بھی عرف اورمعروف کو ہمیشہ پیش نظر رکھا ہے۔ آنحضرتؐ نے اپنے دور میں جاری معاشرتی قوانین سے بھی استفادہ کیا ہے۔ ایسے ہی پہلوؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے بعض علماء کی طرف سے اجتہاد میں تخصص (specialization) کی تجاویز بھی پیش کی جارہی ہیں۔ اجتماعی اجتہاد اورفقاہت شورائی کا موضوع جو آج علمی حلقوں میں خاصی اہمیت اختیارکر چکا ہے وہ عصر حاضر میں اجتہادی عمل کی وسعت اور پیچیدگیوں کے ادراک ہی کا نتیجہ ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اجتہاد کا عمل جس قدر حسن وخوبی اورجامعیت سے آگے بڑھے گا انتہا پسندی اورفرقہ واریت کا خاتمہ ہوتا چلا جائے گا۔

(۷) ہمیں ضروریات دین اور دین کی حقیقی تعلیمات کے مقابلے میں رسم ورواج اورعرف وعادت میں فرق کو ہمیشہ ملحوظ رکھنا چاہیے۔ رسم ورواج اورعرف وعادت پر اصرار سے پرہیز کرنا چاہیے۔ علاقائی رسم ورواج آج کا ہو یا قدیمی، عرب کا ہو یا عجم کا اس پر زوردینے سے بچنا چاہیے۔ یہ معرفت اورطرز عمل ہمیں انتہا پسندی اوراس کے منفی اثرات سے بچنے میں مدد دے گا۔

(۸) حکمرانوں کو بھی امرونہی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ذرائع ابلاغ بھی یہ کام کرتے رہتے ہیں۔ علماء بھی ان ذرائع سے اپنا نقطۂ نظر پہنچاتے رہتے ہیں۔ منبر سے بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اس سلسلے کو اچھے انداز سے جاری رہنا چاہیے کیونکہ نصیحت وتذکُّر ہمیشہ مفید ہوتا ہے جیسا کہ قرآن فرماتا ہے: وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ. (الذاریات ۵۱:۵۵)

Marfat.com

حواشی

۱۔ وحید الزمان، علامہ، **لغات الحدیث** (کراچی: میر محمد کتب خانہ، سنہ ندارد)، ج ۳، ص ۵۲۔

۲۔ ایضاً، ص ۵۳۔

۳۔ وحید الزمان، علامہ، **لغات الحدیث** (کراچی: میر محمد کتب خانہ، سنہ ندارد)، ج ۳، ص ۳۸۔

۴۔ لویس معلوف، **المنجد** (کراچی: دارالاشاعت ۱۹۹۴) ص ۱۰۸۴۔

۵۔ وحید الزمان، علامہ، **لغات الحدیث** (کراچی: میر محمد کتب خانہ، سنہ ندارد)، ج ۳، ص ۶۷۔

۶۔ http://ur.wikipedia.org

۷۔ www.urduarticles.com/articles

۸۔ محمد اقبال، ضرب کلیم، نظم (دین وتعلیم)، (لاہور: ادارہ اہل علم، بما بلاک علامہ اقبال ٹاؤن، ۲۰۰۵ء)، ص ۵۹۹۔

۹۔ مطہری، مرتضی، حماسہ حسینی (تہران: انتشاراتِ صدرا، سنہ ندارد)، ج ۲، ص ۱۹۷۔

۱۰۔ قمی، شیخ عباس، **منتہی الآمال** (قم: موسسہ انتشارات ہجرت ۱۳۷۷ھ)، ج ۱، ص ۶۴۱۔

۱۱۔ قمی، شیخ عباس، **منتہی الآمال** (قم: موسسہ انتشارات ہجرت ۱۳۷۷ھ)، ج ۱، ص ۶۱۵۔

Marfat.com

باب اول

اصول و مبادی: جہاد، تکفیر اور نہی عن المنکر

جاوید احمد غامدی
رکن اسلامی نظریاتی کونسل

مذہب کے نام پر انتہا پسندی اور دہشت گردی کی جو تحریک اس وقت عالمِ اسلام بالخصوص پاکستان میں برپا ہے، اس کی بنا تین چیزوں پر قائم ہے: ایک جہاد، دوسرے تکفیر اور تیسرے نہی عن المنکر کا حکم۔ ان تینوں کے بارے میں اپنا نقطہ نظر ہم نے مختصر طریقے پر یہاں بیان کر دیا ہے۔

جہاد

امن اور آزادی انسانی تمدن کی ناگزیر ضرورت ہے۔ فرد کی سرکشی سے اُس کی حفاظت کے لیے تادیب اور سزائیں ہیں، لیکن اگر قومیں شوریدہ سر ہو جائیں تو ہر شخص جانتا ہے کہ اُن کے خلاف تلوار اٹھانے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہوتا۔ نصیحت اور تلقین جب تک کارگر ہو، تلوار اٹھانے کو کوئی شخص بھی جائز قرار نہ دے گا، مگر جب کسی قوم کی سرکشی اور شوریدہ سری اِس حد کو پہنچ جائے کہ اُسے نصیحت اور تلقین سے صحیح راستے پر لانا ممکن نہ رہے تو انسان کا حق ہے کہ اُس کے خلاف تلوار اٹھائے اور اُس وقت تک اٹھائے رکھے، جب تک امن اور آزادی کی فضا دنیا میں بحال نہ ہو جائے۔ قرآن کا ارشاد ہے کہ تلوار اٹھانے کی یہ اجازت اگر نہ دی جاتی تو قوموں کی سرکشی اس انتہا کو پہنچ جاتی کہ تمدن کی بربادی کا تو کیا ذکر، معبد تک ویران کر دیے جاتے اور اُن جگہوں پر خاک اڑتی، جہاں اب شب و روز اللہ پروردگار عالم کا نام لیا جاتا اور اُس کی عبادت کی جاتی ہے۔

اسلامی شریعت میں جہاد اِسی مصلحت سے کیا جاتا ہے۔ یہ نہ خواہش نفس کے لیے ہے، نہ مال و دولت

Marfat.com

کے لیے، نہ ملک کی تسخیر اور زمین کی حکومت کے لیے، نہ شہرت وناموری کے لیے اور نہ حمیت وحمایت اور عصبیت یا عداوت کے کسی جذبے کی تسکین کے لیے۔انسان کی خودغرضی اور نفسیات کا اِس جہاد وقتال کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔یہ اللہ کی جنگ ہے جو اُس کے بندے، اُس کے حکم پر اور اُس کی ہدایت کی مطابق اُس کی راہ میں لڑتے ہیں۔اُن کی حیثیت اِس جنگ میں محض آلات و جوارح کی ہے۔اِس میں اُنھیں اپنا کوئی مقصد نہیں، بلکہ خدا کے مقاصد پورے کرنا ہوتے ہیں۔لہٰذا وہ اپنی اِس حیثیت سے سرمو کوئی انحراف نہیں کر سکتے۔اس کا قانون یہ ہے:

۱- جہاد کا حکم

جہاد و قتال کا حکم مسلمانوں کو بحیثیت جماعت دیا گیا ہے۔اِس کی جو آیتیں بھی قرآن میں آئی ہیں، مسلمان اپنی انفرادی حیثیت میں اُن کے مخاطب ہی نہیں ہیں۔حدود وتعزیرات کی طرح اِن آیات کے مخاطب وہ بحیثیت جماعت ہیں۔لہٰذا اس معاملے میں کسی اقدام کا حق بھی اُن کے نظم اجتماعی کو حاصل ہے۔اُن کے اندر کا کوئی فرد یا گروہ ہرگز یہ حق نہیں رکھتا کہ اُن کی طرف سے اِس طرح کے کسی اقدام کا فیصلہ کرے۔اسی بنا پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

انما الامام جنة، یقاتل من ورائه ویتقی به. (صحیح بخاری، رقم ۲۹۵۷)

''مسلمانوں کا حکمران ان کی سپر ہے، قتال اُسی کے پیچھے رہ کر کیا جاتا ہے اور لوگ اپنے لئے اُسی کی آڑ پکڑتے ہیں۔''

۲- جہاد کا مقصد

قرآن میں اِس کا حکم اصلاً فتنہ کے استیصال کے لیے آیا ہے۔فتنہ کے معنی کسی شخص کو ظلم وجبر کے ساتھ اُس کے مذہب سے برگشتہ کرنے کی کوشش کے ہیں۔یہی چیز ہے جسے انگریزی زبان میں "persecution" کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔جان ومال اور عقل و رائے کے خلاف زیادتی کی دوسری تمام صورتیں اِسی کے تحت ہیں۔چنانچہ ظلم وعدوان جس صورت میں بھی ہو، یہ اُس کے خلاف کیا جا سکتا ہے۔

۳- جہاد کی فرضیت

جہاد مسلمانوں پر اُس وقت تک فرض نہیں ہوتا، جب تک دشمن کے مقابلے میں اُن کی حربی قوت ایک خاص حد تک نہ پہنچ جائے، لہٰذا ضروری ہے کہ جہاد وقتال کی اِس ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے وہ نہ صرف یہ

Marfat.com

کہ اپنے اخلاقی وجود کو محکم رکھنے کی کوشش کریں، بلکہ اپنی حربی قوت بھی اُس درجے تک لازماً بڑھائیں جس کا حکم قرآن نے زمانۂ رسالت کے مسلمانوں کو اُس وقت کی صورت حال کے لحاظ سے دیا تھا اوراُن کے اور اُن کے دشمنوں کے درمیان اِس کے لیے ایک اور دو کی نسبت قائم کردی تھی۔

تکفیر

مسلمانوں کے کسی فرد کی تکفیر کا حق قرآن وسنت کی رو سے کسی داعی کو حاصل نہیں ہے۔یہ ہوسکتا ہے کہ دین سے جہالت کی بنا پر مسلمانوں میں سے کوئی شخص کفر وشرک کا مرتکب ہو،لیکن وہ اگر اِس کو کفر وشرک سمجھ کر خود اِس کا اقرار نہیں کرتا تو اِس کفر وشرک کی حقیقت تو بے شک، اُس پر واضح کی جائے گی، اِسے قرآن وسنت کے دلائل کے ساتھ ثابت بھی کیا جائے گا، اہل حق اس کی شناعت سے اُسے آگاہ بھی کریں گے اور اس کے دنیوی اوراخروی نتائج سے اُسے خبردار بھی کیا جائے گا،لیکن اُس کی تکفیر کے لیے چونکہ اتمام حجت ضروری ہے، اِس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ حق اب قیامت تک کسی فرد یا جماعت کو بھی حاصل نہیں رہا کہ وہ کسی شخص کو کافر قرار دے۔

تاہم اِس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ داعی حق کے لیے کفر وشرک کے ابطال میں مداہنت کے لیے بھی کوئی گنجائش ہے۔احقاق حق اور ابطال باطل اُس کی ذمہ داری ہے۔اُس کا اصلی کام یہی ہے کہ ہر خطرے اور ہر مصلحت سے بے پرواہوکر توحید ورسالت اورمعاد کے متعلق تمام غلط تصورات کی نفی کرے اور لوگوں کو اُس صراط مستقیم کی طرف بلائے جو اللہ، پروردگار عالم نے اپنی کتاب میں انسانوں کے لیے واضح کی ہے۔یہ اُس پر لازم ہے،لیکن اِس کے کسی مرحلے میں بھی یہ حق اُس کوحاصل نہیں ہوتا کہ امت میں شامل کسی فرد یا جماعت کو کافر ومشرک قراردے اور اُن کے جمعہ وجماعت سے الگ ہوکر اور اُن سے معاشرتی روابط منقطع کرکے اپنی ایک الگ امت اِس امت مسلمہ میں کھڑی کرنے کی کوشش کرے۔

نہی عن المنکر

[اس سلسلے میں ریاست اورفرد کے دائرہ اختیارکو جدا جدا سمجھنے کی ضرورت ہے۔قرآن مجید میں امر ونہی کے حوالے سے ریاست کی ذمہ داری کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے:]

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ

Marfat.com

اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. (آل عمران۳ :۱۰۴)

''اور چاہیے کہ تمھارے اندر سے کچھ لوگ مقرر ہوں جو نیکی کی دعوت دیں، بھلائی کی تلقین کریں اور برائی سے روکتے رہیں۔(تم یہ اہتمام کرو) اور(یاد رکھو کہ جو یہ کریں گے)، وہی فلاح پائیں گے۔''

آیت کے الفاظ سے واضح ہے کہ مسلمان اپنی انفرادی حیثیت میں نہیں، بلکہ اجتماعی حیثیت میں ان کے مخاطب ہیں، لہٰذا یہ حکم ارباب اقتدار سے متعلق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مسلمانوں کو اگر کسی خطۂ ارض میں سیاسی خودمختاری حاصل ہوجائے تو اپنے اندر سے کچھ لوگوں کواس کام پر مقرر کریں کہ وہ لوگوں کو خیر کی طرف بلائیں، برائی سے روکیں اور بھلائی کی تلقین کریں۔

یہ ذمہ داری، ظاہر ہے کہ بعض معاملات میں تبلیغ وتلقین کے ذریعے سے اور بعض معاملات میں قانون کی طاقت سے پوری کی جائے گی۔ پہلی صورت کے لئے جمعہ کا منبر ہے جواسی مقصد سے ارباب حل وعقد کے لئے خاص کیا گیا ہے۔ دوسری صورت کے لئے پولیس کا محکمہ ہے جو مسلمانوں کی ریاست میں اس ذمہ داری کو پورا کرنے کے لئے قائم کیا جاتا ہے اوراپنے لئے متعین کردہ حدود کے مطابق اس کام کو انجام دینے کے لئے ہمہ وقت سرگرم عمل رہتا ہے۔

[بھلائی کی طرف دعوت دینے کے لئے فرد کی ذمہ داری اس آیت میں بیان کی گئی ہے:]

وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ م یَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ یَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ. (التوبہ۹:۷۱)

''اور مومن مرد اور مومن عورتیں، یہ ایک دوسرے کے رفیق ہیں۔ باہم دگر بھلائی کی نصیحت کرتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں۔''

اس آیت میں بھلائی کی تلقین کے لئے 'امر' کا لفظ آیا ہے۔ عربی زبان میں یہ جس طرح حکم دینے کے لئے آتا ہے، اسی طرح تلقین، نصیحت، مشورے اور ترغیب کے معنی میں بھی آتا ہے۔ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ، کے الفاظ سے آیت کی ابتدا دلیل ہے کہ یہاں یہ اسی مفہوم میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ انسانی فطرت میں جو باتیں خیر کی حیثیت سے پہچانی جاتی ہیں، اُن کی تلقین کی جائے اور جن کو فطرت ناپسند کرتی ہے، اُن سے لوگوں کو روکا جائے۔

تلقین ونصیحت سے آگے بڑھ کر معروف کو فی الواقع قائم کردینے اور منکر کو قوت سے مٹادینے کا حق

Marfat.com

بھی اللہ تعالیٰ نے کسی داعی کو نہیں دیا۔ قرآن مجید اِس معاملے میں بالکل واضح ہے کہ داعیٔ حق کی حیثیت سے خدا کے کسی پیغمبر کو بھی تذکیر اور بلاغ مبین سے آگے کسی اقدام کی اجازت نہیں دی گئی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ o لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ o (الغاشیہ ۸۸: ۲۱-۲۲)

''تم نصیحت کرنے والے ہو، تم اِن پر کوئی داروغہ نہیں ہو۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ''من رای منکم منکرا'' کے بارے میں یہ بات ہر شخص پر واضح رہنی چاہیے کہ قرآن کی تصریحات، دین کے مسلمات، رسولوں کی سیرت اور روایت کے اپنے الفاظ کی روشنی میں اِس کی صحیح تاویل یہ ہے کہ اِس کا تعلق ہر مسلمان کے دائرہ اختیار سے ہے۔ شوہر، باپ، حکمران، یہ سب اپنے اپنے دائرہ اختیار میں یقیناً اِسی کے مکلّف ہیں کہ منکر کو قوت سے مٹا دیں۔ اس سے کم جو صورت بھی وہ اختیار کریں گے، اگر دین ہی کی کوئی مصلحت مانع نہ ہو تو بے شک، ضعف ایمان کی علامت ہے، لیکن اِس دائرے سے باہر اِس طرح کا اقدام کوئی جہاد نہیں، بلکہ بدترین فساد ہے جس کے لیے دین میں ہرگز کوئی گنجائش ثابت نہیں کی جا سکتی۔

Marfat.com

وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا. وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ. اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ.

اور اگر خدا لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو (راہبوں کے) صومعے اور (عیسائیوں کے) گرجے اور (یہودیوں کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں جن میں خدا کا بہت سا ذکر کیا جاتا ہے ویران ہو چکی ہوتیں اور جو شخص خدا کی مدد کرتا ہے خدا اس کی ضرور مدد کرتا ہے۔

(سورۃ الحج آیت ۴۰)

Marfat.com

باب دوم:

انتہا پسندی: دینی اور فقہی مغالطے

ڈاکٹر محسن مظفر نقوی
رکن اسلامی نظریاتی کونسل

(ہمارے عزیز ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اس وقت ''انتہا پسندی'' عروج پر ہے) انتہا پسندی کے بنیادی معنی کسی ایک امر کے بارے میں انتہائی افراط یا انتہائی تفریط کا مظاہرہ کرنا ہے) اگر یہ کسی نظریے کے متعلق ہو تو نظریاتی، مذہبی، سیاسی، لسانی اور قومیتی انتہا پسندی وغیرہ کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ اس صورت میں انسان صرف اپنے نظریے کو صحیح اور دوسرے کو غلط سمجھتا ہے، صرف اپنے مذہب اور سیاسی نظریے کو بالکل صحیح اور دوسرے مذہب اور سیاسی نظریے کو بالکل غلط سمجھتا ہے۔ اپنی زبان کو سب سے اعلیٰ اور دوسری زبانوں کو کم تر اور اسی طرح اپنی قوم کو اعلیٰ وارفع جبکہ دوسری قوموں کو حقیر وذلیل سمجھتا ہے۔ اس قسم کی انتہا پسندی انسان سے صحیح فکر اور درست تجزیے کی صلاحیتیں سلب کر لیتی ہے اور وہ اپنی گفتگو میں غیر متوازن نظر آنے لگتا ہے۔

(جب انسان کی نظریاتی انتہا پسندی ''عملی انتہا پسندی'' میں تبدیل ہوتی ہے تو پھر اس کا اولین اظہار دوسرا نظریہ، مذہب، سیاسی فلسفہ، زبان اور قومیت رکھنے والے سے اظہار نفرت سے ہوتا ہے۔ بعدازاں یہ نفرت جسمانی گزند، تشدد اور پھر قتل پر منتج ہوسکتی ہے۔ ایسا انتہا پسند انسان یہ چاہتا ہے کہ لوگ اسی کے نظریے کو قبول کرلیں اور اسی پر عمل کریں، اسی کا مذہب اختیار کر کے اس پر عمل پیرا ہوں وغیرہ وغیرہ اور جب لوگ اس کی رائے اور راہ سے اختلاف کرتے ہیں تو پھر اس کی انتہا پسندی اسے غیظ وغضب، تشدد اور قتل پر ابھارتی ہے۔

Marfat.com

گویا یوں کہنا درست ہوگا کہ زیادہ تر ''نظریاتی انتہا پسندی'' ہی ''عملی انتہا پسندی'' کا سبب بنتی ہے۔اس کا واحد علاج یہ ہے کہ انسان یہ سمجھے کہ میرا نظریہ، میری تعبیر، میرا فہم بھی غلط اور دوسرے کا نظریہ، دوسرے کی تعبیر اور دوسرے کا فہم بھی درست ہوسکتا ہے۔ گوکہ ایسا فکری رویہ نظریاتی طور پر مشکل سے تشکیل پاتا ہے جبکہ یہ رویہ ''مذہب'' کے بارے میں ''انتہائی مشکل'' سے تشکیل پاتا ہے بلکہ تقریباً ناممکن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں یہود و نصاریٰ کے ایسے ہی انتہا پسند رویوں کے بارے میں فرمایا ہے۔

''یہودی کہتے ہیں کہ نصاریٰ کے مذہب کی کوئی بنیاد نہیں، نصاریٰ کہتے ہیں کہ یہودیوں کی کوئی بنیاد نہیں، حالانکہ دونوں ہی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں۔'' (البقرۃ ۲:۱۱۳)

غلو کی ممانعت

یہی حال اسلامی ممالک میں مسلمان فرقوں کا ایک دوسرے کے بارے میں ہے۔ سب قرآن مجید کی تلاوت کرنے اور حدیث رسولؐ پر عمل کرنے کو عین دین و ایمان سمجھتے ہیں لیکن ایک دوسرے کے بارے میں ان کا رویہ وہی ہے جو یہود و نصاریٰ کا ایک دوسرے کے بارے میں تھا یعنی'' ان کے مذہب کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔'' ایسا رویہ کیوں پیدا ہوتا ہے؟ اس کا جواب بھی قرآن مجید نے دے دیا ہے، ارشاد الٰہی ہے:

یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ وَ لَا تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الْحَقَّ. (النساء۴:۱۷۱)

'' اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو سے کام نہ لو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق کے سوا کچھ نہ کہو۔''

قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ غَیْرَ الْحَقِّ وَ لَا تَتَّبِعُوْٓا اَھْوَآءَ قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَ اَضَلُّوْا کَثِیْرًا وَّ ضَلُّوْا عَنْ سَوَآءِ السَّبِیْلِ. (المائدہ ۵:۷۷)

'' اے اہل کتاب! اپنے دین میں غلو سے کام نہ لو حق کے سوا اور جو لوگ تم سے قبل گمراہ ہو چکے ان کی خواہشاتِ نفسانی کی پیروی نہ کرو، انھوں نے بہتوں کو گمراہ کیا اور خود بھی سیدھے راستے سے بھٹک گئے۔''

''دین کے بارے میں غلو'' کرنے کے کیا معنی ہیں؟ یہ دراصل دین کے بارے میں شخصی یا گروہی فہم کے اٹل اور حتمی ہونے کا بیان ہے۔ دوسرے کے فہم دین کے مقابلے میں ''اپنی بات'' پر اڑ جانے کا نام ''غلو فی الدین'' ہے پھر اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے انتہا پسند نظریات و اعمال کو ہی حق ماننے کا نام ''غلو فی الدین'' ہے۔

Marfat.com

راغب اصفہانی نے ''غلو'' کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ صرف غیر حق ہی ہوتا ہے(۱)اور ''غلو'' کے ساتھ اس آیۂ مبارکہ میں ''غیر الحق'' کی قید لگائی گئی ہے تو وہ تاکید کے لئے ہے۔

علامہ زمخشری نے الکشاف میں کہا ہے کہ غلودو قسم کے ہوتے ہیں،ایک حق اوردوسرے باطل۔حق کے بارے میں غلو یہ ہے کہ اس کے حقائق کی تلاش کی جائے اوراس کے بعید ترین معنی کی تفتیش کی جائے نیز اس کے دلائل حاصل کرنے کے لئے انتہائی کوشش کی جائے جیسا کہ اہل توحید وعدل کرتے ہیں، دوسرا ''غلو باطل'' ہے۔ یہ حق سے تجاوز کرنا نیز دلائل سے صرف نظر کرکے اسے ملیا میٹ کرنا ہے نیز شبہات کا اتباع کرنا ہے جیسا کہ بدعتی اورہوا وہوس کے پیروکرتے ہیں۔(۲) غلوکی پہلی قسم رحمت وحلم ہے جبکہ دوسری قسم زحمت،شدت اورتشدد ہے۔

''غلو باطل'' کی بنیاد اکثر دینی شخصیت کے بارے میں غلوکرنے پر ہوتی ہے۔اللہ کے کلام کے بارے میں اور دین کی حقیقتوں کوسمجھنے کے لئے بعض مخصوص شخصیات کے فہم کو ''سب کچھ'' سمجھ لیاجاتا ہے اوریوں لوگ اس شخصیت کے فہم پر اپنے فہمِ دین کی اساس رکھتے ہیں۔انھیں ''اربابامن دون اللّٰہ'' بنا لیتے ہیں۔قرآن مجید میں ارشادرب العزت ہے:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَھُمْ وَ رُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ. (التوبہ ۹:۳۱)

''انھوں نے اپنے علما اورعزلت نشینوں کو،اللہ کوچھوڑ کر اپنا رب بنا لیا ہے۔''

(قرآنِ مجید میں اس مقام پر ''احبار'' یہودی علماء کے لیے اور ''رہبان'' عیسائی علماء کے لیے استعمال ہوا ہے۔)

قرآن مجید کی یہ تعلیمات بتاتی ہیں کہ نہ علما کے بارے میں غلو سے کام لینا چاہیے نہ دین کے بارے میں اپنے فہم پرغلوکرنا چاہیے کہ یہ راہ شدت اورانتہا پسندی تک لے جاتی ہے۔

اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو اس افراط وتفریط سے بچا کر دین اورعلماء کے بارے میں غلو سے محفوظ رکھ کر اس امت کو ''درمیانی'' امت قرار دیا ہے۔اللہ تعالیٰ ارشادفرماتا ہے:

وَ کَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا لِّتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ.(البقرۃ ۲:۱۴۳)

''اسی طرح ہم نے تم کو درمیانی امت قرار دیا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو۔''

مسند احمد بن حنبل کی روایت کے مطابق نبی کریمؐ نے ''وسط'' کی تشریح عدل سے فرمائی ہے۔(۳) گویا اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس امت کو وسط،عدل اورانصاف پرعمل کرنے والی امت قرار دیا ہے جس کے معنی بدیہی طور پر یہ ہیں کہ یہ امت انتہا پسند اورتشدد پسند نہیں ہوسکتی۔

پاکستان میں سیاسی ومذہبی انتہا پسندی کے نتیجے میں ہزاروں جانیں تلف ہوچکی ہیں۔ بیشتر واقعات

Marfat.com

میں ''نامعلوم'' افراد نے قیمتی جانیں اپنے مخصوص نظریات کے تحت لے لی ہیں۔ ان نامعلوم افراد کو عموماً صحیح یا غلط طور پر کسی انتہا پسند اور غیر قانونی تنظیم سے وابستہ بتایا جاتا ہے۔ اس کے باوجود اس امر سے انکار ممکن نہیں کہ گزشتہ چند برسوں میں جانی نقصانات سیاسی سے زیادہ مذہبی بنیادوں پر پہنچائے گئے ہیں۔ مذہبی انتہا پسندی، تشدد اور پھر دہشت گردی کے پس پشت تین اہم مذہبی اصطلاحوں کی غلط تعبیر وتشریح اوراطلاق ہے یعنی تکفیر، امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور جہاد فی سبیل اللہ۔ اس حقیقت کے ساتھ ایک اور اہم امر انسانی جان کی قدر و قیمت سے عدم واقفیت اورقتل جیسے جرم کی شریعت کے نزدیک انتہائی ناپسندیدگی وحرمت سے نا آشنائی ہے۔ چنانچہ ان امور پر ہم یکے بعد دیگر گفتگو کرتے ہیں۔

انسانی جان کی اہمیت

اسلام میں انسانی جان کو بہت اہمیت حاصل ہے اوراس کی تعلیمات کا حاصل یہ ہے کہ ایک انسانی جان کو بچانا گویا پورے عالم انسانیت کو بچانا ہے اورایک انسانی جان کو لے لینا پوری انسانیت کے قتل کے مترادف ہے مگر حق کے ساتھ۔ چند آیات ملاحظہ ہوں:

۱۔ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَ مَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا. (المائدہ ۵:۳۲)

''جس نے کسی جان کو قتل کیا بغیر قصاص کے یا زمین میں فساد پھیلانے کے لیے، تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کیا اور جس نے کسی جان کو زندہ کیا اس نے گویا پورے عالمِ انسانیت کو زندہ کیا۔''

۲۔ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّلَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا. (النساء۴:۹۳)

''جو کسی صاحب ایمان کو ارادتاً قتل کردے اس کی سزا جہنم ہے جہاں وہ ہمیشہ رہے گا اوراللہ اس پر غضب اورلعنت کرتا ہے اوراس نے ایسے قتل کے لئے عذاب عظیم تیار کر رکھا ہے۔''

۳۔ وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِىْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِكُمْ وَصّٰكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْن. (الانعام ۶:۱۵۱)

''اور دیکھو جس جان کو قتل کرنا اللہ نے حرام قرار دیا ہے اسے قتل نہ کرو مگر حق کے ساتھ۔ اس کی تمھیں وصیت کی گئی ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔''

Marfat.com

۴۔ وَ لَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّہٖ سُلْطٰنًا فَلَا یُسْرِفْ فِّی الْقَتْلِ اِنَّہٗ کَانَ مَنْصُوْرًا. (بنی اسرائیل ۱۷:۳۳)

''جس جان کو قتل کرنا اللہ نے حرام قرار دیا ہو اسے سوائے حق کے قتل نہ کرو اور جو مظلوم قتل کیا گیا اس کے ولی کے لئے ہم نے بدلے کا اختیار قرار دیا ہے پس اسے چاہیے کہ قتل کے معاملے میں اسراف سے کام نہ لے یقیناً اس کی مدد کی جائے گی۔''

۵۔ رحمٰن کے بندوں کی صفات گنواتے ہوئے سورۂ فرقان کے آخری رکوع میں فرمایا:

وَلاَ یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِ. (الفرقان ۲۵:۶۸)

''اور یہ لوگ حق کے سوا ایسی کسی جان کو قتل نہیں کرتے جسے قتل کرنا اللہ نے حرام قرار دیا ہو۔''

۶۔ وَاِذَا الْمَوْءٗدَۃُ سُئِلَتْ o بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ. (التکویر ۸۱:۸۔۹)

''جب زندہ درگور بچی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس جرم میں قتل کی گئی ؟''

ان چھ آیات کریمہ اوران جیسی دیگر آیات سے انسانی جان کی قدر و قیمت اوراہمیت پتہ چلتی ہے۔ اس دنیا میں پیدا ہونے والا ہر شخص معزز ومحترم ہے اوراس کی جان لے لینا حرام ہے سوائے اس کے کہ اس نے ایسا کوئی جرم کیا ہو کہ قانون اسے سزائے موت دے دے۔ (الا بالحق)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے لقد کرمنا بنی آدم. (بنی اسرائیل ۱۷:۷۰) کہہ کر تمام بنی نوع انسان کو محترم ومکرم ٹھہرایا ہے اور بہ حیثیت انسان ان میں کسی قسم کی تفریق نہیں کی ہے، ہر شخص معزز ومحترم ہے۔

البتہ اس سے آگے کے درجے میں صاحبانِ ایمان یعنی مومنین کو دوسروں پر فوقیت وفضیلت حاصل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ''مومنین'' اپنی زندگیاں ''مقصد تخلیق'' کے مطابق گزارتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی کامل اطاعت وبندگی ہے۔ (الذاریات ۵۱:۵۶)

مومن کی جان کی حرمت

مملکتِ خداداد پاکستان میں آئے دن بم دھماکوں اورفائرنگ کے نتیجے میں مومنین شہید کیے جارہے ہیں اور یہ گھناؤنا جرم بزعم خویش اسلام کے نام پر بنائی گئی تنظیمیں ''اسلام کی سربلندی'' کے لئے کررہی ہیں۔ جبکہ احادیث مبارکہ میں بھی مومن کے قتل کی شدید مذمت وارد ہوئی ہے۔ چند احادیث ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ لایحل لمسلم أن یروع مسلماً. (۴)

''کسی مسلمان کے لئے حلال نہیں کہ وہ کسی دوسرے مسلمان کو ہنسی مذاق میں بھی پریشان

Marfat.com

کرے۔''

۲۔ المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده والمهاجرمن هجر مانهی اللّٰه عنه. (۵)

'' مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ کی ایذا سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور اصلاً مہاجر وہ ہے جو اللہ کی منع کردہ چیزوں کو چھوڑ دے۔''

۳۔ تری المؤمنین فی تراحمهم وتعاطفهم کمثل الجسد اذااشتکی عضو تداعی له سائر الجسد بالسهر والحمی. (۶)

'' ایمانداروں کو باہم رحم دل، باہمی محبت اور ایک دوسرے کی تکلیف کے احساس کے بارے میں تم ایسا دیکھو گے جیسے ایک جان، ایک عضو بیمار پڑ جائے تو سارا جسم بخار میں مبتلا اور بیداری کے لئے تیار ہوجاتا ہے۔''

۴۔ المؤمن فی اهل الایمان بمنزلة الرأس من الجسد یألم المومن لأهل الایمان کما یألم الجسد لما فی الرأس. (۷)

''مومن اہل ایمان کے درمیان ایسا ہوتا ہے جیسے جسم سے سر کا تعلق ہو۔ مومن تو دیگر اہل ایمان کے لئے اسی طرح تکلیف محسوس کرتا ہے جیسی تکلیف سر کی وجہ سے جسم کو ہوتی ہے۔''

۵۔ ان المؤمن مألف ولا خیرفیمن لا یألف ولا یؤلف. (۸)

''ایمان دار آدمی تو وہ ہے جو پیکر محبت ہو، جو شخص کسی سے الفت نہ رکھے اور نہ کوئی اس سے الفت رکھے اس میں تو بھلائی کی بو بھی نہیں۔''

۶۔ المسلم اخو المسلم لا یظلمه ولا یسلمه ومن کان فی حاجة أخیه کان الله فی حاجته ومن فرج عن مسلم کربة فرّج الله عنه کربة من کربات یوم القیامة ومن ستر مسلماً ستره الله یوم القیامة. (۹)

''ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے نہ ایک دوسرے پر ظلم کرتا ہے، نہ اسے کسی مصیبت میں ڈالتا ہے۔ جو اپنے کسی بھائی کی حاجت روائی کی فکر میں رہتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی کرتا رہتا ہے اور جو کوئی کسی مسلمان کی مشکل آسان کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کی مشکلات میں سے اس کی ایک مشکل آسان کر دیتا ہے اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی قیامت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا۔''

Marfat.com

۷۔ حضرت اسامہ بن شریکؓ سے مروی ایک حدیث میں نبی کریمؐ سے یہ الفاظ روایت ہوئے ہیں:

لا حرج الا علی رجل اقترض عرض رجلٍ مسلمٍ وھو ظالم، فذلک الذی حرج وھلک. (۱۰)

''حرج تو بس اس میں ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی ظلم کی راہ سے آبروریزی کرے۔ یہ وہ شخص ہے جو حرج میں پڑا اور ہلاک ہوگیا۔''

۸۔ رسول کریمؐ کی معروف حدیث ہے:

سباب المسلم فسق وقِتَاله کفر. (۱۱)

''مسلمان کو برا بھلا کہنا فسق کی بات ہے اور اس سے لڑنا تو کفر ہے۔''

۹۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہتے سنا:

لا ترجعوا بعدی کفّاراً یضرب بعضکم رقاب بعضٍ. (۱۲)

''میرے بعد کافروں کی سی حرکتیں نہ کرنے لگنا کہ آپس میں ایک دوسرے ہی کی گردنیں مارنے لگو۔''

۱۰۔ اذا قال الرجل لأخیه ''یا کافر'' فقد باء به اَحَدَ هما. (۱۳)

''اگر کوئی شخص اپنے (مسلمان) بھائی کو ''اے کافر'' کہے تو دونوں میں سے کسی ایک پر وہ ضرور پلٹتا ہے۔''

مشہور محدث بدر عالم میرٹھی نے اس حدیث پر حاشیے میں تحریر فرمایا ہے: کسی کو کافر کہنا کچھ ہنسی مذاق نہیں بڑی ذمہ داری کی بات ہے یہ کلمہ معمولی بول چال میں بھی زبان پر لانے کے قابل نہیں۔ ''یا کافر'' صرف ایک مزاحیہ کلمہ ہے کوئی فتویٰ نہیں ہے لیکن بے محل اس کلمہ کا استعمال بھی اپنا اثر دکھائے بغیر نہیں رہتا۔ (۱۴)

۱۱۔ قتل المؤمن أعظم عند اللّٰه من زوال الدنیا. (۱۵)

''کسی مومن کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کے زوال سے بڑھ کر ہے۔''

۱۲۔ المؤمن أکرم علیَ اللّٰه من بعض ملائکه. (۱۶)

''حقیقی مومن اللہ کے نزدیک بعض ملائکہ سے افضل ہے۔''

احادیث مبارکہ میں وارد ہے کہ جو کسی مومن کو عمداً قتل کرے گا روزِ قیامت اللہ تبارک وتعالیٰ اس کی بخشش نہیں فرمائیں گے۔ حضرت ابوورداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

کلّ ذنب عسَی اللّٰهُ أن یغفره الَّامن مات مشرکاً أو مومن یقتلُ مؤمناً متعمداً. (۱۷)

Marfat.com

''اللہ عزوجل شاید ہرگناہ کو بخش دے سوائے اس کے جو حالت شرک میں مرا یا جس مومن نے کسی مومن کو عمداً قتل کیا۔''

نبی کریمؐ کے ایسے سینکڑوں ارشادات نقل کرنے کی سعادت حاصل ہوسکتی ہے لیکن جو اس امر پر عقیدہ رکھتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری اورمفترض الطاعۃ نبی ہیں اس کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ارشاد ہی کافی ہے۔

جانوروں سے حسن سلوک

''انسان'' کی عظمت اوراس کے قتل کی حرمت واضح ہے، بعدازاں مقتول اگر مسلمان ہوتو اس کے قتل کا گناہ اورزیادہ ہے۔ اسے تو ناحق قتل کرنے کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اسلام سلامتی کا مذہب ہے اوراس کے پیغمبر'' رسول رحمت'' (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہیں جنھوں نے اپنی حیات طیبہ میں انسان تو انسان جانوروں پر بھی ظلم کو روانہیں رکھا۔ چند روایات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ ان النبی مرّعلیه حمار قد وُسِم فی وجهه فقال: لعن اللّٰه الذی وَسَمَه. (۱۸)

نبی کریمؐ کے سامنے سے ایک گدھا گزرا جس کے چہرے کوداغا گیا تھا۔ آپؐ نے فرمایا:

''اللہ اس پرلعنت کرے جس نے اس کے چہرے کو داغا۔''

۲۔ نهی رسول اللّٰه عن التحریش بین البهائم. (۱۹)

''رسول اللہؐ نے جانوروں کو باہم لڑوانے سے منع فرمایا ہے۔''

۳۔ زندہ جانور کا گوشت کاٹنے سے منع فرمایا اوراس گوشت کو مردار قرار دیا:

ماقُطع من البهیمة وهی حیة فهی میتة. (۲۰)

''جو کچھ زندہ جانور سے کاٹا جاتا ہے وہ مردار ہے۔''

۴۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص اپنی بکری کو کان سے پکڑ کر کھینچ رہا تھا، نبی پاکؐ کا گزراس کے پاس سے ہوا تو آپؐ نے فرمایا:

دَعْ اذنَهَا وخذبسالفتها (۲۱)

''اس کا کان چھوڑ دو اورگردن کی طرف سے پکڑو۔''

۵۔ بعض واقعات ہمارے ملک میں ایسے بھی بیان کیے گئے ہیں جن میں قاتل نے مقتول کو ہاتھ پیر باندھ کر گولی یا تیز دھار آلے سے قتل کردیا۔ آنحضرتؐ نے اس طرح کا سلوک جانوروں کے لئے بھی روا

Marfat.com

نہیں رکھا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:

نهى رسول الله أن يتخذ شئ فيه الروح غَرَضاً. (۲۲)

''نبی رحمتؐ نے کسی ذی روح کو ''نشانہ'' بنانے سے منع فرمایا ہے۔''

۶۔ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں:

نهى رسول الله أن تصبر البهائم. (۲۳)

''رسول اللہؐ نے جانوروں کو باندھ کر نشانہ بنانے سے منع فرمایا ہے۔''

۷۔ کسی بھی جاندار کو اغوا کرنا، پھر انھیں بھوکا اور پیاسا رکھ کر مار ڈالنا بار بار سننے میں آتا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا:

عذّبت امرأة فى هرّة أوثقتها فلم تطعمها ولم تسقها ولم تدعها تاكل مِن خِشاش الاَرض. (۲۴)

''ایک عورت کو بلی کی وجہ سے عذاب ہوا کیونکہ اس نے بلی کو باندھا تھا، نہ اسے کھلاتی پلاتی تھی اور نہ ہی چھوڑتی تھی کہ وہ زمین پر پڑی چیزیں کھا سکے۔''

اسلام کا رب کسی قوم یا گروہ کا رب نہیں وہ رب العالمین ہے۔ اسلام کا پیغمبر ''رحمة للعالمين'' ہے یعنی ہر قسم کی گروہ بندی اور طبقاتی اونچ نیچ سے بالاتر ہو کر تمام عالمین کے لئے رحمت ہے۔ اس لئے اس کی تعلیمات انسانوں ہی نہیں جانوروں کے لئے بھی رحمت کا پیغام دیتی ہیں۔ لہٰذا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسلام میں کسی مسلمان یا غیر مسلم پر تشدد، اس کا قتل اور دہشت گردی کسی طرح جائز قرار نہیں دیے گئے۔

ان اہم تصریحات کے بعد ہم روئے سخن تین اہم نکات کی وضاحت کی طرف کرتے ہیں جن کی غلط یا ناقص تعبیر لوگوں کو ہتھیار اٹھانے پر آمادہ کرتی ہے یا سادہ لوح مسلمان تشدد پسند اور دہشت گرد تنظیموں کے ہاتھوں استعمال ہوتے ہیں۔

۱) امر بالمعروف ونہی عن المنکر

۲) جہاد

۳) تکفیر

۱) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

یعنی اچھائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا امت مسلمہ کا اہم فریضہ ہے لیکن یہ فرض کفایہ ہے۔ اس کا

Marfat.com

مطلب یہ ہے کہ اگر کچھ لوگ یہ کام کررہے ہوں تو باقی افراد پر سے یہ فریضہ ساقط ہوجاتا ہے۔

اس ضمن میں غلط فہمی یہ ہے کہ بعض افراد اور گروہ یہ سمجھتے ہیں کہ ''امر بالمعروف اورنہی عن المنکر '' کا مطلب زبردستی احکام اسلامی پرعمل کروانا اورزبردستی لوگوں کو برائیوں سے روکنا ہے اوراس ضمن میں ہرقسم کا تشدد روا ہے۔ یہاں تک کہ لوگوں کوقتل کرنے اوراس کے لئے جہاد کا اعلان کرنے اورعملاً جنگ کرنے کا بھی اختیار ہے۔ علما کی تصریحات کے مطابق امر بالمعروف اورنہی عن المنکر کے نہ یہ معنیٰ ہیں اورنہ ہی مسلمان حکومت میں ریاست کی اجازت کے بغیر ایسا کوئی اقدام جائز ہے۔ اس امر کے بنیادی طور پر دواہم پہلو ہیں:

۱) مسلمان ریاست میں رہتے ہوئے امر بالمعروف اورنہی عن المنکر کے قواعد۔

۲) جہاں مسلمان حکومت نہ ہو وہاں امر بالمعروف اورنہی عن المنکر کا طریقہ اورحدود۔

اس تفصیل میں جانے سے قبل امر بالمعروف اورنہی عن المنکر کی تعریف نہایت ضروری ہے۔ چند اہم تعریفات ملاحظہ ہوں:

۱۔ امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

الامربالمعروف والنهی عن المنکر الذی انزل اللّٰه به کتبه وأرسل به رسله من الدین. (۲۵)

''امر بالمعروف اورنہی عن المنکر دین کا جز ہے جس کے ساتھ اللہ نے اپنی کتابیں نازل فرمائیں اوراپنے رسول بھیجے۔''

۲۔ امام فخرالدین الرازیؒ کہتے ہیں:

الدعوة الیَ الخیر جنس تحته نوعان أحد هما الترغیب فی فعل ماینبغی وهوالامربالمعروف والثانی الترغیب فی ترک مالا ینبغی وهوالنهی عن المنکر. (۲۶)

''یعنی دعوت الی الخیر ایک وسیع حکم ہے اس کی دوقسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ ان کاموں کوکرنے کی ترغیب دی جائے جو مطلوب ہیں اسی کا نام امربالمعروف ہے اوردوسرے یہ کہ ان چیزوں کو چھوڑنے کی ترغیب دی جائے جونامطلوب ہیں ان کو نہی عن المنکر کہاجاتا ہے۔''

۳۔ علامہ ابوحیان الاندلسیؒ کہتے ہیں:

الظاهرالعموم فی کل معروفٍ ماموربه فی الشرع وفی کل منهی نهی عنه فی الشرع. (۲۷)

Marfat.com

''ظاہراً معروف ہر اس امر پر مشتمل ہے جس کا شرع نے حکم دیا اور ہر وہ امر جس سے شریعت نے منع کیا وہ المنکر میں شامل ہے۔''

۴۔ ابو بکر الجصاصؒ فرماتے ہیں:

المعروف هوأمر اللّٰه... والمنكر هومانهى اللّٰه عنه. (۲۸)

''معروف'' اللہ تعالیٰ کا امر ہے اور ''منکر'' وہ ہے جس سے اللہ نے منع کیا ہو۔

۵۔ علامہ محمود آلوسیؒ کہتے ہیں:

والمتبادر من المعروف الطاعات ومن المنكر المعاصى التى انكرها الشرع.

''بظاہر ''معروف'' سے مراد اطاعتیں ہیں جبکہ منکر سے مراد وہ سب نافرمانیاں ہیں جن سے شریعت نے منع کیا ہے۔''(۲۹)

۶۔ علامہ ابن حجر الهيتمى المكىؒ لکھتے ہیں:

المراد بالأمربالمعروف والنهى عن المنكر الأمر بواجبات الشرع والنهى عن محرماته. (۳۰)

''امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے مراد ہے ان چیزوں کا حکم دینا جنھیں شریعت نے واجب کیا ہے اوران چیزوں سے منع کرنا جنھیں شریعت نے حرام قرار دیا ہے۔''

امر بالمعروف ونہی عن المنکر یعنی اچھائیوں کا حکم دینا اور برائیوں سے روکنا یقیناً فرض کفایہ ہے لیکن اس میں افراد کی طرف سے جبر وتشدد شرعاً درست نہیں البتہ جنھیں قدرت حاصل ہے یعنی حاکم وسلطان جبراً معاشرے کو برائیوں سے روک سکتے ہیں۔ امام ابن تیمیہؒ اس موقع پر فرماتے ہیں: امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ ہر صاحب قدرت مسلمان پر واجب ہے اگرچہ یہ فرض کفایہ ہے لیکن صاحب قدرت پر یہ فرض عین ہے اگر اس کے سوا کوئی دوسرا یہ فریضہ ادا نہ کررہا ہو۔ یہاں قدرت سے مراد سیاسی اقتدار (سلطان) اوراختیار (ولایۃ) ہے۔ لہٰذا ارباب اقتدار کو دوسرے لوگوں کی نسبت امر بالمعروف ونہی عن المنکر پرزیادہ قدرت حاصل ہے چنانچہ ان پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں دوسروں پر عائد نہیں ہوتیں۔(۳۱-۳۲)

علماء عظام کی تصریحات کے مطابق امر بالمعروف اورنہی عن المنکر کا تعلق تشدد اورزبردستی کے بجائے ''الفت ومحبت'' سے ہے۔ امام فخر الدین الرازیؒ اس ضمن میں تحریر فرماتے ہیں:

انَّه تعالىٰ لما امر بالمعروف والنهى عن المنكر وذالک ممّا لا يتم الّا اذاكان الآمربالمعروف قادراً علىَ تنفيذ هذه التكليف على الظلمة والمتعالين ولا

Marfat.com

تحصل هذهِ القدرة الَّا حصلت الألفة والمحبة بين أهل الحق والدين لا جرم حذرهم تعالىٰ من الفرقة والاختلاف لكى لا يصيرذالک سبباً لعجزهم عن القيام بهذا التكليف. (۳۳)

''اللہ تعالیٰ نے جواچھائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کا حکم دیا ہے وہ اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک حکم دینے والا اس کواہل ظلم اور حد سے متجاوزلوگوں پر نافذ کرنے پر قادر نہ ہو اور یہ قدرت اسی وقت حاصل ہوسکتی ہے جب کہ اہل حق اوراہل دین کے درمیان الفت ومحبت ہواس لئے کہ بلاشبہ اللہ نے انھیں فرقہ فرقہ ہونے اوراختلاف کرنے سے ڈرایاہے تاکہ وہ اس کی وجہ سے اس اہم فریضہ کی انجام دہی سے عاجز نہ رہ جائیں۔''

یہ نکتہ علامہ نظام نیشاپوری نے بھی بیان کیا ہے۔(۳۴)امام ابن تیمیہؒ نے اس نکتے کو یوں بیان کیا ہے:

من الامربالمعروف الأمر بالائتلاف والاجتماع والنهى عن الفرقة. (۳۵)

''امر بالمعروف میں سے یہ بھی ہے کہ الفت واجتماع کا حکم دیا جائے اور افتراق پیدا نہ کرنے کا حکم دیا جائے۔''

ہمارے معاشرے میں امر بالمعروف اورنہی عن المنکر کا کام کرنے کے دعویدارحضرات باہمی الفت ومحبت کے فروغ کے بجائے فرقہ وارانہ نفرتیں پیدا کرنے اوراپنے نقطۂ نظر کے غلبے اوراستیلاء کے لئے تشدد، دہشت پسندی اوردہشت گردی پر اتر آئے ہیں اوراسی کام کانام انھوں نے امر بالمعروف ونہی عن المنکر رکھاہوا ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام سے امر بالمعروف اورنہی عن المنکر کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا یہ تمام امت پر واجب ہے؟

فقال: لا، فقيل: ولِمَ؟ قال: انما هوعلىٰ القوى المطاع، العالم بالمعروف عن المنكر، لا علىَ الضعيفة الذين لا يهتدون سبيلاً إلىٰ أىّ مِن أىّ.يقول من الحق الىَ الباطل. (۳۶)

''آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تمام امت پر واجب نہیں۔ پوچھا گیا: کیوں؟ فرمایا: یہ ایسے قوی لوگوں پر فرض ہے جن کی اطاعت کی جاتی ہے جومعروف کومنکر سے پہچان سکے۔ یہ امر کمزوروں پر واجب نہیں ہے جو گمراہی کے راستوں سے ہی واقف نہیں یعنی جوحق کو باطل سے تمیز نہیں کرسکتے۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ جہاں مسلمان حکومت قائم ہو وہاں امر بالمعروف ونہی عن المنکر حکومت کا کام ہے جو نظام حسبہ قائم کرکے ان امور پر توجہ دے گی جن میں اصلاح کی ضرورت ہے۔ جہاں تک انفرادی سطح کا

Marfat.com

تعلق ہے تو افراد میل ومحبت اورالفت کے ساتھ اس امر کوانجام دیں گے۔ حضرت علی علیہ السلام کاارشاد ہے کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر تو مومن کو کیا جاتا ہے وہ یا تو نصیحت پکڑتا ہے یا پھراچھائی اور برائی سے جاہل ہوتو اسے علم ہوجاتا ہے لیکن تلوار اورکوڑے سے یہ کام نہیں ہوتا۔(۳۷)

امام غزالیؒ نے وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

و أماً المنع بالقهرفليس ذالک لآحادالرعية مع السلطان فان ذالک يحرّک الفتنة ويهيج الشرويكون مايتولدمنه من المحذور اَكثر.(۳۸)

''زبردستی برائی سے روکنا حکومت کے ہوتے ہوئے کسی کے لئے روانہیں ہے کیونکہ اس سے فتنے کوتحریک ہوتی ہے اورشربرانگیختہ ہوتا ہے اوراچھائی کے بجائے وہ باتیں زیادہ پیدا ہوتی ہیں جن سے بچنا چاہیے۔''

فقہ امامیہ میں بھی امربالمعروف ونہی عن المنکر کے لئے یہ شرط رکھی گئی ہے کہ اپنی جان ومال،عزت وآبروکوکوئی نقصان نہ پہنچے ورنہ نقصان کا احتمال ہونے پر بھی یہ واجب نہیں رہتا۔اسی طرح فقہائے کرام کی تصریح کے مطابق:-

با احتمال وقوع ضرر جسمانی یا عرضی و آبروی یا مالی موجب حرج بربعضی مومنین است واجب نمی شود بلکه در بسیاری موارد حرام است.(۳۹)

''بلکہ اگر یہ احتمال ہوکہ بعض مومنین کی عزت وآبرو یا مال کوضرر پہنچے گا جوموجب حرج ہے تو بھی امر بالمعروف ونہی عن المنکر واجب نہیں بلکہ بعض مواقع پرحرام ہے۔''

اسی طرح اس ضمن میں ایک اورفتویٰ یہ ہے:

اگر جلو گیری از منکرات واقامه واجبات موقوف باشد برجرح وقتل،جائز نیست مگر به اذن مجتهد جامع الشرائط باحصول شرائط آن۔(۴۰)

''یعنی اگرمنکرات سے روکنا اورواجبات کا قائم کرنا زخمی کرنے یاقتل کرنے پرموقوف ہوتو یہ جائز نہیں ہے ہاں اگرکوئی مجتہد جامع الشرائط اس کی اجازت دے توجن شرائط کے ساتھ اس نے اجازت دی ہے ان کے حصول کے بعد یہ جائز ہے۔''

مجتہد جامع الشرائط وہ ہے جومرد،بالغ،عاقل،حلال زادہ،زندہ وعادل ہو۔

Marfat.com

امر بالمعروف اورنہی عن المنکر کے فریضے کی ادائیگی میں علمائے کرام سے جو تصریحات منقول ہیں ان کا مطالعہ کرتے اورحوالہ دیتے وقت ایک امر کو نظرانداز کردیا جاتا ہے کہ علماء نے اپنے وقت کے حالات اورمعاشروں کو نیز سیاسی صورتحال کو سامنے رکھتے ہوئے اس کے احکام بیان کیے ہیں۔ مثلاً معاشرے میں بدی پھیلی ہوئی ہے اوراسلامی حکومت موجودنہیں تو انھوں نے اس فریضے کی ادائیگی کوعمومیت دے دی ہے، اگر معاشرہ معتدل ہے تو اس پر زیادہ زورنہیں دیا گیا۔ اگراسلامی حکومت موجود ہے تو پھرامر بالمعروف اورنہی عن المنکر ریاست کے ہاتھ میں دیا گیا ہے تاکہ نظم اجتماعی برباد نہ ہو۔

اسلامی جمہوریہ ایران کے مذہبی سربراہ آیۃ اللہ علی خامنہ ای نے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے:

''اسلامی حکومت کے سایہ اورتسلط کے زمانے میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے مراتب میں سے زبانی امرونہی کے بعد والے طریقوں کو انتظامیہ اورعدلیہ کے سپرد کیا جانا چاہیے خصوصاً ان موارد پر جہاں منکرکووقوع سے روکنے کے لئے تسلط اورطاقت کی ضرورت ہے۔ مثلاً جہاں برا کام کرنے والے کے اموال پر تصرف کرنے، اس شخص پر تعزیر جاری کرنے یا اسے قید کرنے میں طاقت کا استعمال ضروری ہو۔ لہٰذا مکلفین پرواجب ہے کہ وہ امر بالمعروف اورنہی عن المنکر میں صرف زبانی امرونہی پر اکتفا کریں اورضرورت کے وقت اس امرکو انتظامیہ وعدلیہ کے عہدے داروں کے سپرد کردیں۔ جس زمان ومکان میں اسلامی حکومت کا تسلط نہ ہو اورنہ نفوذ ہوتو ایسی جگہوں پر مکلفین پر واجب ہے کہ جب شرائط فراہم ہوں وہ امر بالمعروف اورنہی عن المنکر کوتدریجی مراتب سے انجام دیں یہاں تک کہ امر بالمعروف اورنہی عن المنکر کا مقصد حاصل ہوجائے۔'' (۴۱)

جہاں تک حکومت کے سوا امر بالمعروف اورنہی عن المنکر کا تعلق ہے تو اس کی پہلی ذمہ داری علماء اور دانشوروں پر عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی تقریروں اورلیکچروں کے ذریعے اچھائی اوربرائی کی تمیز معاشرے میں پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ دیکھا یہ گیا ہے کہ اگر علماء کا طبقہ وعظ ونصیحت سے کام نہیں لیتا اوراپنے خطابات میں امر بالمعروف اورنہی عن المنکر نہیں کرتا تواس ضمن میں حکومتی اورادارتی کوششیں بے کار ثابت ہوتی ہیں۔

حکومت وریاست کی طرف سے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے محکمے کومحکمہ احتساب کہتے ہیں اورجو شخص خود سے یہ کام زبانی انجام دے وہ گویا ''متطوع'' کہلائے گا۔ امام ابوالحسن ماوردی نے اپنی کتاب ''الاحکام السلطانیۃ'' میں محتسب ومتطوع کے درمیان نو (۹) فرق بیان کیے ہیں جن کا مطالعہ ضروری ہے۔ کتاب کے آخری

Marfat.com

باب (۲۰) میں جو محکمۂ احتساب کے متعلق ہے وہ ان فروق کو اس طرح بیان کرتے ہیں: (۴۲)

۱۔ محتسب پر یہ کام ایک متعین فرض کی حیثیت سے لازم ہے جبکہ عام مسلمانوں کے لئے فرض کفایہ ہے۔

۲۔ محتسب اپنی اس ذمہ داری کو چھوڑ کر دوسرے کام میں مشغول نہیں ہوسکتا جبکہ عام آدمی کے لئے یہ شرط نہیں۔

۳۔ محتسب کو برے کاموں کے ارتکاب کی اطلاع دی جاتی ہے جبکہ عام آدمی سے شکایت نہیں کی جاسکتی۔

۴۔ محتسب پر فرض ہے کہ وہ شکایت پر کان دھرے، مگر متطوع پر یہ لازم نہیں۔

۵۔ محتسب برائیوں کی جستجو کرسکتا ہے تاکہ انھیں مٹا سکے، عام آدمی کے لئے تجسس جائز نہیں۔

۶۔ محتسب برائیوں کو مٹانے کے لئے حکومتی کارندوں کو طلب کرسکتا ہے تاکہ قوت کے ساتھ یہ کام کرسکے جبکہ متطوع ایسا نہیں کرسکتا۔

۷۔ محتسب کھلی برائی کے ارتکاب پر تعزیری سزا دے سکتا ہے جبکہ متطوع ایسا نہیں کرسکتا۔

۸۔ محتسب کو بیت المال سے تنخواہ ملتی ہے جبکہ متطوع کو نہیں ملتی۔

۹۔ جن امور کا تعلق شریعت سے نہیں بلکہ رواج سے ہے ان کے بارے میں وہ اپنے اجتہاد سے فیصلہ کرسکتا ہے کہ انھیں باقی رکھے یا بند کردے یعنی جیسا مناسب ہو وہ کرے۔ عام آدمی ایسا نہیں کرسکتا۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر قدرے تفصیلی کلام اس لئے کیا گیا ہے کہ بہت سی تنظیمیں اور مدارس اسی کے سہارے معاشرے میں فساد پھیلا رہے ہیں اور لوگوں پر تشدد کرنا اور قتل کردینا تقریباً معمول کی باتیں بن گئی ہیں جبکہ یہ سارے کام ''امر بالمعروف'' و ''نہی عن المنکر'' کے سہارے کیے جارہے ہیں حالانکہ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ امام ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب الامر بالمعروف والنھی عن المنکر میں اس فریضے کی ادائیگی میں دو فریقوں کو غلط قرار دیا ہے ایک وہ گروہ جو سورۂ مائدہ کی آیت (۱۰۵) کا سہارا لے کر کہتا ہے کہ میں ہدایت پا گیا تو پھر اب میں صرف اپنے کو دیکھوں گا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم اس آیت کو غلط موقع پر استعمال کرتے ہو کیونکہ میں نے نبی کریمؐ کو کہتے ہوئے سنا کہ: ان الناس اِذا رأوالمنکر فلم یغیروہ أوشک أن یعمھم اللہ بعقاب منہ (۴۳) لوگ جب منکر کو انجام ہوتا دیکھیں مگر اسے تبدیل نہ کریں تو مجھے خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ ان منکرات پر عمل کرنے والوں پر عذاب کرتے ہوئے انھیں بھی شامل نہ کرلے۔ دوسرا فریق وہ ہے جو چاہتا ہے کہ وہ اچھائی کا حکم دے اور برائی سے روکے خواہ اپنی زبان سے خواہ مطلقاً ہاتھ سے ''من غیر فقہ ولاحکم، ولاصبرولا نظر في ما یصلح من ذالک و مالا یصلح وما یقدر علیہ ومالا یقدر'' بغیر فہم کے اور بغیر حکمت کے، بے صبری کی حالت میں ایسے میں اس پر بھی نظر نہیں ہوتی کہ کیا درست ہورہا ہے

Marfat.com

اور کیا خراب، نیز یہ کہ کس کام پر ہم قادر ہیں اور کس پر نہیں (۴۴) اس مقام پر پہنچ کر وہ نبی کریمؐ کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جو ابو ثعلبہ الخشنیؓ سے مذکورہ آیت (مائدۃ:۱۰۵) کی تفسیر میں منقول ہے: میں نے اس آیت کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا تھا کہ کیا امر بالمعروف کی ضرورت اس آیت سے باقی نہیں رہی؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ایسا نہیں ہے، تم اچھی بات بتلاؤ اور برے کام سے منع کرو یہاں تک کہ جب تم دیکھو کہ بخیل کی تابعداری کی جارہی ہے، خواہشِ نفس کی متابعت ہو نیز دنیا اختیار کی جائے، ہر صاحبِ رائے اپنی رائے پر غرور کرے تو تم اپنی ذات کو لازم پکڑو اور اپنی طرف سے عوام کو چھوڑ دو اس لیے کہ پھر تمھارے آگے صبر کے دن ہیں اور ان دنوں میں صبر ایسا ہے جیسے چنگاری ہاتھ میں رکھے اور ان دنوں میں عمل کرنے والے کے لیے ثواب پچاس افراد کے برابر ہے۔ صحابہؓ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، یہ پچاس شخصوں کا ثواب جو ہے وہ شخص انھیں میں سے ہے فرمایا نہیں، بلکہ تم میں سے پچاس شخص۔ (۴۵)

ایسے گروہ کے بارے میں ابن تیمیہؒ صاف کہتے ہیں: فيأتي بالأمر والنهي معتقداً انه مطيع في ذالک الله ورسوله وهو معتدٍ في حدوده. (۴۶) ''یعنی یہ گروہ امر و نہی اس اعتقاد کے ساتھ کرتا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کر رہا ہے، حالانکہ وہ ان کی حدود کو توڑ رہا ہوتا ہے۔''

۲) جہاد

دوسرا اہم مسئلہ، جو دراصل امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی فرع ہے، مسئلہ جہاد ہے جس کا آج کل بہت شور و غوغا ہے۔

''جہاد'' اسلامی احکام میں سے ایک اہم حکم ہے اور یہ تا قیامت باقی رہے گا۔ اس کے اصول اور فروع دونوں میں اختلاف پیدا ہو گیا ہے اور مسلم اور غیر مسلم دونوں ہی اس کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہیں۔ نیز یہ کہ مختلف گروہ اور تنظیمیں ''جہاد'' کے نام پر جو کچھ کر رہی ہیں وہ جہاد نہیں دہشت گردی ہے۔ کن مواقع اور کن حالات میں یہ جہاد ہے اور کن مواقع اور حالات میں ''دہشت گردی'' ہے یہ ایسے مسائل ہیں جن کا تعین بہت ضروری ہے کیونکہ ان امور کے واضح نہ ہونے کے سبب حالات روز بہ روز خراب سے خراب تر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ اس ضمن میں چند اہم سوالات بنیادی اہمیت رکھتے ہیں:

۱۔ غیر مسلموں کے بارے میں اسلام کا جو رویہ عہد رسالت میں تھا کیا وہ کوئی ''مطلق اور یک معنوی'' ہے یا سیاسی اور معاشرتی حالات کے تابع ہے؟

۲۔ مسلمان ریاستیں امت کے وسیع تصور کے بجائے اب ''قومیت'' کے تصور پر قائم ہیں۔ ان حالات

Marfat.com

میں ایک مسلمان ریاست پرغیر مسلموں کے حملے کی صورت میں ہمسایہ مسلمان مما لک اوران میں بسنے والے مسلمانوں کی کیا ذمہ داری ہے؟

۳۔ اسلامی مما لک میں با قاعدہ سرکاری فوجیں موجود ہیں۔ کیاان کی موجودگی میں افراد، گروہ، تنظیمیں اپنے طور پر کسی ''جہاد'' کوشروع کرسکتی ہیں یا مسلح ہوکر کارروائیاں کرسکتی ہیں؟

۴۔ مسلمان حکمران کے دور میں اگر دین پر عمل کرنے کی آزادی ہوتو کیا کوئی گروہ یا تنظیم محض اس لئے جدوجہد کرسکتی ہے کہ اس کے خیال میں ''حکمران طبقہ'' پورے طور پر اسلام پرعمل نہیں کررہا ہے؟

ہمارے خیال میں ان اصولی امور کے تعین کے بعد بعض ضمنی مسائل خود بہ خود حل ہوجاتے ہیں مثلاً کیا خودکش حملہ جائز ہے؟ کیا مسلمانوں کے اجتماعات کو نشانہ بنانا درست ہے؟ کیا کسی اسلامی فرقے کے پیروکاروں کو جوتوحید، رسالت، ختم نبوت اورآخرت پر یقین رکھتے ہوں کسی دوسرے فرقے کے لوگ اس لئے قتل کر سکتے یا تشدد کا نشانہ بنا سکتے ہیں کہ ان کے خیال میں دوسرا فرقہ تعبیر کی غلطی میں مبتلا ہے؟ وغیرہ۔ اس آخری نکتے پر ہم علیٰحدہ سے بھی گفتگو کریں گے۔

اب ہم ان سوالات پر ترتیب سے گفتگو کرتے ہیں:

پہلا سوال: غیر مسلموں کے بارے میں اسلام کا جو رویہ عہد رسالت میں تھا کیا وہ کوئی مطلق اوریک معنوی مفہوم رکھتا ہے یا سیاسی اورمعاشرتی حالات کے تابع ہے؟ قرآن مجید اورسیرت نبوی سے اس کا واضح جواب یہ حاصل ہوتا ہے کہ عہد رسالت اورخاص طور پر مدنی دور میں مسلمانوں کے غیر مسلموں سے تعلقات اوران کے متعلق ہدایات ''مطلق اوریک معنوی'' نہیں ہیں۔ بلکہ سیاسی اورمعاشرتی حالات کے تابع ہیں۔انھیں ''مطلق اوریک معنوی'' قرار دینا قرآنی تعلیمات کے معاشرتی ارتقا اور سیرت نبوی سے اس کے تعلق سے عدم واقفیت پرمبنی ہے۔

یہودی اورعیسائی ایک طویل عرصے سے مدینہ اورخیبر میں آباد تھے نیز شام اورمصر کے راستے ان کے تعلقات یمن اورحبشہ کی ریاستوں سے بھی تھے جہاں ان دونوں مذاہب کے ماننے والے رہتے تھے۔ قرآن مجید یہودیوں، عیسائیوں، صائبین اورمجوسیوں کا تذکرہ کرتا ہے۔ (۴۷) اور یہ مژدہ سناتا ہے کہ اگر یہ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائیں اورنیک کام کریں تو ان کا اجر اللہ کے پاس ہے، وہی ان کا فیصلہ کرے گا۔ مکہ والوں کے اہل مدینہ سے بھی تعلقات تھے اوراہل مکہ ان اختلافِ عقائد سے واقف تھے جوان کے اوراہل مدینہ کے درمیان پائے جاتے تھے۔ لیکن پورے مکی دورمیں قرآن مجید کی کوئی آیت ان مذاہب یا ان کے پیروکاروں کے خلاف نازل نہیں ہوئی بلکہ قرآن مجید اس بات پرزور دیتا ہے کہ اسلام کوئی نیا مذہب نہیں بلکہ یہ وہی دین ہے جوآدم علیہ

Marfat.com

السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک تمام پیغمبر لاتے رہے۔ اگر یہودیت اور یہودی، مسیحیت اور مسیحی حضرات قرآن کی نظر میں مطعون اور مسلم دشمن ہوتے تو ابتدا ہی سے ایسی آیات نازل ہوتیں جوان کی مسلمان دشمنی اوران سے مسلمانوں کی دشمنی کو واضح کرتیں لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ایسا نہیں ہوا۔

بیعت عقبہ اولیٰ اورثانیہ کے واقعات میں کہیں منقول نہیں کہ آنحضرتؐ نے یہودیوں اور مسیحیوں کی طرف سے انتہائی خدشات کا اظہار کیا ہو یا مدینہ میں بسنے والی دوسری قوموں کی طرف سے آپؐ نے بدگمانی کی ہو۔ آنحضرتؐ کے جملے اس موقع پر بہت عمومی ہیں۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ انصار سبھی اوس وخزرج سے تعلق رکھتے تھے جواکثر یہودی تھے اور جوان میں یہودی نہیں تھے وہ ان سے گہرا ربط رکھتے تھے اوران کے مدارس میں تعلیم حاصل کرتے تھے۔عرب میں یہودیوں کی آمد کے متعلق متعدد اقوال ہیں جن سے ہمیں بحث نہیں لیکن اوس وخزرج کا داخلہ سیل عرم کے بعد ہوا ہے یہ جب مدینہ آئے تو یہودیوں کا مذہبی غلبہ تھا اور دونوں کے باہمی تعاون سے ان کی جمعیت بڑھتی چلی گئی۔قرآن مجید میں ''والذین ھادوا'' (البقرۃ: ۶۲، الحج :۱۷)(جولوگ یہودی ہوگئے) جیسی تعبیرات فلسطین سے آنے والے یہودیوں کے لیے نہیں قبائل عرب اور دیگر ہجرت کرنے والوں کے لیے استعمال ہوئی ہے جنھوں نے یہودیت قبول کرلی تھی۔مدینہ کے یہودی مذہبی تعلیم اورتعلم میں بہت پختہ تھے جبکہ بعض افرادتو سربرآوردہ بھی ہوئے ہیں۔ہمیں تلمود میں، جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے سوسال قبل لکھی جاچکی تھی،شمعون تیمانی (Simeon Temanite) کا پتہ چلتا ہے جس کی شہرت ایک فقیہ اور مسلم الثبوت یہودی عالم کی تھی۔اس کا ذکر مدراش میں بھی ہے۔(۴۸)

آیۂ مبارکہ ''لااِکراہ فی الدین'' (البقرۃ :۲۵۶) کی تفسیر میں علامہ قرطبی نے لکھا ہے کہ انصار اسلام لانے سے قبل یہودیت کوسب سے افضل دین سمجھتے تھے اوراپنے بچوں کو یہودی بناتے تھے۔جب اسلام آیا تواس نے اس طرح زبردستی یہودی بنانے سے منع کردیا۔(۴۹) یہودیوں کے دینی مدرسے جنھیں مدراس کہا جاتا تھامدینے میں موجود تھے اوروہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحابؓ کے ساتھ تشریف لے گئے تھے جس کا ذکرصحیح بخاری میں تین مقامات پرآیا ہے۔(۵۰)

انصار یا اہل مدینہ کی پہلے بیعت، پھربیعت عقبہ اولیٰ اوربیعت عقبہ ثانیہ کی تفصیلات سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریمؐ نے ان سے چند باتوں پر بیعت لی تھی جو یہ ہیں : شرک، چوری، زنا،قتل اولاد اورافترا پردازی کے مرتکب نہیں ہوں گے اوررسول اللہؐ جواچھی بات کہیں گے اس سے سرتابی نہیں کریں گے۔یہ بخاری شریف کی روایت ہے۔سیرت کی کتابوں میں ہے کہ دوسری بیعت اس پر لی گئی تھی کہ انصار آپؐ کی جان کی حفاظت کریں گے۔ اسی طرح مدینہ کوہجرت کرنے کے بعد جو دستاویز تیار کی گئی تھی اورجوعام طور پر میثاقِ مدینہ کہلاتی ہے

Marfat.com

یہودیوں سے دوستی اور باہمی امداد کی شقوں پر مبنی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہودیوں وغیرہ سے کوئی دینی دشمنی نہیں تھی بلکہ ابراہیمی نسل سے ہونے کے سبب وہ دینی طور پر مسلمانوں کے رشتہ دار ہیں اور ان سے ازلی نفرت کی کوئی بنیاد موجود نہیں۔ رسول اللہؐ کی مدنی زندگی کا بغور مطالعہ کریں، خاص طور پر مسلمانوں کے مدینہ میں مضبوط ہونے کے بعد ان کی مسلمانوں کے خلاف سازشیں تفصیل سے پڑھیں، ان کے کفارِ قریش سے مجرمانہ تعلقات کو ذہن میں رکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ وہ آیات جن میں یہود و نصاریٰ سے قطع تعلق، انھیں پکا دشمن سمجھنے اور انھیں موقع ملتے ہی قتل کر دینے کے احکام دیئے گئے ہیں، یہ سب سیاسی اور معاشرتی دباؤ اور حالات کا نتیجہ تھے۔ آیات اس طرف واضح اشارہ کرتی ہیں۔

عہد رسالت میں مسلمانوں اور یہودیوں کے تعلقات پر تحقیق کرنے والے پہلے مسلمان اسکالر برکات احمد (۵۱) نے اپنی کتاب کے مقدمے میں لکھا ہے:

> ''غیر مسلموں کے بارے میں بعض معروف ذہنی رجحانات کو مسلم فقہا اور مورخین نسلاً بعد نسل اس طرح دہراتے آئے ہیں کہ اس نے ایک متعین شکل اختیار کر لی ہے۔ مسلم یہود تعلقات کی تاریخ میں ذمیوں کے خلاف تعصب اور امتیاز کا موضوع خاص طور پر فقہی کتابوں کے باعث ایک طرح سے دیباچے کا کام کرتا ہے۔ بدنصیبی یہ ہے کہ اس رویے کی وجہ سے تاریخ کو اکثر و بیشتر فقہ کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھا دیا جاتا ہے اور ان روایات کے حق میں تاریخی حقائق کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے جو وقت کے ساتھ ساتھ مذہبی رنگ میں رنگ گئی ہیں۔'' (۵۲)

ابھرتی ہوئی مسلمان مملکت کے خلاف اس وقت کے یہودی عمائدین کے کفارِ قریش سے تعلقات اور ان سے مل کر سازشیں کرنا تاریخ کا ایک اہم باب ہے۔ ظاہر ہے کہ اس طرح کی سازشیں کرنے والوں اور جنگیں مسلط کرنے والوں کو برداشت یا معاف نہیں کیا جا سکتا تھا اور ان کی سرکوبی ضروری تھی۔ اسی پس منظر میں وہ آیات نازل ہوئی ہیں جنھیں پیش کر کے آج بھی یہود و نصاریٰ کے خلاف پروپیگنڈا کیا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو یہودی یا مسیحی یا کسی اور مذہب و ملت سے تعلق رکھنے والے افراد یا ریاستیں مسلمانوں کے خلاف سازشیں کریں اور جنگیں مسلط کریں ان پر انہی آیات کا اطلاق ہوگا اور جن کا رویہ مثبت ہوگا ان پر ان آیات کا اطلاق نہیں کیا جائے گا۔

دوسرا سوال بھی اس دور میں انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ امت کا تصور نہ صرف روحانی بلکہ سیاسی سطح پر بھی ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان سے وابستہ کرتا تھا خواہ وہ دونوں ایک دوسرے سے کتنی ہی دور رہتے ہوں لیکن

Marfat.com

مسلمانوں کے سیاسی اقتدار کی توسیع نے جہاں نئے علاقوں کو اپنی گرفت میں لیا اور بڑی سلطنتیں وجود میں آئیں اورایک دوسرے کے خلاف نیز غیر مسلم طاقتوں کے خلاف بھی نبردآزما ہوئیں لیکن ان جنگوں کو''جہاد'' نہیں کہا گیا اورنہ ہی ایک مسلمان مملکت کی غیر مسلم طاقت سے جنگ کو دوسری مسلمان مملکت نے جہاد سمجھ کراس کا ساتھ دیا۔

مسلمان ممالک پہلے بھی اپنی تنخواہ دار فوج رکھتے تھے اوراب بھی فوجیں تنخواہ دار ہوتی ہیں،''نفیرِ عام'' کی اصطلاح صرف کتابوں تک محدود ہے اورتنخواہ دار فوج کے وجود نے شرعی جہاد کی صورت، اگرکبھی پیدا ہو تو،اسے''فرض کفایہ'' بنا دیا ہے۔ اگرکسی مسلمان ملک کی فوج کسی سے لڑ رہی ہوتو غیر فوجی حضرات کی ان کے کاموں میں مداخلت جرم تصورہوتا ہے نہ کہ جہاد۔ اب فوجیں''ممالک اور ریاستوں'' کی فوجیں ہوتی ہیں اوران میں تمام مذاہب اورقومیتوں سے تعلق رکھنے والے عہدے دارہوتے ہیں جو بہ حیثیت فوجی اپنی ذمہ داریاں ادا کرتے ہیں۔

اس صورتِ حال کا منطقی نتیجہ یہ ہے کہ جنگ حکومت کی ایما اورحکم سے تنخواہ دار فوج لڑا کرتی ہے عوام اسے جہاد تصور کریں یاجنگ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ عراق ایران جنگ دوملکوں کی دو فوجوں کے درمیان جنگ تھی اوراسی طرح کویت پر عراق کے قبضے کے بعد اتحادی فوجوں سے مل کرعربوں نے جو جنگ کی وہ بھی سیاسی جنگ ہی تھی۔

پہلی جنگ عظیم میں سلطنت عثمانیہ کااتحاد مسیحی آسٹریلیا،ہنگری اورجرمنی کے ساتھ تھا مسلمانوں نے اسے جہادتسلیم نہیں کیا حالانکہ سلطنت عثمانیہ''خلافت''تصور کی جاتی تھی۔(۵۳)

اسی طرح ترکانِ عثمان اورایرانیوں کے درمیان جوجنگیں ہوئیں ان میں دونوں طرف سے لاکھوں مسلمان لقمۂ اجل بنے، دونوں طرف سے اعلانِ جنگ تھا وراسے جہاد کسی بھی صورت سے نہیں کہا جاسکتا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اب چونکہ مسلمان ریاستیں بھی پہلے''قومی ریاستیں'' ہیں اوربعد میں''مسلمان ریاستیں'' لہٰذا ایک جگہ کے مسلمانوں پر دوسری جگہ کے مسلمانوں کی اخلاقی مدد کی ذمہ داری تو موجود ہے''عسکری امداد'' کی ذمہ داری خود اس حکومت پر عائد ہوتی ہے جو جنگ میں ملوث ہے۔ امت مسلمہ کا دفاع یقیناً سب کی ذمہ داری ہے مگرصرف اس وقت جب قومی ریاستیں نہ ہوں بلکہ امت کا تصور ہو۔ پہلی صورت میں دفاع کی ذمہ داری صرف حکومت اوراس کی فوج پر ہے۔اس مقام پر یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ مسلمان ریاستوں کاایک دوسرے سے نبردآزماہونا اس لیے بھی جہادنہیں کہا جاسکتا کہ تعلیمات اسلامی کی روسے ایک مسلمان دوسرے کے خلاف ہتھیارنہیں اٹھا سکتا جیسا کہ آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ کیا باقاعدہ فوجوں کی موجودگی میں کوئی فرد، گروہ، جماعت وغیرہ مسلح ہوکر اپنے

Marfat.com

طور پر جہاد کے نام پر کارروائیاں کرسکتی ہے تو اس کا جواب شرعاً اورعقلاً دونوں طرح نفی میں ہے کیونکہ:

ا۔ گروہ یا فرد کو اُس امر کی اجازت مل جاتی ہے کہ وہ اپنے اپنے طور پر صورتحال کو اس قدر نازک قرار دے دے جو جہاد کی متقاضی ہو یا ایک گروہ یا جماعت کسی وقت جہاد کو ضروری اوردوسرے وقت غیر ضروری قرار دے۔ اس طرح لاقانونیت پھیلتی ہے اورلوگوں کی زندگی چند ہاتھوں میں کھلونا بن جاتی ہے جیسا کہ پاکستان میں ہورہا ہے۔

۲۔ جہاد صرف شرعی اورسماجی بصیرت ہی کا تقاضا نہیں کرتا بلکہ اپنے اثرات کے لحاظ سے بھی اہم ہے۔اس کے نتیجے میں مرد اورجوان مارے جاتے ہیں،عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہوتے ہیں جن کی کفالت اور تربیت کی ذمہ داری اعلان جہاد کرنے والوں پر عائد ہوتی ہے۔ معاشرے کو بغیران تمام انتظامات کے جہاد کے نام پر کسی جنگ میں نہیں دھکیلا جاسکتا۔

۳۔ جہاد ایک شرعی فریضہ ہے جو اپنی تمام شرائط کے ساتھ کسی پر واجب ہوتا ہے۔ ان میں حصہ لینے والے افراد کے حالات و رہن سہن کا بھی اس میں دخل ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں کئی واقعات ایسے ملتے ہیں جن میں آپؐ نے بعض حضرات کو جہاد میں حصہ لینے سے روک دیا ہے۔ یہ فیصلہ اعلیٰ ترین دینی بصیرت اورشرعی اتھارٹی کا متقاضی ہے۔ اس کی نزاکتوں کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔

۴۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ مسلمان حکومت کی موجودگی میں اس کی باقاعدہ فوج حکومت کی اجازت سے جہاد یا جنگ کرسکتی ہے کوئی گروہ اس اتھارٹی کو نظرانداز کرکے ایسا نہیں کرسکتا۔ اس کی تشریح حضرت علی کرم اللہ وجھہ کے عہد مبارک میں خوارج کے ساتھ معاملات میں ہوئی جنھوں نے اپنے طور پر نہ صرف معاشرے کے سدھار کی ذمہ داری لے لی تھی بلکہ خود ہی جہاد اوراس کی ضرورتوں کی تشریح کرنی شروع کردی تھی۔ اس بارے میں علماء وفقہا کا نظریہ ''قرآن وسنت'' کی روشنی میں بالکل واضح ہے۔ اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں ایک گروہ نے اپنی تاویل کے مطابق ان کے خلاف بغاوت کی لیکن اس گروہ کو محض ان کی تاویل کی بنا پر کوئی برسرحق نہیں کہتا۔

فاسق حکمرانوں کے بارے میں جمہور فقہائے اہل سنت کی رائے یہ ہے کہ ان کے خلاف خروج اور مسلح جدوجہد جائز نہیں تاہم ان کی اصلاح کے لئے وعظ ونصیحت،دعوت وارشاد اور جہاد باللسان سے کام لیا جائے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ رائے عامہ کے دباؤ اوردوسرے پرامن ذرائع سے اسے معزول کرنے کی سعی کی جائے گی۔ (۵۴)اس کی دلیل میں صحیح مسلم میں موجود عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی نبی کریمؐ کا یہ فرمان پیش کیا جاتا ہے: ''تمھارے بہترین حکمران وہ ہیں جن سے تم محبت کرواوروہ تم سے محبت کریں اورجن کے لئے تم

Marfat.com

دعا کرو اوروہ تمھارے لئے دعا کریں اورتمھارے بدترین حکمران وہ ہیں جن سے تم نفرت کرواوروہ تم سے نفرت کریں،تم ان پرلعنت بھیجو اور وہ تم پرلعنت بھیجیں۔''

فقلنا: یارسول اللّٰہ صلَّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم افلا تنابذھم بالسیف عند ذالک،قال لا ماأقاموا فیکم الصلاۃ. الامن ولی علیہ والٍ فراہ یأتی شیئاً من معصیۃ اللّٰہ فلیکرہ مایأتی من معصیۃ اللّٰہ ولا ینزعن یداًمن طاعۃ.(۵۵)

''ہم نے پوچھا اے اللہ کے رسولؐ کیا ایسی حالت میں ہم تلوار کے ذریعے ان کا مقابلہ نہ کریں۔ آپؐ نے فرمایا: نہیں،جب تک وہ تمھارے درمیان نماز قائم کرتے رہیں۔سنو! جس شخص پر کوئی فرد حکومت کررہا ہو اورؒ وہ اس میں اللہ کی نافرمانی دیکھے تو اللہ کی اس معصیت کو برا سمجھے لیکن اس کی اطاعت سے ہاتھ نہ کھینچے۔''

اسی طرح صحیح مسلم ہی کی حدیث ہے جنادۃ بن اُبی امیۃ کہتے ہیں کہ ہم عبادۃ بن صامت (رضی اللہ عنہ) کے پاس ان کی حالت مرض میں گئے اوران سے کہا کہ کوئی ایسی حدیث سنائیں جوآپ نے رسول اللہؐ سے سنی ہو۔عبادۃ (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں طلب کیا تو ہم نے آپؐ کی بیعت کی۔جن باتوں پرآپؐ نے ہم سے بیعت لی ان میں یہ تھا کہ ہم سنیں گے اوراطاعت کریں گے خواہ ہم حکم سے خوش ہوں خواہ ناخوش،خواہ تنگی ہوخواہ فراخی اورخواہ ہم پر دوسرے کوترجیح دی جائے نیز یہ کہ ہم کسی امرمیں اس کے اہل سے نہ جھگڑیں گے سوائے اس کے کہ تم اس سے ایسا کھلا کفر صادر ہوتے ہوئے دیکھو جس کے خلاف تمھارے پاس اللہ کی طرف سے واضح برہان ہو۔(۵۶)واضح ہوکہ یہ جنادہ بن ابی امیۃ تابعی ہیں اوران کے والد کا نام کبیر ہے۔(۵۷)

حافظ ابن حجر العسقلانیؒ نے فتح الباری فی شرح صحیح البخاری میں لکھا ہے:

وقد أجمع الفقھاء علیٰ وجوب طاعۃ السلطان المتغلب والجھاد معہ وأن طاعتہ خیرمن الخروج علیہ، لمافی ذالک حقن الدماء وتسکین الدھماء وحجتھم ھذا الخبر وغیرہ ممایساعدہ، ولم یستثنوا من ذالک الاَّ اذا وقع من السلطان الکفر الصریح فلا تجوز طاعتہ فی ذالک، بل تجب مجاھدتہ لمن قدر علیھا. (۵۸)

''یعنی فقہاء کا اس پراجماع ہے کہ جوغلبہ سے حاکم بن جائے اس کی اطاعت اوراس کے ساتھ مل کر جہاد کرنا واجب ہے نیز یہ کہ اس کی اطاعت کرنا اس پرخروج کرنے سے بہتر

Marfat.com

ہے کیونکہ اس میں بڑے پیمانے پر خون خرابے کا خطرہ ہے۔ ان حضرات کی دلیل یہ حدیث اوراس کی تائید کرنے والی دوسری احادیث ہیں۔ ان فقہاء نے اس سے کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا ہے سوائے اس کے کہ حاکم وقت سے کفر صریح ظاہر ہوتو پھر اس کی اطاعت جائز نہیں، بلکہ جس میں قدرت ہو اس پر ایسے حاکم کے خلاف جہاد واجب ہے۔''

صحیح مسلم ہی میں ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنھا کی یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ اس وقت تم پر ایسے لوگ حکومت کریں گے جن کے کچھ کام تمھیں اچھے لگیں گے اور کچھ کام برے پس جس نے ان کے برے کام کو برا سمجھا وہ بچ گیا لیکن جس نے ان کو پسند کیا اوران کی پیروی کی وہ تباہ ہوگیا۔ صحابہ کرامؓ نے پوچھا کیا ہم ان سے لڑائی شروع نہ کریں، فرمایانہیں جب تک کہ وہ نماز پڑھتے رہیں۔ (۵۹) اسے ترمذی نے بھی روایت کیا ہے۔ (۶۰)

امام نوویؒ نے اس حدیث کے تحت لکھا ہے:

ففيه معنىٰ ماسبق أنه لايجوز الخروج علىٰ الخلفاء بمجرد الظلم أو الفسق مالم يغيروا أشياء من قواعد الاسلام. (٦١)

''یعنی اس حدیث میں وہی مفہوم بیان ہوا ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے کہ امراء کے خلاف محض ان کے ظلم وفسق کی وجہ سے خروج جائز نہیں ہے جب تک وہ اسلام کے اصول وقواعد میں تبدیلی نہ کریں۔''

شیخ محمد تقی عثمانی نے لکھا ہے:

''اگر ایک مسلمان حاکم ہے تو وہ حاکم کتنا ہی برا کیوں نہ ہو مباحات کے دائرے میں اس کا بنایا ہوا قانون واجب الاطاعت ہے جب تک وہ قانون کسی گناہ پر مجبور نہ کرے اس کی تعمیل ضروری ہے۔ یہ بات اب ہمارے ذہنوں سے نکل گئی ہے کہ قانون کی خلاف ورزی بھی کوئی گناہ کی بات ہے اب تو اچھے خاصے بڑے بڑے علمائے کرام بھی اس کے اندر مبتلا ہوجاتے ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث اس طرز عمل کی واضح تردید کرتی ہے۔'' (۶۲)

پتہ چلا کہ مسلمان حاکم وقت کے خلاف اٹھنا اور مسلح جدوجہد کرنا، اس کی اجازت کے بغیر ایسی کارروائیاں کرنا اوراس کے بنائے ہوئے قوانین کو نہ ماننا اورانھیں توڑنا سب غیر شرعی ہے۔ فقہائے کرام نے باغیوں کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے:

Marfat.com

هم الخارجون عن الامام الحق بغير الحق۔

''یہ وہ لوگ ہیں جو برحق حکومت کے خلاف بغیر حق کے بغاوت کرتے ہیں۔'' (۶۳)

امام مالکؒ کی رائے نقل کرتے ہوئے امام سحنون مصری کہتے ہیں :

''جنگ صرف امام عادل کی قیادت میں کی جاسکتی ہے خواہ پہلا امام عادل ہو خواہ وہ جس نے خروج کیا ہو۔ اگر دونوں غیر عادل ہوں تو دونوں سے الگ رہنا چاہیے۔ ہم اسی عادل وصالح شخص کی قیادت میں جنگ کریں گے جسے اہل حق نے امامت کے لئے آگے بڑھایا ہو۔'' (۶۴)

اس تمام تفصیل سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ مسلمان حکومت کے خلاف جنگ نہیں کی جاسکتی جب تک ملک میں احکامِ اسلامی پر عمل کی اجازت ہے اور حلالِ خدا کو حرام وحرام خدا کو حلال قرار نہ دیا جائے اور نہ ہی مسلمان حکومت کی اجازت کے بغیر لوگ مسلح ہوکر نفاذ شریعت یا جہاد کے نام پر تحریکیں چلا سکتے ہیں اور نہ ہی حکومت کی اجازت کے بغیر پڑوسی ملک پر قابض غیر مسلموں سے جنگ کر سکتے ہیں۔

۳) مسئلہ تکفیر

مسلح جہادی تحریکیں جس خون خرابے کی مرتکب ہورہی ہیں، خودکش حملے، بموں اور راکٹوں سے حملے، کلاشنکوفوں کا اجتماعات پر استعمال، قتل ہدف (Target killing) وغیرہ ان تمام اعمال شنیعہ کی ایک بڑی وجہ لوگوں کو کافر سمجھنا، کافر قرار دینا اور پھر نتیجے کے طور پر ''واجب القتل'' قرار دینا ہے اور اس مقصد کے لئے جن لوگوں کو استعمال کیا جاتا ہے زیادہ تر ناسمجھ، سن رشد کو نہ پہنچے ہوئے اور غیر تعلیم یافتہ ہوتے ہیں۔ انھیں اس امر کا یقین دلایا جاتا ہے کہ اس عمل کے نتیجے میں انھیں ''جنت'' فوری طور پر حاصل ہوجائے گی۔ اس تصور کی تبلیغ اور اس کے لئے سادہ لوح افراد کو ذہنی اور فکری طور پر آمادہ کرنے کے لئے بڑی محنتیں کی جاتی ہیں اور عموماً ''جذباتی'' افراد کو جذباتی باتیں کرکے ''بم دھماکے کرنے اور دہشت گردی کی دیگر صورتوں کو انجام دینے پر'' آمادہ کرلیا جاتا ہے۔

''تکفیر'' یعنی کسی کو کافر قرار دینا انتہائی اہم موضوع اور انتہائی نازک کام ہے۔ اس کی سب سے پہلے دو جہتیں ہیں۔ (۱) ''کافر'' کو کافر کہنا یا لکھنا جب کہ قرآن وسنت کی رو سے وہ کافر ہو۔ (۲) کسی مسلمان کو کافر کہنا۔ اس بحث میں داخل ہونے سے قبل ہمیں مختصراً یہ دیکھنا چاہیے کہ قرآن مجید میں ''کفر'' کا اطلاق کن کن صورتوں پر کیا گیا ہے۔

Marfat.com

قرآن مجید میں ''کفر'' کا اطلاق پانچ وجوہ پر ہے:

۱۔ کفر بمعنی انکارکرنا جیسا کہ سورۃ البقرۃ میں فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْھِمْ ءَ اَنْذَرْتَھُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْھُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ. (۶:۲)

''اورجن لوگوں نے انکار کیا ان کے لئے برابر ہے خواہ آپ انھیں ڈرائیں یانہ ڈرائیں وہ ایمان نہیں لائیں گے۔''

۲۔ بمعنی چھپانا: جیسا کہ سورۃ الحج، آیت ۲۵ میں فرمایا:

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہ.

''یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے توحید کو چھپایا (پردہ ڈالنے کی کوشش کی)اور یہ اللہ کے راستے سے لوگوں کوروکتے ہیں۔''

۳۔ پہچاننے سے انکار کردینا۔ سورہ بقرۃ میں ارشادفرمایا:

فَلَمَّا جَآءَ ھُمْ مَّا عَرَفُوْا کَفَرُوْا بِہٖ. (۸۹:۲)

''یعنی جب وہ بات آگئی جس کو یہ جانتے تھے تو انھوں نے پہچاننے سے انکارکردیا۔''

۴۔ ناشکری کے معنی میں یہ قرآن مجید میں کئی مقامات پراستعمال ہوا ہے۔ مثلاً سورۃ البقرۃ، آیت ۱۵۲میں ارشاد ہوا:

وَاشْکُرُوْا لِیْ وَ لَا تَکْفُرُوْنِ.

''میرا شکر ادا کرو، ناشکری نہ کرو۔'' یا سورہ لقمان میں ارشادفرمایا:

وَ مَنْ یَّشْکُرْ فَاِنَّمَا یَشْکُرُ لِنَفْسِہٖ وَ مَنْ کَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ. (آیت نمبر۱۲)

''جوشکر ادا کرتا ہے وہ خود اپنے نفع کے لئے اورجو ناشکری کرتا ہے تو جان لے کہ میرا رب بے نیاز اور بہت قابل حمد ہے۔''

۵۔ کفر بمعنی بیزار ہونا ہے۔ چنانچہ سورۂ ابراہیم (آیت۲۲) میں فرمایا:

اِنِّیْ کَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَکْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ.

''شیطان کہے گا کہ جواس سے قبل تم نے مجھے خدائی میں شریک بنا رکھا تھا میں اس سے بری الذمہ ہوں۔''

اسی طرح سورہ عنکبوت میں فرمایا:

ثُمَّ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ یَکْفُرُ بَعْضُکُمْ بِبَعْضٍ. (آیت نمبر۲۵)

Marfat.com

''روزِ قیامت تم ایک دوسرے سے بیزاری کا اظہار کرو گے۔''(۶۵)

تکفیر ہمارے زیر بحث موضوع میں پہلے معنیٰ سے متعلق ہے یعنی کسی مسلمان کومسلمان ماننے سے انکارکرنا، یہ کہنا کہ وہ اللہ، اس کے رسول خاتم النبیینؐ، آسمانی کتابوں میں خاص کر قرآن مجید، یوم آخرت وغیرہ ضروریاتِ دین پرایمان نہیں رکھتا۔ یہ کلمہ زبان پر ہلکا لیکن اپنے اثرات میں انتہائی خطرناک ہے۔

اللہ عزوجل قرآن مجید میں فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَ لَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا. (النساء۴:۹۴)

''اے ایمان والو !جب تم اللہ کی راہ میں سفر کیا کرو تو تحقیق کرلیا کرو اور جو کوئی تمھارے سامنے اطاعت ظاہرکیا کرے تو اس سے دنیوی زندگی کی خواہشوں میں پڑ کے یوں نہ کہہ دیا کرو کہ تم مومن نہیں ہو۔ جبکہ اللہ کے پاس بہت سے مال ہیں۔ پہلے بھی تم ایسے ہی تھے(دنیا کے حرص کرنے والے) پس اللہ نے تم پر احسان کیا پس تحقیق کرلیا کرو اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔''

حضرت ابودردائؓ کسی لشکر کے ساتھ جارہے تھے وہ قضاء حاجت کے لئے ایک گھاٹی میں اترے تو انھوں نے ایک شخص کودیکھا جو اپنی بکریوں کو لے کر جارہا تھا۔ حضرت ابودردائؓ نے اس پر تلوار سے حملہ کیا۔اس نے کہا: لا الٰہ الااللّٰہ لیکن حضرت ابودردائؓ نے اسے قتل کردیا اوراس کی بکریاں لے کراپنے اصحاب کے پاس آگئے، پھران کے دل میں اضطراب ہوا اورانھوں نے رسول اللہؐ سے اس واقعے کا ذکرکیا۔ رسول اللہؐ نے فرمایا: تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھا۔ اس نے اپنی زبان سے اپنے اسلام لانے کی تم کوخبر دی اورتم نے اس کی تصدیق نہیں کی۔ حضرت ابودردائؓ نے رسول اللہؐ سے پوچھا: اب میرا کیا ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا:اب ''لا الٰہ الااللّٰہ'' کا کیا ہوگا۔ میں بار بار حضور انورؐ سے یہی پوچھتا اورآپؐ یہی جواب دیتے حتیٰ کہ میں نے تمنا کی کہ یہ واقعہ میرے اسلام لانے سے پہلے ہواہوتا۔(۶۶)

اسی قسم کا ایک واقعہ صحیح مسلم،صحیح بخاری اور سنن ابوداؤد میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے متعلق ہے۔اس میں یہ بھی ہے کہ اسامہؓ کہتے ہیں یا رسول اللہؐ اس نے حملے کے خوف سے ''لا الٰہ الااللّٰہ'' کہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھ لیا کہ تمھیں معلوم ہوجاتا کہ اس نے دل سے کہا ہے کہ نہیں۔(۶۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما بیان کرتے ہیں کہ بنوسلیم کا ایک شخص اصحابِ رسولؐ کے پاس سے

Marfat.com

بکریاں چراتے ہوئے گزرا تو اس نے سلام کیا۔صحابہؓ نے کہا کہ اس نے صرف اپنی جان بچانے کے لئے سلام کیا ہے۔ انھوں نے اسے پکڑ کر قتل کردیا اوراس کی بکریاں لے کرنبی کریمؐ کے پاس پہنچے۔ اس موقع پر یہ آیت (النساء:۹۴) نازل ہوئی۔(۶۸) اسامہ بن زیدؓ والی روایت شیعہ ماخذ میں بھی وارد ہوئی ہے۔(۶۹)

ان احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ جوشخص ظاہری طور پر مسلمان ہو اوراپنے اسلام کا اظہار کرتا ہو اسے مسلمان تسلیم کیا جائے گا اورظاہری حکم اسی پر ہوگا۔ ملاعلی قاریؒ نے فرمایا:

إدخال كافر فى الملة الاسلامية أواخراج مسلم عنها عظيم فى الدين.(۷۰)

''کافر کوملت اسلامیہ میں شامل کرلینا اورایک مسلمان کواسلام سے خارج قرار دینا دین کی نظرمیں سخت ترین ہیں۔''

کسی مسلمان کو کافر قرار دینا دراصل اسے ''مرتد'' قرار دینا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا شخص دین کی ضروریات اورقطعیات کا باوجودعلم ہونے کے منکر ہے۔ دینی ضروریات قطعی الثبوت بھی ہوتی ہیں یعنی قرآن وحدیث میں ان کا واضح بیان ہوتا ہے اورقطعی الدلالۃ بھی کہ ان کے الفاظ سے ''مراد'' تک پہنچنے میں کوئی خلجان اورالجھن موجود نہ ہو۔ ایسے قطعی احکام جن کے لئے یہ عذر پیش نہ کیا جاسکے کہ ہم نے پڑھا نہیں،ہمیں بتایا نہیں گیا بلکہ وہ اس قدر مشہور ہوں کہ ہر مسلمان انھیں جانتا ہو مثلاً نماز،روزہ،زکوٰۃ اورحج کا فرض ہونا جبکہ چوری،شراب خوری اورزنا وغیرہ کا گناہ ہونا۔ ایسی باتیں ضروریات دین کہلاتی ہیں۔ ان سے انکار کرنا کفر ہے۔اس انکار سے مسلمان کافر ہوجاتا ہے اورجواس درجہ مشہورومعروف نہ ہوں وہ قطعیات کہلاتی ہیں۔ ان کا عدم واقفیت کی وجہ سے انکارکفرنہیں ہے۔ البتہ مناسب مقدارمیں تبلیغ کے بعد بھی وہ اپنی بات پر مصر رہتا ہے تو احناف کے نزدیک وہ کافر ہے۔(۷۱)

اہل قبلہ کی تکفیر

ایک اور اہم بات یاد رکھنے کی یہ ہے جسے ہمارے زمانے میں بالکل نظرانداز کیا جارہا ہے کہ رسول اکرمؐ نے واضح طور پرفرمایا:

عن انس قال قال رسول اللّٰه صلّى اللّٰه عليه وآله وسلم ثلث من أصل الايمان: الكف عمن قال لا إله الّا اللّٰه ولا تكفره بذنب ولا تخرجه من الاسلام بعمل (۷۲)

''حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ تین باتیں ایمان کی جڑ ہیں جوشخص ''لا الہ الااللہ'' کہے اس سے جنگ ومخاصمت ختم کردو،اسے کافر مت کہو اورنہ کسی عمل کی وجہ سے اسے اسلام سے خارج کرو۔''

Marfat.com

اس حدیث کی شرح میں شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان نے لکھا ہے:

''کسی مسلمان کو کافر کہنے کی ممانعت اس حدیث نے واضح طور پر ثابت کردی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح اچھے کام کرنے والے کافر کو مسلمان کہنا منع ہے تاوقتیکہ وہ توحید ورسالت کا اقرار نہ کرے اسی طرح کسی مسلمان کو صرف اس کی بداعمالیوں کی بنا پر کافر کہنا بھی سخت جرم ہے جب تک وہ عقیدۂ کفریہ نہ اختیار کرلے۔۔حتیٰ قال۔۔موجودہ دور کے ان مسلمانوں کو بھی اس حدیث کے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھنا چاہیے جو کفر سازی کے کارخانے چلاتے ہیں اور اپنے مکتب فکر کے علاوہ دوسرے تمام مسلمانوں کو بے دریغ کافر قرار دیتے ہیں۔'' (۷۳)

اسی طرح صحیح بخاری کی حدیث ہے:

عن أنس أنّه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآلہٖ وسلم :من صلّی صلا تنا واستقبل قبلتنا واکل ذبیحتنا فذالک المسلم الذی له ذِمّةُ اللّٰه وذِمّةُ رسولِهٖ فلا تخفروا اللّٰه فی ذِمّته. (۷۴)

''رسول اللہؐ نے فرمایا: جو ہماری طرح نماز پڑھے، ہمارے قبلے کی طرف منہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو وہ ایسا مسلمان ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی پناہ میں ہے۔ پس تم بھی اس پناہ وعہد کو نہ توڑو۔''

حافظ ابن حجرؒ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

وفیه أن أمور الناس محمولة علی الظاھر فمن أظھر شعار الدین أجریت علیه أحکام اصله مالم یظھر منه خلاف ذالک. (۷۵)

''اس حدیث میں اس امر پر دلالت ہے کہ لوگوں کے امور ظاہری حالت پر محمول ہوں گے پس جس نے دینی شعائر کے مطابق اپنا عمل ظاہر کیا تو اس پر اہل دین کے احکام جاری اور لاگو ہوں گے تاوقتیکہ اس سے خلاف دین کچھ ظاہر نہ ہو۔''

امام ابن تیمیہؒ نے ایک مقام پر لکھا ہے:

اذاقلنا أھل السنة متفقون علیٰ أن لایکفر بالذنب فانما نرید به المعاصی کالزنا والشرب. (۷۶)

''یعنی جب ہم کہتے ہیں کہ اہل سنت اس بات پر متفق ہیں کہ گناہ کا مرتکب ہونے کی وجہ سے کسی کو کافر قرار نہیں دیا جائے گا تو اس سے ہماری مراد نافرمانیاں ہیں جیسے زنا کرنا

Marfat.com

اورشراب پینا وغیرہ۔''

علامہ قونویؒ نے بھی شرح عقیدہ طحاویہ میں وضاحت سے یہی لکھا ہے۔

علامہ کرمانیؒ نے شرح صحیح البخاری میں اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے:

وفیه أن امورالناس فی معاملة بعضهم بعضاً اِنما تجری علیَ ظاهرٍ من أحوالهم دون باطنها. وأن من أظهر شعارالدین وتشکل بشمائل أهله أجریٰ علیه احکامهم ولم یکشف عن باطن أمره.فلو لم یعرف رجل غریب فی بلد من بلد أن اهل الاسلام بدین ومذهب غیرأنه یری علیه زی المسلمین حمل ظاهر أمره علیَ أنه مسلم حتّی یظهر خلاف ذالکَ. (۷۷)

''اس حدیث میں اس امر پر دلالت موجود ہے کہ لوگوں کے آپس کے معاملات کی بنیاد ظاہری احوال پر ہے ان کے باطنی احوال پر نہیں، نیز یہ کہ جو دینی شعائر کو ظاہر کرتا ہے اوراسی راہ پر چلنے کو اختیار کرتا ہے جواس دین کے ماننے والوں کی ہے تو اس پر انہی کے احکام جاری ہوں گے اوراس کے باطن کو کھولنے کی کوشش نہیں کی جائے گی۔ اگر مسلمانوں کے علاقوں میں سے کسی علاقے میں کوئی اجنبی موجود ہو،اس کا دین ومذہب معلوم نہ ہو سوائے اس کے کہ اس کی ظاہری حالت مسلمانوں جیسی ہوتو اس کے ظاہری احوال کا لحاظ کیا جائے گا کہ وہ مسلمان ہے جب تک کہ اس کے برخلاف کچھ ظاہر نہ ہو۔''

اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے کے ساتھ جس قسم کے بھی عقائد واعمال رکھے جائیں وہ درست ہیں اورایسا شخص ہرحال میں مسلمان رہے گا۔علامہ تفتازانیؒ نے شرح المقاصد،المبحث السابع، میں ایک مقام پرلکھا ہے:

فلا نزاع فی کفر أهل القبلة المواظب طول العمر علیَ الطاعات باعتقاد قدم العالم ونفی الحشر ونفی العلم بالجزئیات ونحوذلک وکذالک بصدور شئی من موجبات الکفرعنه.(۷۸)

''ایسے اہل قبلہ کے بارے میں جو پوری عمراطاعت میں گزاردے مگراس کا اعتقاد یہ ہو کہ عالم قدیم ہے اور حشر کوئی چیز نہیں، نیز اللہ جزئیات کا علم نہیں رکھتا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ وہ کافر ہے۔اسی طرح اگراس سے موجبات کفر میں سے کچھ ظاہر ہوتو بھی وہ کافر ہے۔''

ملاعلی القاریؒ کی شرح الفقه الاکبر میں یہ عبارت موجود ہے:

وان المراد بعدم تکفیر أحد من أهل القبلة عند أهل السنة أنه لا یکفر أحد مالم

Marfat.com

یوجد شئی من امارات الکفر و علاماته ولم یصدر عنه شئی من موجباته.(۷۹)

''یعنی اہل سنت کے نزدیک اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان میں سے کسی کو اس وقت تک کافر نہیں کہیں گے جب تک اس سے کوئی ایسی چیز سرزد نہ ہو جو علاماتِ کفر یا موجباتِ کفر میں سے ہے۔''

نبی کریمؐ کے ارشادات اور علماء کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی مسلمان کو جو نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد وغیرہ کی فرضیت کا قائل ہے، اللہ تعالیٰ کو مانتا ہے، اس کے واحد ہونے پر ایمان رکھتا ہے، اس کے صفاتِ ثبوتیہ وسلبیہ کا قائل ہے، انبیاء علیھم السلام اور کتابوں پر ایمان رکھتا ہے، خاص کر نبی کریمؐ کے خاتم النبیین ہونے اور قرآن مجید کے آخری کتاب ہونے پر نیز آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ مسلمان ہے اور اس کو کافر قرار دینا اور پھر اس کے نتیجے میں مرتب ہونے والے نتائج جن میں سب سے اہم ہمارے دور میں جان اور عرض پر حملہ کرنا ہے، شرعاً ناجائز اور اسے باعث ثواب سمجھنا شرعاً غلط ہے۔

مکتب امامیہ کی کتب میں نبی کریمؐ کے درج بالا فرامین کے ساتھ امام جعفر صادق علیہ السلام کا یہ قول موجود ہے:

''الاِسلام یحقن به الدَّم و تؤدّی به الأمانة، ویستحل به الفرج، والثواب علیَ اَلایمان'' (۸۰)

''اسلام کے ذریعے خون محفوظ ہوتے ہیں، امانتیں ادا ہوتی ہیں، نکاح حلال ہوتے ہیں جبکہ ثواب ایمان کے مطابق ملتا ہے۔''

علامہ مجلسیؒ ایک حدیث کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وان ترتّبت الأحکام علی الاقرار الظاهری بناء علیَ الحکم بالظاهر، مالم یظهر، خلافه لعدم إمکان الاطلاع علیَ القلب، کماقال النبی صلّی الله علیه وآله وسلم لِاُسامة: فهلّا شققت قلبه، ولذاقال علیه السلام، وعلیَ ظاهره جماعة الناس، بل مدار الأحکام علی الظاهری فی سائر الأمور القلبية.(۸۱)

''حالانکہ احکام انسان کے اقرار ظاہری پر مرتب ہوتے ہیں کیونکہ اصول یہ ہے کہ حکم ظاہر پر لگایا جائے گا جب تک اس کے خلاف ظاہر نہ ہو کیونکہ کسی کی قلبی حالت پر اطلاع ہو نہیں سکتی جیسا کہ نبی کریمؐ نے حضرت اسامہؓ سے کہا تھا: کیا تم نے اس کا دل چیر کر دیکھا تھا؟ اسی لئے امام جعفر صادقؑ نے یہاں فرمایا ہے، اس کے ظاہری معنوں کو لوگوں کی جماعت نے قبول کیا ہے۔ بلکہ تمام ایسے امور جن کا تعلق قلب سے ہے ان کا حکم ظاہری حالت کے اعتبار سے ہوگا۔''

Marfat.com

ایک اہم ضابطہ

دیکھا یہ گیا ہے کہ لوگ کسی بھی مسئلے میں اپنے سے مختلف مذہب یارائے رکھنے والے کو کافر قرار دے دیتے ہیں اوراس میں ذرا بھی نہیں چوکتے۔ اول تو یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ مسلمانوں کے مذاہب،مسالک اورفرقے دوطرح کے ہیں: (۱) اعتقادی یا کلامی، (۲) فقہی۔ اعتقادی اورکلامی فرقوں میں سے اکثر کے بارے میں علماء کرام کا رجحان یہ ہے کہ وہ مسلمان ہیں اوران کے بیشتر عقائد قرآن وسنت سے ماخوذ ہیں۔ اسی طرح فقہی مسالک حنفی، مالکی،شافعی،حنبلی،امامیہ،زیدی،اباضیہ،ظاہریہ وغیرہ کے مسائل بھی قرآن وسنت سے ماخوذ ہیں الّا چند مسائل کے جن کی بناء پر انھیں ''کافر'' قرارنہیں دیا جاتا اوران کے اقوال میں تاویل کی گنجائش ہوتو پھر تکفیر ناممکن ہے۔ ملاعلی قاریؒ نے اس اصول کو یوں بیان کیا ہے:

وقد ذکرأن المسألة المتعلقة بالکفر اذاکان لها تسع وتسعون احتمالاً للکفرو احتمال واحد فی نفیه فالاولیٰ للمفتی والقاضی أن یعمل بالاحتمال النفی لأن الخطاء فی القاء الف کافرأهون من الخطاء فی افناء مسلم واحد... الخ. (۸۲)

''یعنی کسی مسئلے میں جبکہ ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک احتمال نفی کفر کا ہوتو مفتی وقاضی کو چاہیے کہ احتمال کفر کی نفی پر عمل کرے کیوں کہ ایک ہزار کافروں کو کفر پر باقی رکھنے میں غلطی کرجانا اس سے ہلکا ہے کہ ایک مسلمان کوکافر بنانے میں غلطی ہوجائے۔''

اس لئے امام احمد رضا خان بریلویؒ نے اپنے فتاویٰ میں ایک مقام پر تحریر کیا ہے:

''ان میں ضروریاتِ دین میں سے کسی شئی کا جومنکر ہے یقیناً کافر ہے اورجوقطعیات کے منکر ہیں ان پر بحکم فقہاء لزوم کفر ہے اوراگرکوئی غیرمقلد ایسا پایا جائے کہ صرف انہی فروعی اعمال میں مخالف ہو اورتمام عقائد قطعیہ میں اہل سنت کا موافق ہو یا وہ شیعی کہ صرف تفضیلی ہے ایسوں پر حکم تکفیر ناممکن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔''(۸۳)

یہاں بھی وہی ضابطہ اصلی جو اوپر بیان ہوا کارآمد ہے کیوں کہ ان تمام صورتوں میں جن میں لوگ ایک دوسرے کی تکفیر کرتے ہیں کفرنہ ہونے کے احتمالات زیادہ اورکفر ہونے کے احتمالات یا تو موجودنہیں ہوتے یا پھرانتہائی کم اورموہوم ہوتے ہیں۔

وہ حضرات جو اسلام کے نام پرلوگوں کو کافر قرار دے کرسادہ لوح مسلمانوں کوان کے خلاف اقدام قتل اورخودکش حملوں پراکسا رہے ہیں اورقتل وغارت کا بازارگرم کررکھا ہے وہ ان دینی حقائق کو سمجھیں اورقرآن وسنت کی طرف رجوع کریں۔ نیز علمائے سلف کے بیانات کومدنظر رکھیں۔

Marfat.com

پس چہ باید کرد!

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہمارے ملک میں مختلف جہادی گروہ پیدا ہوگئے ہیں اورلسانیت ومسلک کی بنیاد پر ایک دوسرے کوقتل کرنا نہ صرف جائز بلکہ باعث ثواب قراردیاہوا ہے جس کی جزابلاواسطہ جنت ہے۔ یہ عموماً تخریب کار اوردہشت گرد گروہ اور تنظیمیں ہیں جو اپنے آپ کو جہادی قراردیتی ہیں اور یہ خود مسلمانوں ہی کے خلاف کشت وخون کا بازار گرم کیے ہوئے ہیں۔ اس سلسلے میں حکومت کوکیا کرنا چاہیے اورعوام کواس میں کیا کردارادا کرنا چاہیے، یہ اس عہد کاانتہائی اہم اور جواب طلب سوال ہے اوراس کاواضح ومبرہن جواب ضروری ہے۔

اس کشمکش میں مسلمانوں کے لائحہ عمل کے تعین کے لئے ہمیں سورۂ حجرات کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشادفرماتا ہے:

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَی الْاُخْرٰی فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِی حَتّٰی تَفِیْٓءَ اِلٰٓی اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ. (۸۴)

''اگرمومنوں کے کوئی دوگروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان دونوں کے درمیان صلح کرادو،اگرایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو اس باغی گروہ سے تم سب لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئے پھر اگر اس طرح وہ پلٹ آئے تو ان دونوں کے درمیان عدل وانصاف سے صلح کرادو(معاملات طے کروادو)۔بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کودوست رکھتا ہے۔''

یہ آیۂ مبارکہ چند اہم اصولی نکات کو بیان کرتی ہے اوراس کی عملی تشریح وتفسیر حضرت علی کرم اللہ وجھہ کے عہد میں جا کرہوئی جسے علماء نے بہت تفصیل سے بیان کیا ہے اورخود حضرت علی علیہ السلام سے اس ضمن میں تفصیلی ارشادات بہ صحت منقول ہیں۔

سورۃ الحجرات کی یہ آیہ مبارکہ صاف بتلا رہی ہے کہ:

۱۔ مومنوں کے دوگروہ اگرآپس میں لڑیں تو ان میں سے کوئی بھی کافرنہیں ہوتا البتہ یہ لڑائی بغاوت ضرورشمار ہوتی ہے۔

۲۔ سب سے پہلے یہ کوشش ہونی چاہیے کہ ان دونوں کے درمیان صلح کروا دی جائے۔

۳۔ ان میں سے جوگروہ اللہ تعالیٰ کے راستے یعنی صلح وامن کی طرف نہ آئے اس سے سب مل کر لڑیں جس کی شرعی صورت مسلمان حکومت کی موجودگی میں یہ ہے کہ حکومت باغی گروہ سے لڑے

Marfat.com

اورعوام حکومت کا ساتھ دیں"حتی لاتکون فتنة" یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے۔(البقرۃ۲ :۱۹۳)

۴۔ اب اگر باغی گروہ مغلوب ہوجائے اوراللہ کے احکام کی طرف پلٹ آئے تو ان کے درمیان عدل اورمساوات کے ساتھ صلح کروا دی جائے۔

۵۔ کیوں کہ اللہ عدل وانصاف کو دوست رکھتا ہے۔

یہ صورت تو افراد اورگروہوں کے درمیان باہمی تصادم کی ہے اگرکوئی گروہ مسلمان حکومت کے خلاف بغاوت کرے تو اس کے لئے بھی یہی صورت ہے کہ:

۱۔ پہلے تواسے سمجھانے اوراس کی غلط فہمی دور کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

۲۔ اوراگر وہ بغاوت سے باز نہ آئے اورحکومت کو الٹنے اورملک میں فتنہ وفساد برپا کرنے پر تلا رہے تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ حکومت کے ساتھ مل کراس گروہ سے لڑیں اوراس کا قلع قمع کردیں۔

۳۔ اگر وہ ہارمان لیں اورہتھیار ڈال دیں تو ان کے ساتھ اس حدیث کے مطابق سلوک کیا جائے گا۔

روي كوثر ابن حكيم عن نافع عن ابن عمر قال قال رسول اللّٰه صلَّى اللّٰه عليه وآلهٖ وسلم يا بن ام عبد كيف حكم اللّٰه فيمن بغى من هذه الأمة قال اللّٰه ورسوله أعلم،قال: لايجهز على جريحها ولا يقتل أسيرها ولا يطلب هاربها.

''کوثر بن حکیم روایت کرتے ہیں نافع سے اور وہ ابن عمرؓ سے کہ رسول اللہؐ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے پوچھا اے ابن ام عبد! جانتے ہواس امت کے باغیوں کے بارے میں اللہ کا کیا حکم ہے؟ انھوں نے عرض کی :اللہ اوراس کے رسولؐ کو زیادہ علم ہے۔آپؐ نے فرمایا: ان کے زخمیوں پر ہاتھ نہ ڈالا جائے گا، ان کے اسیر کوقتل نہیں کیا جائے گا اوران میں سے بھاگنے والے کا پیچھا نہیں کیا جائے گا۔''

المستدرک میں امام حاکم نیشاپوریؒ نے اسے قدرے تفصیل کے ساتھ نقل کیا ہے۔(۸۵)حافظ ذہبیؒ نے المستدرک کے ذیلی حواشی میں کوثر بن حکیم کو متروک کہا ہے جبکہ بیہقیؒ نے سنن کبریٰ میں اس روایت کونقل کرکے کوثر کوضعیف قرار دیا ہے۔لیکن اس روایت پر ہر زمانے میں عمل ہوتا رہا ہے اور یہ ایک دینی ضابطے کے طور پرمعمول بہ رہی ہے۔

جنگِ جمل کے بعد حضرت علی علیہ السلام نے بصرہ میں اپنے منادی سے اعلان کروایا:

لا يُتبع مدبرولا يُذَفَّف علىَ جريح ولا يُقتَل أسير، ومن أغلق بابَه فهواٰمِنٌ ومن ألقى سلاحه فهواٰمِن ولم يأخذ من متاعهم شيئاً.(۸۶)

'' بھاگنے والے کا پیچھا نہیں کیا جائے گا،زخمی کوحملہ کرکے قتل نہیں کیا جائے گا،قیدی کوقتل

Marfat.com

نہیں کیا جائے گا،جس نے اپنا دروازہ بند کرلیا اس کو امان ہے، جس نے ہتھیار پھینک دیئے وہ بھی امن میں ہے اوران کی کوئی شے لوٹی نہیں جائے گی۔''

نیز ملاحظہ فرمائیں:(۸۷)

اس ضمن میں تقریباً تمام احکام حضرت علی علیہ السلام کے دورمیں پیش آنے والے فتن اوران کے بارے میں حضرت علی علیہ السلام کے اقدامات سے ماخوذ ہیں۔

سورۃ حجرات کی آیہ مبارکہ(۹) کے حوالے سے جومعروضات گذشتہ سطور میں پیش کی گئی ہیں ان سے واضح ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے خلاف تلوار اٹھانے والے افراد اورگروہ شرعاً ''باغیوں'' کے زمرے میں آتے ہیں۔ انھیں سب سے پہلے سمجھانا چاہیے ان پر اتمام حجت کی جانی چاہیے، اگر پھر بھی وہ نہ مانیں توحکومت کو ان کے خلاف اقدام کرنا چاہیے اوراس پر مستزاد یہ کہ عوام الناس کوحکومت کا بھرپور طریقے سے ساتھ دینا چاہیے تاوقتیکہ فتنہ ختم نہ ہوجائے۔

وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ . (البقرۃ ۲:۱۹۳)

''ان سے قتال کرو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اوردین کُل کا کُل اللہ کے لیے ہوجائے۔''

حواشی

واضح ہو کہ صحاح ستہ کے حوالے ''الکتب الستۃ'' سے لیے گئے ہیں جو الریاض دارالسلام للنشر والتوزیع سے ۲۰۰۰ء میں شائع ہوئی ہے۔

۱) اصفہانی، راغب، المفردات فی غریب القرآن(ایران:مطبعۃ خدمات چاپی، ۱۴۰۴ھ) ، مادہ ''غلا''

۲) زمخشری،الکشاف (بیروت: محمد علی بیضون، ۱۹۹۵ء)،ج۱،ص۶۵۲۔

۳) احمد بن حنبل، المسند(بیروت: المکتب الاسلامی،الخامسۃ،سنہ ندارد، مع التعلیقات الالبانی)، ج۳ ،ص۳۳ ۔ و الترمذی، السنن (الکتب الستۃ)،تفسیر سورہ۲، رقم الحدیث۲۹۶۱، (ریاض: دارالسلام للنشر والتوزیع، ۲۰۰۰ء)

۴) ابوداؤد، السنن(الکتب الستۃ)، رقم الحدیث۵۰۰۴، احمد بن حنبل، المسند (بیروت: المکتب الاسلامی،الخامسۃ، سنہ ندارد)، ج۵،ص۳۶۲۔ المنذری، الترغیب والترھیب من الحدیث الشریف (بیروت: محمد علی بیضون،۱۴۲۴ھ)، باب الترھیب من ترویع المسلم، ج۳،ص۳۱۸۔ بیہقی، السنن الکبریٰ (بیروت: دارالکتب العلمیۃ۱۴۱۴ھ)، ج۱۰،ص۲۴۹۔

۵) بخاری، الجامع الصحیح (الکتب الستۃ)، کتاب الایمان، باب ۴، رقم الحدیث۱۰، مسلم، الجامع الصحیح (الکتب الستۃ)، کتاب الایمان، باب تفاضل الاسلام، رقم الحدیث۱۶۳،۱۶۱، وزاد النسائی فی سننہ (الکتب الستۃ)، کتاب الایمان، باب صفۃ المؤمن رقم الحدیث ۴۹۹۸۔

Marfat.com

والمومن من اَمنه الناس علیٰ دمائهم وأموالهم.

کامل مومن وہ ہے جس کو لوگ اپنی جان ومال کے سلسلے میں امانت دار سمجھیں۔

۶) مسلم، الجامع الصحیح، (الکتب الستة)، کتاب الایمان، رقم الحدیث۶۵،الترمذی، السنن (الکتب الستة)، رقم الحدیث۲۶۲۷،ابوداؤد، السنن(الکتب الستة)، رقم الحدیث۲۴۸۱، الھندی،علی متقی، کنز العمال، رقم الحدیث۵۸۷،(ملتان: ادارہ تالیفات الشرفیہ، سنہ ندارد)

۷) احمد بن حنبل ،المسند(بیروت: المکتب الاسلامی،الخامسة، سنہ ندارد)، ج۵،ص۳۴۰۔

۸) احمد بن حنبل،المسند (بیروت: المکتب الاسلامی،الخامسة، سنہ ندارد)، ج۲،ص۴۰۰، الطبرانی، المعجم الکبیر، رقم الحدیث۵۷۴۴، (وزارۃ الاوقاف العراقیۃ، الثانیۃ،۱۴۰۵ھ)، الحاکم، المستدرک (مکۃ المکرمہ: دارالباز۱۴۱۲ھ)، ج۱،ص۲۳۔

۹) بخاری، الجامع الصحیح (الکتب الستة)، باب۳، رقم الحدیث۱۶۸، باب ۹، رقم الحدیث۲۸، مسلم، الجامع الصحیح (الکتب الستة)، البروالصلۃ، رقم الحدیث۳۲۔۵۸۔

۱۰) دارقطنی، السنن (المتحدہ: الطباعۃ الفنیۃ، ۱۴۲۳ھ)، ج۲،ص۲۵۔ خطیب العمری، المشکوۃ، رقم الحدیث ۲۶۵۸،(بیروت: المکتب الاسلامی، الثالثۃ،۱۴۰۵ھ)، الطبرانی، المعجم الکبیر، رقم الحدیث ۵۷۴۵، (وزارۃ الاوقاف العراقیۃ، الثانیۃ، ۱۴۰۵ھ)

۱۱) بخاری، الجامع الصحیح(الکتب الستة)،باب ماینھیٰ من السباب واللعن ،رقم الحدیث ۶۰۴۴،مسلم، الجامع الصحیح (الکتب الستة)، الایمان، باب ۲۸،رقم الحدیث ۱۱۶، احمد بن حنبل، المسند (بیروت: المکتب الاسلامی،الخامسة، سنہ ندارد)،ج۱،ص۳۸۵۔۴۱۱۔

۱۲) بخاری، الجامع الصحیح (الکتب الستة)،کتاب العلم، باب الانصات للعلماء،رقم الحدیث ۱۲۱،مسلم، الجامع الصحیح (الکتب الستة)، کتاب الایمان،باب لاترجعوا بعدی کفاراً ، رقم الحدیث۲۲۳،۲۲۶۔

۱۳) مسلم، الجامع الصحیح (الکتب الستة)، باب بیان حال ایمان، رقم الحدیث ۲۱۶، بخاری، الجامع الصحیح،(الکتب الستة)، کتاب الأدب، باب من کفرأ خاہ بغیر تاویل، رقم الحدیث۶۱۰۳،۶۱۰۴۔

۱۴) میرٹھی،بدرعالم، ترجمان السنۃ (لاہور: ادارۂ اسلامیات سنہ ندارد)، ج۲،ص۴۰۹۔

۱۵) المنذری، الترغیب و الترھیب (بیروت: دارالفکر، ۱۴۱۴ھ)، ج۳، ص۲۹۴۔ الھندی، علی متقی، کنزالعمال، رقم الحدیث۳۹۸۸۰، (ملتان: ادارہ تالیفات الشرفیہ، سنہ ندارد)، سیوطی، جلال الدین، الجامع الصغیر(بیروت: دارالکتب العلمیۃ، سنہ ندارد)، ج۲،ص۱۷۔النسائی، السنن (الکتب الستة)، کتاب المحاربۃ، باب تعظیم الدم، رقم الحدیث ۳۹۹۱، ۳۹۹۵۔

۱۶) الھندی،علی متقی، کنزالعمال، رقم الحدیث۱۲۷، (ملتان: ادارہ تالیفات الشرفیہ، سنہ ندارد) ابن ماجہ، السنن (الکتب الستة)، رقم الحدیث ۳۹۴۷، ہیثمی، ابوبکر الحافظ، مجمع الزوائد(بیروت: مؤسسہ المعارف،۱۴۰۶ھ)، ج۱،ص۸۲۔

۱۷) ابوداؤد، السنن (الکتب الستة)، رقم الحدیث۴۲۷۰، نسائی، السنن (الکتب الستة)،رقم الحدیث۸۱۱۷، احمد بن حنبل، المسند (بیروت: المکتب الاسلامی، الخامسة، سنہ ندارد)، ج۴،ص۹۹۔ ہیثمی، ابوبکر، مجمع الزوائد (بیروت: مؤسسۃ المعارف،۱۴۰۶ھ)،

Marfat.com

ج ۷،ص ۲۹۶۔

۱۸) ابوداؤد، السنن (الکتب الستة)، کتاب الجهاد، باب النهی عن الوسم فی الوجه، رقم الحدیث ۲۵۶۴۔

۱۹) ابو داؤد، السنن (الکتب الستة)، کتاب الجهاد، باب فی التحریش بین البهائم، رقم الحدیث ۲۵۶۲، الترمذی، السنن (الکتب الستة)، کتاب الجهاد، باب ماجانکراهیة التحریش ، رقم الحدیث ۱۷۰۸، ۱۷۰۹۔

۲۰) ابوداؤد، السنن (الکتب الستة)، کتاب الصید ، باب اذا قطع من الصید قطعة، رقم الحدیث ۲۸۵۸، ابن ماجة، السنن (الکتب الستة)، کتاب الصید ، باب ماقطع من البهیمة وهی حیة ، رقم الحدیث ۳۲۱۶، ۳۲۱۷۔

۲۱) ابن ماجه، السنن (الکتب الستة)، ابواب الذبائح، باب اذا ذبحتم فاحسنوا الذبح، رقم الحدیث ۳۱۷۱۔

۲۲) الترمذی، السنن (الکتب الستة)، ابواب الصید، باب ماجاء فی کراهیة أکل المصبورة، رقم الحدیث ۱۴۷۵۔

۲۳) مسلم، الجامع الصحیح (الکتب الستة)، ابواب الصید، باب نهی عن صبر البهائم، رقم الحدیث ۵۰۵۷۔

۲۴) مسلم، الجامع الصحیح (الکتب الستة)، کتاب السّلام ، باب تحریم قتل الهرة، رقم الحدیث ۵۸۵۲۔

۲۵) ابن تیمیه، الحسبة فی الاسلام (بیروت: محمد علی بیضون، سنہ ندارد)، ص ۶۳۔

۲۶) الرازی، فخر الدین، التفسیر الکبیر (ملتان: دارالحدیث، سنہ ندارد)، ج ۳، ص ۲۰۔

۲۷) الاندلسی، ابوحیان، البحر المحیط (مکة المکرمة: المکتبة التجاریه، سنہ ندارد) ، ج ۳، ص ۲۱۔۲۰۔

۲۸) الجصاص، ابوبکر، أحکام القرآن (لاہور: سہیل اکیڈمی، سنہ ندارد)، ج ۲، ص ۴۱۔

۲۹) آلوسی، محمود، روح المعانی (احیاء التراث العربی، الرابعة، ۱۴۰۵ھ)، تحت الآیة

۳۰) الهیثمی، ابن حجر، الزواجر عن اقتراف الکبائر، [تحقیق: محمود محمد وسید ابراہیم]، (قاهره: دارالحدیث، ۱۴۱۴ھ)، ج ۲، ص ۱۴۶۔

۳۱) ابن تیمیه، الحسبة فی الاسلام، الفصل الاوّل (بیروت: محمد علی بیضون، سنہ ندارد)

۳۲) ابن تیمیه، الامر بالمعروف والنهی عن المنکر، (بیروت: دارابن حزم)، ص ۷۳۔ومابعد۔

۳۳) رازی، فخر الدین، التفسیر الکبیر (ملتان: دارالحدیث، سنہ ندارد)، ج ۳، ص ۲۱۔

۳۴) نیشاپوری، نظام، غرائب القرآن (انشارات ناصر خسرو، ۱۴۲۲ھ)، ج ۳، ص ۳۳۔

۳۵) ابن تیمیه، مجموعة الرسائل الکبریٰ (بیروت: محمد علی بیضون، ۱۴۲۶ھ)، الرسالة السابعة، الوصیة الکبریٰ، ج ۱، ص ۳۰۹۔ ابن تیمیه، الامر بالمعروف والنهی عن المنکر (بیروت: دار ابن حزم، ۱۴۲۲ھ)، ص ۸۶۔ ومابعد۔

۳۶) الکلینی، شیخ محمد بن یعقوب، أصول الکافی (ایران: دارالکتب الاسلامیه، سنہ ندارد)، ج ۵، ص ۵۹۔۶۰۔ الکاشانی، محسن فیض، المحجة البیضاء فی تهذیب الاحیاء (بیروت: مؤسسة الأعلمی، سنہ ندارد)، ج ۴، ص ۱۰۷۔

۳۷) الکلینی، شیخ یعقوب، اصول الکافی (ایران: دارالکتب الاسلامیه، سنہ ندارد)، باب انکار المنکر بالقلب، ج ۵ ص ۶۰۔

۳۸) الکاشانی، محسن فیض، المحجة البیضاء فی تهذیب الأحیاء (بیروت: مؤسسه الأعلمی، سنہ ندارد)، ج ۷، ص ۴۔۱۱۳۔

۳۹) لنکرانی، آیت اللہ العظمیٰ، محمد فاضل، التوضیح (ایران: انشارات سرور، ۱۴۱۶ھ)، المسألة ۲۸۶۷، امام الخمینیؒ، التوضیح (سازمان تبلیغات اسلامی، ۱۴۰۴ھ)، المسألة: ۲۷۸۷۔

Marfat.com

۴۰) لنکرانی: ۲۸۸۷، الخمینی: ۲۸۱۹۔

۴۱) خامنہ ای، آیت اللہ علی، اردو ترجمہ الاستفتاءات، باب امر بالمعروف ونہی عن المنکر، ج ۱، ص ۱۰۹۰۔

۴۲) ماوردی، ابوالحسن، الاحکام السلطانیة، اردو ترجمہ (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز، ۱۹۹۰ء)، باب ۲۰۔

۴۳) ابو داؤد، السنن (الکتب الستة)، رقم الحدیث ۵۳۳۸، والترمذی، السنن (الکتب الستة)، رقم الحدیث ۲۱۸۷، النسائی، السنن (الکتب الستة)، رقم الحدیث ۱۱۱۵۷۔

۴۴) ابن تیمیہ، الامر بالمعروف والنہی عن المنکر (بیروت: دار ابن حزم ۲۰۰۲ء) ص ۸۳۔۸۴۔

۴۵) ابوداؤد، السنن (الکتب الستة)، کتاب الملاحم والفتن، باب الامر والنہی، رقم الحدیث ۴۳۴۱۔

۴۶) ابن تیمیہ، الامر بالمعروف والنہی عن المنکر (بیروت: دار ابن حزم ۲۰۰۲ء)، ص ۸۵۔

۴۷) البقرة: ۶۰، الحج: ۴۰۔

۴۸) Bab. Talmud, Zebachim,32,b. Baba Gamms,90 b; Mishna Yadayim, 4,13, Tosephta Berachoth, 4, 24, Sanhedran 12, 3; Besa 2, 19)

۴۹) القرطبی، التفسیر الکبیر (انتشارات ناصر خسرو، سنہ ندارد)، ج ۳ ص ۱۰، ومابعد، ج ۳، ص ۲۸۰۔ ومابعد

۵۰) بخاری، الجامع الصحیح (الکتب الستة)، کتاب الجزیة، رقم الحدیث ۳۰۶۷، کتاب الاکراہ، رقم الحدیث ۶۹۴۴، کتاب الاعتصام، باب ۱۸، رقم الحدیث ۷۳۴۸۔

۵۱) سید برکات احمد کی تعلیم قانون، لسانیات اور تاریخ پر مشتمل ہے، عرب تاریخ پر انہوں نے امریکن یونیورسٹی آف بیروت سے پی ایچ ڈی اور ادب میں تہران یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ہے۔ ڈاکٹر سید برکات احمد انڈین کونسل فار ہسٹوریکل ریسرچ کے فیلو اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی ایگزیکٹیو کونسل کے بھی رکن ہیں۔

۵۲) سید برکات احمد، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و یہود حجاز [*Muhammad and The Jews*]، ترجمہ: مشیر الحق (نئی دہلی: مکتبۂ جامعہ، ۱۹۸۵ء)، ص ۱۹۔

۵۳) David Cook, *Understanding Jehad* (OUP, 2005) p. 3; David Frankin *A Peace to End All Peace*, Phoenix, U.K (2000) p.45.

۵۴) سرخسی، المبسوط (بیروت: دار المعرفة، سنہ ندارد)، باب الخوارج، ج ۱۲، ص ۲۸۸، الطحاوی، شرح العقیدة الطحاویة (دمشق: مکتبة البیان، ۱۴۰۵ھ)، ج ۱۰، ص ۱۲۴۔

۵۵) مسلم، الجامع الصحیح (الکتب الستة)، کتاب الامارة باب خیار الأئمة وشرارهم رقم الحدیث ۳۸۰۵۔

۵۶) مسلم، الجامع الصحیح (الکتب الستة)، کتاب الامارة، باب وجوب طاعة الأمراء فی غیر معصیة، رقم الحدیث ۴۷۳۵۔

۵۷) ابن حجر، تہذیب التہذیب (حیدرآباد: عثمانیہ، ۱۳۲۵ھ)، ج ۶ ص ۱۱۶۔ ابن حجر، الاصابة فی تمیز الصحابةؓ (بیروت: دار الکتاب العربی، سنہ ندارد)، ج ۱ ص ۲۴۷۔

Marfat.com

۵۸- ابن حجر، فتح الباری (لاہور: دارنشر الکتب الاسلامیۃ، سنہ ندارد)، کتاب الفتن، باب سترون بعد اموراً تنکرونها، ج۱۳، ص۷۔

۵۹) مسلم، الجامع الصحیح (الکتب الستة)، وجوب الانکارعلیٰ الامراء، رقم الحدیث۴۷۶۴۔

۶۰) الترمذی، السنن (الکتب الستة)،کتاب الفتن، باب۶۴، رقم الحدیث ۲۳۶۷، ابوداؤد، السنن (الکتب الستة)، باب فی قتل الخوارج، رقم الحدیث۴۷۶۴۔

۶۱) النووی، شرح صحیح مسلم، باب وجوب طاعة الامراء، رقم الحدیث۱۸۵۴، (بیروت: دارالکتب العلمیۃ، سنہ ندارد)، ج ۱۲، ص۲۰۴۔

۶۲) عثمانی، محمد تقی، تقریرِ ترمذی (کراچی: میمن اسلامک پبلشرز،۱۹۹۹ء)، حصہ معاملات، ج۸،ص۳۱۵۔

۶۳) ابن عابدین، رد المختار (کوئٹہ: مکتبہ رشیدیہ، سنہ ندارد)، باب البغاۃ، ج ۶،ص۳۹۸، نقلاً عن فتح القدیر و البحر الرائق۔

۶۴) ابن العربی، أحکام القرآن (بیروت: دارالکتب العلمیۃ،۱۴۰۸ھ)، ج۴،ص۱۵۳، الحجرات الآیۃ۹۔

۶۵) تفلیسی، ابوالفضل، وجوہ القرآن ترجمہ فارسی (ایران: انشارات حکمت ۱۳۹۶ھ)، مادہ ''کفر''۔

۶۶) الطبری، محمد بن جریر، تفسیر جامع البیان (بیروت: دارالکتب العلمیۃ،۱۴۱۴ھ)، ج۵،ص۲۷۸۔

۶۷) مسلم، الجامع الصحیح (الکتب الستة)،رقم الحدیث ۹۶، بخاری، الجامع الصحیح (الکتب الستة)،رقم الحدیث ۴۲۰۱،۶۴۷۸، ابوداؤد، السنن (الکتب الستة)،رقم الحدیث۲۶۴۳۔

۶۸) بخاری، الجامع الصحیح (الکتب الستة)، رقم الحدیث۴۵۹۱، مسلم، الجامع الصحیح (الکتب الستة)، رقم الحدیث ۳۰۲۵، ابوداؤد، السنن، (الکتب الستة)، رقم الحدیث ۳۹۷۴، الترمذی، السنن (الکتب الستة)، رقم الحدیث ۳۰۴۱، النسائی، السنن الکبریٰ، رقم الحدیث ۱۱۱۶، (بیروت:دارالکتب العلمیۃ ۱۴۱۱ھ) احمد بن حنبل، المسند، رقم الحدیث۲۰۲۳، (المکتب الاسلامی، سنہ ندارد)، ابن حبان، الصحیح، رقم الحدیث۴۷۵۲، (المدینۃ المنورۃ: المکتبۃ السلفیۃ، سنہ ندارد)، الحاکم، المستدرک(مکۃ المکرّمۃ: دارالباز ۱۴۱۲ھ)، ج۲،ص۲۹۲۔ البیہقی، السنن الکبریٰ (بیروت: دارالکتب العلمیۃ،۱۴۱۴ھ)، ج۹،ص۱۱۵۔

۶۹) القمی، ابن بابویہ، التفسیر (بیروت: دار السرور، ۱۴۱۱ھ)، تحت الآیۃ، البحرانی، ہاشم، تفسیر البرہان (بیروت: مؤسسۃ الأعلمی للمطبوعات،۱۴۱۹ھ)، ج ۲،ص۳۰۶۔ الحویزی، جمعہ، تفسیر نورالثقلین (لبنان: مؤسسۃ التاریخ العربی،۱۴۲۲ھ)، ج۲،ص۱۲۔

۷۰) القاری، ملاعلی، شرح شفاء (بیروت: دارالصادر، سنہ ندارد)، فصل تحقیق القول فی اکفار المتاولین،ج۲،ص۵۰۰۔

۷۱) ابن الھمام، کمال الدین وابن أبی شریف کمال، المسائرة شرح المسامرة(حیدرآباد: سندھ، سنہ ندارد)، ص۱۴۹۔

۷۲) ابوداؤد، السنن (الکتب الستة)،رقم الحدیث۲۳۵۲، بیہقی، السنن الکبریٰ (بیروت: دارالکتب العلمیۃ،۱۴۱۴ھ)، ج۹،ص۱۵۹۔ الزیلعی، نصب الرأیة (بیروت: مؤسسۃ الریان، ۱۴۲۴ھ)، ج۳،ص۳۷۷۔ الھندی، علی متقی، کنزالعمال، رقم الحدیث ۴۳۲۲۶، (ملتان: ادارہ تعلیفات الشرفیۃ، سنہ ندارد)، سعید بن منصور، السنن، رقم الحدیث ۲۳۶۷ (مکۃ: دارالباز،۱۴۰۵ھ)، العمری، خطیب، المشکوۃ،رقم الحدیث۵۲، (بیروت: المکتب الاسلامی، ۱۴۰۵ھ)

۷۳) سلیم اللہ خان، نفحات التنقیح فی شرح مشکوۃ المصابیح (کراچی: مکتبۂ فاروقیہ، شاہ فیصل کالونی، ۱۴۲۷ھ،۲۰۰۶ء

Marfat.com

)، ج۱،ص ۴۵۸۔۴۵۹۔

۷۴) بخاری، الجامع الصحیح (الکتب الستة)، کتاب الصلاة،باب فضل استقبال القبلة،رقم الحدیث۳۸۶۔

۷۵) ابن حجر، فتح الباری (لاہور: دارنشر الکتب الاسلامیة، سنہ ندارد)، ج۱،ص ۴۹۷۔

۷۶) ابن تیمیہ، الایمان (بیروت: دارالکتب العلمیة،۱۴۰۳ھ)،ص ۲۵۹۔

۷۷) الکرمانی، شرح صحیح بخاری (بیروت: دارالفکر، سنہ ندارد)، ج۴،ص ۵۴۔ پرہاروی، عبد العزیز، شرح عقائد نسفی (ملتان: المکتبہ الامدادیہ، سنہ ندارد)،ص ۲۱۱۔

۷۸) تفتازانی، علامہ، شرح المقاصد (استنبول: ۱۲۷۷ھ)، المبحث السابع

۷۹) القاری، ملاعلی، شرح الفقه الاکبر (مصر: مصطفیٰ البالی و اولاده، ۱۳۷۵ھ)، ج ۲،ص ۳۵۸۔شامی، ابن عابدین، ردالمختار، کتاب الامامة، (کوئٹہ: مکتبہ رشیدیہ، سنہ ندارد)

۸۰) البرقی،المحاسن (قم: المجمع العالمی لأھل البیت، ۱۴۱۶ھ)،ص ۲۷۵۔

۸۱) مجلسی، علامہ، بحار الانوار، کتاب الایمان والکفر، باب الفرق بین الایمان والاسلام، رقم الحدیث ۸، (ایران: دارالکتب الاسلامیہ، سنہ ندارد)، ج۶۸، ص ۲۴۸

۸۲) القاری، ملاعلی، شرح الفقه الاکبر (مصر: مصطفیٰ البالی واولاده، ۱۳۷۵ھ)،ص ۱۹۹۔

۸۳) بریلوی، احمد رضا خان، فتاویٰ رضویہ (کراچی: دارالعلوم امجدیہ، سنہ ندارد)، ج۶،ص ۳۲۔

۸۴) الجصاص،أحکام القرآن، سورة الحجرات، باب الحکم فی أسرا أھل البغی وجرحاھم، (لاہور: سہیل اکیڈمی، سنہ ندارد)، ج۳،ص ۴۰۳۔

۸۵) الحاکم، المستدرک، کتاب قتال أھل البغی، باب حکم البغاة من ھذه الأمة، (مکة المکرمة: دارالباز ۱۴۱۲ھ)، ج ۲،ص ۱۵۵۔

۸۶) بیہقی، السنن الکبریٰ،کتاب قتال أھل البغی، باب اھل البغی اذا لم یتبع مدبر ھم..(بیروت: دارالکتب العلمیة، ۱۴۱۴ھ)، ج۸،ص ۱۸۱۔ نوری، حسین، علامہ، مستدرک الوسائل، رقم الحدیث ۱۲۴۰۷، (ایران: دارالکتب الاسلامیة، سنہ ندارد)، ج۱۱،ص ۵۱۔ قاضی نعمان، دعائم الاسلام (مصر: دارالمعارف ۱۳۷۹ھ)، ج۱،ص ۳۹۴۔ الکلینی، محمد بن یعقوب، الکافی (تہران: دارالکتب الاسلامیة، سنہ ندارد)، ج۵،ص ۳۳۔ العاملی، الحر، وسائل الشیعة (ایران: دارالکتب الاسلامیة، سنہ ندارد)، ج۱۱،ص ۵۵۔

۸۷) نوری، حسین، مستدرک الوسائل (ایران: دارالکتب الاسلامیة، سنہ ندارد)، باب ۲۲ کی احادیث ۲،۳،۵، ج ۲،ص ۱۵۱۔

Marfat.com

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ.

(مومنو! جتنی امتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو۔

(سورۃ آل عمران آیت ۱۱۰)

Marfat.com

باب سوم:

دہشت گردی: فکری مغالطے

محمد خالد سیف
سینئر ریسرچ آفیسر، اسلامی نظریاتی کونسل

حالات کی یہ عجب ستم ظریفی ہے کہ اسلام جوامن وسلامتی کا دین ہے اور دنیا کو امن، چین، سکون اور اطمینان سے بھردینے کے لیے آیاہے، دنیا کے بڑے بڑے دہشت گردوں نے اپنی قوت وطاقت کے سہارے، اسے اوراس کے ماننے والوں ہی کو دہشت گرد قرار دے کران کے خلاف عالمی میڈیا پر پروپیگنڈا شروع کررکھا ہے۔اس بات سے انکارنہیں کیاجاسکتا کہ دہشت گردی کے واقعات میں بعض مسلمان ملوث رہے ہیں لیکن اسلام کے معنی ہی اطاعت وسپردگی اورامن وسلامتی کے ہیں لہٰذا مسلمان اپنے بنیادی نظریہ وعمل کے مطابق جہاں اطاعت الٰہی کانمونہ ہیں، وہاں دنیا کے لیے امن وسلامتی کے پیکر بھی ہیں۔قرآن مجید میں اسلام کی حکومت کوامن کی حکومت قراردیا گیاہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ.(۱)

''جولوگ تم میں سے ایمان لائے اورنیک کام کرتے رہے، ان سے اللہ کا وعدہ ہے کہ انھیں ملک کا حاکم بنادے گا جیسا کہ ان سے پہلے لوگوں کو حاکم بنایاتھااوران کے دین کو جسے اس نے ان کے لیے پسند کیاہے، مستحکم وپائیدار کردے گااور خوف کے بعد انھیں امن

Marfat.com

بخشے گا، وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں گے اور جو اس کے بعد کفر کرے، تو ایسے لوگ بدکردار ہیں۔''

اسلام میں ظلم وستم کی کسی طرح کوئی گنجائش نہیں ہے، اسلام نے تو مسلمانوں کو واضح طور پر یہ تعلیم دی ہے کہ کسی قوم کی عداوت و دشمنی بھی تمھیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم ناانصافی کرنے لگو۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ وَ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى وَ اتَّقُوْا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ. (٢)

''اے ایمان والو! اللہ کے لیے گواہی دینے کے لیے کھڑے ہوجایا کرو اور لوگوں کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ دو۔انصاف کیا کرو کہ یہی پرہیز گاری کی بات ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو کچھ شک نہیں کہ اللہ تمھارے سب اعمال سے خبردار ہے۔''

اسلام تخریب کاری، دہشت گردی یا معصوم انسانوں کے قتل وغارت کی کس طرح اجازت دے سکتا ہے کہ اس نے تو انسانیت کے احترام، تقدس اور عظمت کا یہ تصور دیا ہے کہ ایک انسان کا قتل ساری انسانیت کے قتل اور ایک انسان کی جان بچانا، ساری انسانیت کی جان بچانے کے مترادف ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا م بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِى الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا وَ مَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا. (٣)

''جس نے کسی انسان کو خون کے بدلے یا زمین میں فساد پھیلانے کے سوا کسی اور وجہ سے قتل کیا، اس نے گویا تمام انسانوں کو قتل کردیا اور جس نے کسی کی جان بچائی، اس نے گویا تمام انسانوں کو زندگی بخش دی۔''

پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا اور آپؐ نے انسانیت کے ساتھ جس طرح محبت وشفقت اور رحمت کا درس دیا ہے، وہ آپؐ کے حسبِ ذیل ارشادات سے واضح ہے:

١۔ خبردار جس نے ذمی کافر پر ظلم کیا یا اسے نقصان پہنچایا، اس کی طاقت سے زیادہ اس سے کام لیا یا اس کی کوئی تھوڑی سی چیز بھی اس کی رضا کے بغیر لی، تو کل قیامت کے دن میں ایسے شخص سے جھگڑوں گا۔(٤)

٢۔ اسلام میں سختی اور تکلیف پہنچانے کی اجازت نہیں۔(٥)

٣۔ جو کسی جاندار (انسان یا حیوان) کی شکل وصورت بگاڑے، اس پر لعنت ہے۔(٦)

٤۔ زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔(٧)

Marfat.com

۵۔ ظلم قیامت کے دن اندھیروں کا سبب ہوگا۔(۸)

۶۔ ایک عورت جہنم میں گئی صرف ایک بلی کی وجہ سے، جسے اس نے باندھے رکھا، بلی کو نہ خود کھانے کے لیے کوئی چیز دی اور نہ اُسے چھوڑا کہ زمین کا گرا پڑا یا جو چیز ملتی، اُسے کھالیتی۔(۹)

اسی طرح رحمۃ للعالمین ﷺ کے بے شمار ارشادات کتب حدیث وسیرت میں موجود ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ دین اسلام کی تعلیمات وہدایات میں انسانی زندگی کے لیے امن وآشتی، رحمت وشفقت اور صلح وسلامتی کی ضمانت ہے۔

اسلام دین امن: تاریخ کی روشنی میں

اسلام امن وآشتی کا دین ہے جیسا کہ مذکورہ بالا آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ سے واضح ہو رہا ہے۔اسی طرح اسلامی تاریخ بھی اس بات کی شاہد ہے کہ مسلمانوں نے صلح وسلامتی اور امن وآشتی ہی کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھا ہے۔ذیل میں اختصار کے ساتھ تاریخ اسلام سے چند شواہد پیش کیے جاتے ہیں۔حضور اکرم ﷺ کے تمام غزوات اور سرایا کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کفار کے جارحانہ رویوں کے جواب میں تھے۔مشرکین مکہ، یہود اور نصاریٰ سے آپؐ نے جس قدر جنگیں کیں، وہ ان کی جارحانہ کارروائیوں کی وجہ سے تھیں۔شام کے سرحدی علاقوں میں عیسائیوں کی جارحانہ کارروائیوں کے انسداد ہی کے لیے ۸ھ میں آنحضرت ﷺ نے ایک دستہ روانہ فرمایا تھا۔آنحضرت ﷺ نے حارث بن عمیرؓ کو دعوتِ اسلام کا خط دے کر شرحبیل بن عمر غسانی کے پاس بھیجا، اس نے آپؐ کے اس قاصد کو جب قتل کر دیا تو اس کے قتل کا بدلہ لینے کے لیے آنحضرت ﷺ نے جنگی مہم کا پروگرام بنایا تھا۔

اسی طرح جب شام کی سرحد پر دشمنوں کی فوجوں کے جمع ہونے اور مدینہ پر حملہ آور ہونے کی خبریں عام ہوگئیں، تو آنحضرت ﷺ نے اپنے دفاع کا اہتمام فرمایا، الغرض آنحضرت ﷺ کے تمام غزوات اور سرایا دشمنوں کی جارحانہ کارروائیوں کے جواب میں تھے اور ان میں فریقین کا جانی نقصان اس قدر کم ہوا کہ اس کی انسانی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی جیسا کہ درج ذیل تفصیل سے واضح ہے:

نام فریق	اسیر	زخمی	مقتول	کل
مسلمان	۱	۱۲۷	۴۵۹	۳۸۷
مخالف	۶۵۶۴	---	۴۵۹	۷۳۲۳
میزان	۶۵۶۵	۱۲۷	۹۱۸	۷۷۱۰

Marfat.com

جب کہ دوسری طرف دیگر اقوام کی لڑائیوں کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں کروڑوں انسان کے خون سے ہولی کھیلی گئی۔ مثلاً ''مہابھارت کے مقتولین کی تعداد کروڑوں سے کم نہیں، یورپ کی مقدس مذہبی انجمنوں نے جس قدر نفوس کو ہلاک کیا، ان کی تعداد لاکھوں سے زائد ہے۔جان ڈیون پورٹ نے اپنی کتاب ''اپالوجی آف محمد اینڈ قرآن'' میں مذہبی عدالت کے احکام سے ہلاکتِ نفوس کی تعداد ایک کروڑ بیس لاکھ بتائی ہے، جو عیسائیوں کے ہاتھوں سے عیسائیوں کی ہوئی تھی۔اکیلی سلطنتِ سپین نے تین لاکھ چالیس ہزار عیسائیوں کو قتل کیا تھا، جن میں سے بتیس ہزار آدمی زندہ آگ میں جلائے گئے تھے۔''(۱۰)

آنحضرت ﷺ کے بعد خلفاء راشدینؓ نے بھی امن و سلامتی کے مشن کو جاری رکھا۔حضرت ابوبکرصدیقؓ نے منصب خلافت پرفائز ہونے کے بعد جو پہلا خطبہ ارشاد فرمایا،وہ اس کی ایک نمایاں مثال ہے، آپ نے فرمایا:

''ایها الناس قد ولیت أمرکم و لست بخیرکم، ایها الناس انما أنا متبع ولست بمبتدع، فان احسنت فأعینونی، وان زغت فقومونی،....وان اقواکم عندی الضعیف حتی اٰخذ له بحقه وان أضعفکم عندی القوی حتی اٰخذ منه الحق.''(۱۱)

''لوگو! مجھے تمھارا حاکم بنایا گیا ہے حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں، لوگو!میں متبع (سنت) ہوں، بدعتی نہیں ہوں، اگر میں امور ومعاملات کو اچھے طریقے سے سرانجام دوں تو میری مدد کرو اور اگر میں بھٹک جاؤں،تو مجھے سیدھا کردو،تم میں سے جو طاقت ور ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے، جب تک میں اس سے حق وصول نہ کرلوں اور جوتم میں سب سے کمزور ہے، وہ میرے نزدیک بہت طاقتور ہے، جب تک میں اسے اس کا حق نہ دلادوں۔''

مسلم اور غیر مسلم کے امتیاز کے بغیر امن وامان اور عدل وانصاف قائم کرنے کے لیے یہ آپ کی باقاعدہ طے شدہ پالیسی تھی جس کی وجہ سے معاشرہ امن، چین اور سکون کا گہوارہ تھا۔حضرت ابوبکرؓ نے جب ملک شام کی طرف ایک جہادی لشکر روانہ کیا تو اپنی اسی پالیسی اوراسلامی تعلیمات کے مطابق اسے یہ نصیحت فرمائی :

''عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرنا، پھل دار درخت نہ کاٹنا، بستیاں ویران نہ کرنا،کوئی بکری یا اونٹ کھانے کے سوا ذبح نہ کرنا،کھجور کے درخت نہ کا ٹنا اور نہ جلانا،خیانت نہ کرنااور بزدلی نہ دکھانا۔''(۱۲)

حضرت عمر فاروقؓ کا عدل تو ایک ضرب المثل کی حیثیت رکھتا ہے۔یہاں ہم ان چند معاہدات کو بطور

Marfat.com

مثال پیش کریں گے، جو مختلف ممالک کی فتح کے وقت آپؓ نے ان کے باشندوں کے ساتھ کیے تھے۔ ان معاہدات کے مطالعہ سے جہاں اس بات کی تصدیق ہوگی کہ حضرت عمرؓ نے اپنے دورِ خلافت میں سکونت پذیر غیر مسلم رعایا کے ساتھ بھی عدل وانصاف کا معاملہ کیا، جس سے معاشرہ امن وآشتی کا ایسا گہوارہ بن گیا کہ جس کی دنیا کی تاریخ میں کوئی مثال نہیں ملتی، وہاں اس بات پرغورکرنے کا بھی موقع ملے گا کہ کیا یورپ نے بایں ہمہ دعویٰ تہذیب اس قسم کے حقوق کبھی غیرقوم کو دیئے ہیں اوریاد رہے کہ ہرقسم کی رعایا کومکمل حقوق دینے ہی سے معاشرہ میں امن وسلامتی کا فروغ ہوسکتا ہے۔

حضرت عمرفاروقؓ کے معاہدات میں سے بیت المقدس کا وہ معاہدہ بہت مشہور ہے، جو خود آپؓ کی موجودگی میں اورآپؓ ہی کے الفاظ میں لکھا گیا جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

''یہ ہے وہ امان جو اللہ کے بندے امیر المومنین عمرؓ نے اہل ایلیا کو دی۔ یہ امان ان کی جان، مال، گرجا، صلیب، تندرست، بیمار اوران کے تمام مذہب والوں کے لیے ہے۔اس طرح پر کہ ان کے گرجاؤں میں نہ سکونت کی جائے گی، نہ وہ ڈھائے جائیں گے، نہ ان کو اورنہ ان کے احاطہ کوکوئی نقصان پہنچایا جائے گا، نہ ان کی صلیبوں اور ان کے مال میں کچھ کمی کی جائے گی، مذہب کے بارے میں ان پر جبرنہیں کیاجائے گا، نہ ان میں سے کسی کو نقصان پہنچایا جائے گا، ایلیا میں ان کے ساتھ یہودی نہیں رہیں گے، ایلیا والوں پر یہ فرض ہے کہ اور شہروں کی طرح جزیہ دیں اور یونانیوں کونکال دیں۔ ان یونانیوں میں سے جوشہر سے نکل جائے گا، اس کی جان اور مال کو امن ہے۔حتی کہ وہ جائے پناہ میں پہنچ جائے اور جو ایلیا ہی میں رہنا پسند کرے تو اس کو بھی امان ہے۔البتہ اسے جزیہ دینا ہوگا اور ایلیا والوں میں سے جوشخص اپنی جان اور مال لے کر یونانیوں کے ساتھ جانا چاہے، توان کو اوران کے گرجاؤں اورصلیبوں کوامن ہے، یہاں تک کہ وہ اپنی جائے پناہ تک پہنچ جائیں اور جو کچھ اس تحریر میں ہے، اس پر اللہ کا، اس کے رسولؐ کا اور مومنوں کا ذمہ ہے بشرطیکہ یہ لوگ مقررکردہ جزیہ ادا کرتے رہیں۔اس تحریر پر گواہ ہیں خالد بن ولید، عمرو بن عاص، عبدالرحمٰن بن عوف اور معاویہ بن ابی سفیان ہیں اور یہ ۱۵ھ میں لکھا گیا۔''(۱۳)

دوسری طرف جب ۱۰۹۹ء میں اسی بیت المقدس پر عیسائیوں نے قبضہ کیاتو:

''مفتوح ومغلوب مسلمانوں کے ساتھ انھوں نے وہ برتاؤ کیا کہ الامان والحفیظ۔شہر کے

Marfat.com

گلی کوچوں میں کشتوں کے پشتے لگ گئے، بے دست وپا مسلمانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے گئے، انھیں آگ میں جلایا گیا اور مسجد اقصیٰ کی چھت اور بنیادوں پر بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کیا گیا۔'' (۱۴)

اور پھر اسی بیت المقدس کو جب دوبارہ صلاح الدین ایوبی نے فتح کیا تو:

''کسی عیسائی (غیر مقاتل) کو کوئی تکلیف نہ پہنچائی گئی اور ہلکا سا ٹیکس (جزیہ) لگانے کے بعد سب کو مذہبی آزادی دے دی گئی۔ دوران جنگ عیسائیوں کا سپہ سالار رچرڈ اول بیمار ہوا، تو صلاح الدین ایوبی اسے کھانا، پھل اور دیگر مفرحات بھجواتا رہا۔''

حضرت عمرؓ کے اس نوع کے اور بھی بہت سے معاہدات معروف ہیں، آپؓ نے اپنی وفات کے قریب اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کے لیے ایک مفصل وصیت بھی لکھوائی تھی، اس وصیت کو محدثین میں سے امام بخاریؒ اور امام بیہقیؒ کے علاوہ بہت سے مؤرخین نے بھی ذکر کیا ہے، اس وصیت کا آخری فقرہ یہ ہے:

اوصیه بذمة اللّٰه....(۱۵)

''میں ان لوگوں کے حق میں وصیت کرتا ہوں، جن کو اللہ اور ان کے رسولؐ کا ذمہ دیا گیا ہے (یعنی ذمی) کہ ان سے کیا گیا عہد پورا کیا جائے اور ان کی حمایت میں لڑا جائے اور ان کو ان کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہ دی جائے۔''

خلفاء راشدینؓ آنحضرت ﷺ کے صحیح جانشین تھے، انھوں نے ایسا پر امن ماحول قائم کیا، جسے عالمی تاریخ میں ایک مثالی حیثیت حاصل ہے، اس بارے میں مشہور مغربی مؤرخ ڈاکٹر گستاولی بان کی شہادت سنیے:

''خلفاء راشدینؓ جس ملکی خوش تدبیری کو کام میں لائے، وہ ان کی سپہ گری اور اس فن حرب سے مافوق تھی، جسے انھوں نے آسانی سے سیکھ لیا تھا، شروع ہی سے انھیں ایسی اقوام سے کام پڑا، جن پر سالہا سال سے مختلف حکومتوں نے نہایت بے رحمی سے ظلم کر رکھا تھا اور اس مظلوم رعایا نے نہایت خوشی کے ساتھ ان نئے ملک گیروں کو قبول کر لیا، جن کی حکومت میں انھیں بہت زیادہ آسائش تھی۔ مفتوح اقوام کا طریقہ عمل کیا ہونا چاہیے، نہایت صریح طور پر مقرر کر دیا گیا اور خلفاء اسلام نے ملکی اغراض کے مقابل میں ہرگز بزور شمشیر دین حق کو پھیلانے کی کوشش نہیں کی، بلکہ بعوض اس کے کہ وہ بجبر اپنے دین کی اشاعت کرتے، وہ صاف طور پر ظاہر کر دیتے تھے کہ اقوام مفتوحہ کے مذاہب ورسوم اور اوضاع کی پوری طرح سے حرمت کی جائے گی اور اس آزادی کے معاوضے میں وہ ان سے ایک بہت خفیف

Marfat.com

ساخراج لیتے تھے، جو ان مطلوبات کے مقابل میں جو ان اقوام کے پرانے حکام ان سے وصول کیا کرتے تھے،نہایت ہی کم تھا۔''(۱۶)

اسی طرح ڈاکٹر گستاولی بان نے حضرت عمرو بن عاصؓ کے بارے میں بھی لکھا ہے:

''جوسلوک عمروؓ بن عاص نے مصریوں کے ساتھ کیا، وہ اس سے کم نہ تھا،اس نے باشندگان مصر سے وعدہ کیا کہ پوری مذہب کی آزادی،پورا انصاف بلا رورعایت اور جائیداد کی ملکیت کے پورے حقوق دیئے جائیں گے اور ان ظالمانہ اورغیر محدود مطالبوں کے عوض میں جوشہنشاہ یونان ان سے وصول کرتے تھے،صرف ایک معمولی سالانہ جزیہ لیاجائے گا، جس کی مقدار فی کس دس روپے تھی۔''(۱۷)

ڈاکٹر گستاولی بان نے حضرت عمرو بن عاصؓ کے بارے میں مزیدلکھا ہے:

''جیسا کہ حضرت عمرؓ نے بیت المقدس میں کیا تھا ویسا ہی عمروؓ نے بھی عیسائیوں کے ساتھ بہت ہی مہربانی کا سلوک کیا۔جس وقت قوم قبطی نے ایک نئے بطریق کی جوعہدہ ان میں ہمیشہ سے چلا آتا تھا،درخواست کی تو عمروؓ نے فوراً وہ درخواست منظور کرلی۔اس نے مذہب عیسوی کی ہمدردی کو اس درجہ جائز رکھا کہ مسلمانوں کے شہر میں بھی کلیسا تعمیر ہونے کی اجازت دے دی۔''(۱۸)

۷۱۱ء میں راجا داہر کی ظالمانہ پالیسیوں کی وجہ سے محمد بن قاسمؒ سندھ پرحملہ آور ہوا اور فتح حاصل کرنے کے بعد تین سال تک اس سرزمین پر قیام پذیر رہا۔ان تین سالوں میں محمد بن قاسم نے اپنے حسن سلوک سے سندھیوں کو اس حدتک اپنا گرویدہ بنالیاتھا کہ وہ اس کی ماتحتی میں اپنے ہی فوجی سرداروں سے لڑنا باعث فخر سمجھتے تھے۔تین سال بعد جب محمد بن قاسم عراق واپس جانے لگا تو لوگوں کی اشکبار آنکھیں ان کے اندرونی غم کی غمازی کررہی تھیں۔لوگ عرصہ دراز تک اس کی جرأت،نیک سلوک اور پر وقار شخصیت کی باتیں کرتے رہے۔

تاریخ کی اس شہادت سے یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ اسلام نے انسانی زندگی کے لیے امن وآشتی،رحمت وشفقت اورسلامتی کی جوتعلیمات دی ہیں،مسلمانوں نے ان تعلیمات کے مطابق عمل کیااورعملی طور پر اس کا مظاہرہ بھی کیا۔

جہاد اور دہشت گردی

ابلاغ عامہ میں دہشت گردی کے واقعات کو جہاد کے ساتھ جوڑ دیاجاتا ہے۔اس کا ایک سبب تو دہشت گردی میں ملوث وہ لوگ ہیں جنھوں نے دہشت گردی کو جہاد کانام دیاہے اور دوسرے مغرب میں

Marfat.com

جہاد کا غلط مفہوم ہے۔ضرورت اس امر کی ہے کہ پہلے جہاد کے مفہوم کوواضح کیا جائے؟

اسلام امن وآشتی اور محبت وسلامتی کا دین ہے،تو اس کے یہ معنی نہیں کہ اگر مسلمانوں پر ظلم ہوتو وہ اسے برداشت کرتے جائیں اور اگر انھیں دہشت گردی کانشانہ بنایا جائے، تووہ اس کا نشانہ بنتے جائیں، اسلام کے امن وسلامتی کے دین ہونے کے معنی یہ ہیں کہ مسلمانوں کوظلم نہیں کرنا چاہیے، کسی کا ناحق خون نہیں بہانا چاہیے،معصوم انسانو ں کی جان ومال کوکسی طرح نقصان نہیں پہنچانا چاہیے، جہاں تک ظالم کے ہاتھ کو روکنے کاتعلق ہے،تو اسلام بلاشبہ اس بات کی اجازت دیتاہے کہ ظالم کا ہاتھ روک دیاجائے اوردہشت گردی کا مقابلہ کیاجائے۔ظلم وزیادتی، تخریب کاری اوردہشت گردی کے اسی مقابلہ کو اسلامی اصطلاح کے مطابق جہاد سے تعبیر کیا جاتا ہے۔یعنی جہاد اوردہشت گردی میں فرق یہ ہے کہ جہادظلم وزیادتی اور فتنہ وفساد کامقابلہ کرنے اوراسے روکنے کانام ہے، جبکہ دہشت گردی فتنہ انگیزی اورظالمانہ کارروائی ہے۔جہادحق کے دفاع اورعدل وانصاف کے قیام کا نام ہے، جب کہ دہشت گردی اندھا دھندقتل وغارت گری اور بے دریغ تباہی وبربادی مچادینے کا نام ہے۔دہشت گردی سراسرایک منفی طرزعمل ہے،جب کہ جہاد ایک مثبت اصول حیات ہے،جس کا مقصد اللہ تعالیٰ کے کلمہ کی سربلندی اور انسانیت کا تحفظ ہے۔یہی وجہ ہے کہ جہاد سے متعلق اسلامی تعلیمات وہدایات میں یہ سنہری اصول بھی موجود ہیں:

۱۔ اہل قتال کوبھی آگ میں نہ جلایا جائے۔

۲۔ کسی کو باندھ کر نہ مارا جائے۔

۳۔ قیدی کوقتل نہ کیاجائے۔

۴۔ لاش کو بگاڑا نہ جائے۔

۵۔ سفیرکوقتل نہ کیاجائے۔

۶۔ بدعہدی نہ کی جائے۔

۷۔ راہبوں اورعابدوں کوستایا نہ جائے اورنہ ان کی عبادت گاہیں مسمار کی جائیں۔

۸۔ کوئی پھل دار درخت نہ کاٹا جائے اور نہ کھیتیاں جلائی جائیں۔

۹۔ آبادیاں ویران نہ کی جائیں۔

۱۰۔ جانوروں کو ہلاک نہ کیا جائے۔

یہ اور اس طرح کے دیگر اصول ہیں، جو اس بات کی واضح دلیل ہے کہ اسلام نے حالتِ جنگ میں بھی انسانیت کوامن وسلامتی اورحسن سلوک کا پیغام دیاہے، مگرستم ظریفی یہ ہے کہ آج اسلام کو انتہا پسنددین، جہاد کو

Marfat.com

دہشت گردی اور مسلمانوں کو دہشت گرد اور تخریب کار قرار دیا جا رہا ہے۔افسوس کہ دنیا کی اس سوچ اور فکر کو آب وگل ہمارے حالات اور ہمارے اعمال و افعال سے فراہم ہو رہا ہے۔دشمنوں کے اس غلیظ پروپیگنڈا کے مقابلہ کے لیے ہمیں سب سے پہلے اپنے حالات کو سنوارنا اور اپنے افعال واعمال کو بدلنا ہوگا۔ہمیں سب سے پہلے خود وطنِ عزیز سے ہر قسم کی دہشت گردی کو ختم کر کے،اسے امن وسکون کا گہوارا بنانا اور تعمیر وترقی کی شاہراہ پر چلانا ہوگا۔

اسلام اور حرابہ

جو شخص زمین میں فتنہ وفساد برپا کرے،ڈکیتی و رہزنی اور قتل و غارت کا بازار گرم کرے اور اپنے ان مذموم افعال کے ذریعہ امن وامان کو ختم کر کے خوف و دہشت کی فضا پیدا کرے،تو اس قسم کی صورت حال کو قرآن مجید میں حرابہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔یہ انسانی معاشرے کے خلاف ایک سنگین جرم ہے لہٰذا اسلام میں اس کی سزا بھی سنگین ہے،ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ. (۱۹)

''جولوگ اللہ اور اس کے رسولؐ سے لڑائی کریں اور ملک میں فساد کرنے کو دوڑتے پھریں، ان کی یہی سزا ہے کہ قتل کر دیئے جائیں یا سولی چڑھا دیئے جائیں یا ان کے ایک طرف کے ہاتھ اور ایک طرف کے پاؤں کاٹ دیئے جائیں یا ملک سے نکال دیئے جائیں۔یہ تو دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا (بھاری) عذاب ہے۔''

قرآن مجید کی حرابہ کی یہ اصطلاح اپنے عموم کی وجہ سے دہشت گردی کی اصطلاح سے زیادہ وسیع اور جامع ہے کیونکہ یہ خوف ودہشت،ظلم وستم،قتل وغارت،ڈکیتی ورہزنی اور فتنہ وفساد کی تمام صورتوں کو محیط ہے،خواہ ان کا ارتکاب سیاسی،ذاتی،انفرادی،اجتماعی اور مادی کسی بھی قسم کے اغراض و مقاصد کی خاطر کیا گیا ہو، اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اسلام فتنہ وفساد اور دہشت گردی کا کتنا شدید مخالف ہے۔

داخلی امن وسلامتی اور استحکام کے لیے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے وہ اقدامات نہایت اہمیت کے حامل ہیں، جو آپؓ نے مرتدین اور منکرین زکوٰۃ کے خلاف کیے تھے،اس طرح حضرت علیؓ نے امن وامان کی فضا قائم کرنے اور ملک کے داخلی استحکام کے لیے خوارج کے خلاف جو اقدامات کیے تھے،وہ بھی بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی واضح رہے کہ اگر حکمران ایسے اقدامات شروع کر دیں، جو اسلامی

Marfat.com

شریعت کے صریحاً خلاف ہوں یا ملحد وزندیق قسم کے لوگ برسرِ اقتدار آ کر اسلام کے خلاف معاندانہ اقدامات شروع کر دیں، تو پھر رعایا کو ایسے حکمرانوں کے خلاف اقدام کی اجازت ہے، مگر یہ اجازت چند سخت شرائط کے ساتھ مشروط ہے، جن کی تفصیل فقہ واسلامی سیاسیات کی کتب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ تاہم شریعت اسلامی نہ قانون کو ہاتھ میں لینے کی اجازت دیتی ہے نہ دہشت گردی کی۔

غیر ملکی ابلاغ عامہ اور عالمی رپورٹوں میں عام طور پر اسلام اور دہشت گردی کو لازم وملزوم اور ہر مسلمان کو دہشت گرد، خاص طور پر تمام مذہبی شعائر نماز، روزہ، داڑھی یعنی مذہبی رجحان کو دہشت گردی ٹھہرایا جاتا ہے۔ یہ طرزِ فکر دہشت گردی کے خاتمے کے بجائے اس کے فروغ کا سبب بن رہا ہے۔

حواشی

۱۔ (النور ۲۴: ۵۵)

۲۔ (المائدہ ۵:۸)

۳۔ (المائدہ ۵:۳۲)

۴۔ ابوداؤد، السنن، الخراج، باب فی تعشیر اهل الذمة، رقم الحدیث ۳۰۵۲، (ریاض: دارالسلام للنشر والتوزیع، ۲۰۰۰ء)

۵۔ ابن ماجہ، السنن، الاحکام، باب من بنی، رقم الحدیث ۲۳۴۴، (ریاض: دارالسلام للنشر والتوزیع، ۲۰۰۰ء)

۶۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الذبائح والصید، باب مایکره من المثلة، رقم الحدیث ۵۵۱۵، (ریاض: دارالسلام للنشر والتوزیع، ۲۰۰۰ء)

۷۔ ابوداؤد، السنن، الأدب، باب فی الرحمة، رقم الحدیث ۴۹۴۱، (ریاض: دارالسلام للنشر والتوزیع، ۲۰۰۰ء)

۸۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب المظالم، باب ظلمات یوم القیامة، رقم الحدیث ۲۴۴۷، (ریاض: دارالسلام للنشر والتوزیع، ۲۰۰۰ء)

۹۔ بخاری، الجامع الصحیح، بدأالخلق، باب اذا وقع، رقم الحدیث ۳۳۱۸، (ریاض: دارالسلام للنشر والتوزیع، ۲۰۰۰ء)

۱۰۔ منصور پوریؒ، قاضی محمد سلیمان، رحمۃ للعالمین (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، سنہ ندارد)، ج ۲، ص ۲۱۹۔۲۲۱۔

۱۱۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ (بیروت: دارصادر، ۱۳۷۷ھ/ ۱۹۵۹ء)، ج ۳، ص ۱۸۲۔۱۸۳۔ ابن کثیر، البدایة والنهایة (بیروت: مکتبہ المعارف، ۱۹۶۶ء)، ج ۵، ص ۲۴۸۔

۱۲۔ امام مالک، الموطأ، کتاب الجهاد، باب النهی عن قتل النساء والولدان فی الغزو، (بیروت: داراحیاء التراث العربی، ۱۹۹۷ء)

۱۳۔ الطبری، تاریخ الرسل والملوک (بیروت: مکتبہ خیاط، سنہ ندارد)، ج ۳، ص ۴۳۴۔

۱۴۔ اسٹینلے لین پول (مصنف)، آباد شاہ پوری (مترجم)، صلاح الدین ایوبی (اسلام آباد: بک پروموٹرز، ۱۹۹۷ء)، ص ۹۸۔

۱۵۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجنائز، رقم الحدیث ۱۲۳۳، (ریاض: دارالسلام للنشر والتوزیع، ۲۰۰۰ء)

۱۶۔ ڈاکٹر گستاولی بان، (ترجمہ سید علی بلگرامی)، تمدن عرب (لاہور: مقبول اکیڈمی، سنہ ندارد)، ص ۱۳۱۔

۱۷۔ حوالہ مذکور ص ۱۳۲۔

۱۸۔ حوالہ مذکور ص ۲۹۲۔۲۹۳۔

۱۹۔ المائدہ (۵:۳۳)

Marfat.com

باب چہارم

دہشت گردی: قانونی مغالطے

اسلم سہراب
ایڈووکیٹ، اسلام آباد

اسلامی نظریاتی کونسل نے سال 2005ء میں اسلام اور دہشت گردی کے موضوع پر ایک سیمینار کا انعقاد کیا۔ معروف فاضل افراد کا ایک پینل تشکیل دیا گیا اور چند مسائل کا انتخاب کیا گیا جن پر اس پینل نے گفتگو کرنی تھی۔ کونسل نے دو علیحدہ مواقع پر منعقدہ سیمینار کی کارروائی پر مبنی ایک رپورٹ شائع کی۔ اس رپورٹ کا جواز آئین کی وہ شق ہے جس کے تحت کونسل کو یہ اختیار حاصل ہے کہ ایسی سفارشات وضع کرے تاکہ عوام اس قابل ہو جائیں کہ وہ اپنی زندگیاں اسلامی اصولوں کے مطابق گزار سکیں۔ معاشرے میں عدم تحفظ کے احساس اور قومی فلاح و بہبود کو خطرے میں ڈالنے والے دہشت گردی کے واقعات سے اس رپورٹ کی تحریک ملی۔ مزید برآں، اسلامی ریاستوں کو بین الاقوامی دہشت گردی کا ہدف بنایا جا رہا ہے اور ایک بین لاقوامی پراپیگنڈہ مہم چلائی جا رہی ہے تاکہ مسلمانوں کو دہشت گرد قرار دیا جائے اور اسلام کو دہشت گردی کے مذہب کے طور پر بدنام کیا جائے۔ پینل کی جانب سے جو مسائل بحث کے لئے ترتیب دئے گئے تھے ان میں دہشت گردی کی تعریف، اہداف، مقاصد اور اسباب شامل تھے۔ علاوہ ازیں ایک دہشت گرد کی تعریف اور حتمی طور پر دہشت گردی سے متعلق تجاویز اور سفارشات ایسے مسائل تھے جن پر روشنی ڈالی گئی۔ اسلام اور دہشت گردی جیسے بعض اہم اور متعلقہ مسائل پر روشنی ڈالنے کے لیے اور جہاد اور دہشت گردی کے درمیان فرق واضح کرنے کے لیے تین ضمیمہ

Marfat.com

جات بشمول امن اعلامیے کو رپورٹ میں شامل کیا گیا۔

اسلامی نظریاتی کونسل نے دہشت گردی کے ''اسباب و وجوہات'' کے حوالے سے بعض قابل تعریف مشاہدات پیش کیے ہیں۔ مثلاً بنیادی حقوق کی خلاف ورزی، قومی اور بین الاقوامی سطح پر غیر منصفانہ سماجی و سیاسی نظام کی موجودگی اور قانون کی محدود حکمرانی اور قومی سطح پر سیاسی نظام میں عدم استحکام جیسے عناصر دہشت گردی کے عوامل قرار دیے گئے۔ بین الاقوامی پس منظر میں اسلامی دنیا میں موجود قدرتی وسائل پر قبضے کے امریکی منصوبے اور امت مسلمہ پر مغربی ثقافت مسلط کرنے کو اس امریکی منصوبے کا حصہ قرار دیا گیا جس کے تحت امریکہ دنیا پر اپنا غلبہ چاہتا ہے۔ اس حکمت عملی کے حوالے سے دہشت گردی کے خلاف امریکی مہم بذات خود دہشت گردی ہے۔ قومی سطح پر طاقت کے استعمال کے ذریعے سیاسی اقتدار چھیننا بھی دہشت گردی کا ایک ذریعہ بن گیا ہے۔ کونسل کی جانب سے پیش کی گئی ''تجاویز اور سفارشات'' مسلمان ریاستوں سے متعلق ہیں کہ وہ متحد ہو کر دہشت گردی کے خطرات سے نمٹیں، دہشت گردی کو جہاد قرار دینے کے الزام کی پیشگی روک تھام کریں، انسانی حقوق کی خلاف ورزیوں کو ختم کریں اور مختلف انٹیلی جنس ایجنسیوں بشمول اہم ایجنسی آئی ایس آئی کی تنظیم نو کریں اور مجموعی جائزہ لیں تاکہ دہشت گرد گروہوں کی سیاسی سرپرستی کا خاتمہ کیا جا سکے۔

دہشت گردی کی صحیح تعریف

اسلامی نظریاتی کونسل نے اپنی رپورٹ میں خصوصی طور پر اس بات کی وضاحت کی ہے کہ دنیا میں اس وقت دہشت گردی کی کوئی قابل قبول تعریف موجود نہیں ہے، اس لیے یہ ضروری ہے کہ خصوصاً اسلامی دنیا کی جانب سے دہشت گردی کی ایک تعریف وضع کی جائے۔

دہشت گردی کی تعریف پہلے سے متذکرہ ضروری خد و خال کے ساتھ کرنے کی ضرورت وہ حقیقت ہے جس کی وجہ سے اسلامی دنیا ایسے الزامات کا سامنا کر رہی ہے جو دہشت گردی کے حوالے سے اس پر لگائے گئے ہیں۔ یہ عجیب سی بات نظر آتی ہے کہ امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے اکتوبر ۲۰۰۱ء میں افغانستان پر حملہ اپنی دہشت گردی کے خلاف مہم کے ایک حصے کے طور پر کیا، بغیر اس کے کہ اس وقت دنیا میں دہشت گردی کی کوئی قابل قبول تعریف موجود ہو۔ اسی طرح سے ہندوستان نے پُر تشدد واقعات کے بعد جس میں یکم دسمبر کو پارلیمنٹ کو نشانہ بنایا گیا تھا پاکستان کے ساتھ اپنی مشترکہ سرحدوں پر ایک ملین فوج تعینات کر دی، پاکستان کو اپنے بڑے بڑے مطالبات پیش کرنے شروع کر دیے اور بظاہر بھرپور فوجی کارروائی کے درپے ہو گیا۔ بالآخر پاکستان کی جانب سے اپنے حتمی موقف پر ڈٹے رہنے اور ہندوستان کے غلط رویے پر

Marfat.com

بین الاقوامی تنقید کی وجہ سے ہندوستان نے محاذ سے اپنی افواج واپس بلوالیں۔اس سے مسلمہ طور پر اور روایتی فوجی معیارات کے مطابق ہندوستان کو پسپائی کا سامنا کرنا پڑا۔ اب تک یہ بات کہی جاتی رہی ہے کہ ہندوستان کی جانب سے اس قسم کے فوجی اقدام کا فیصلہ دہشت گردی کی کوئی قابل قبول تعریف کی عدم موجودگی کے باوجود کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ ہندوستان نے عمومی طور پر مسلمہ فطری انصاف کے تقاضے کی کھلم کھلا خلاف ورزی بھی کی تھی۔ ہندوستان نے یکطرفہ اپنے معاملے کی از خود منصبی کرنے کی کوشش کی تھی اور اس مقصد کے لیے وہ اس میں اقوام متحدہ یا کسی دیگر غیر جانبدار ادارے کو بھی خاطر میں نہیں لایا۔ اس بات کے باوجود کہ ہندوستان اس معاملے میں صرف ایک فریق تھا۔

اس طرح امریکہ نے افغانستان پر یکم دسمبر کو جو حملہ کیا تھا وہ بھی فطری انصاف کی ایک خلاف ورزی تھی اس لیے کہ یہ حملہ اپنے موقف کی حمایت میں عدالتی معیار کی کوئی شہادت پیش کیے بغیر کیا گیا تھا۔ امریکہ نے یک طرفہ طور پر اپنے معاملہ کے بارے میں خود فیصلہ کیا۔ لہذا اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ دہشت گردی کی کسی قابل قبول تعریف کی عدم موجودگی اور دہشت گردی کے بارے میں اپنی من پسند کارروائیوں کی وجہ سے، جیسا کہ ہندوستان اور امریکہ کے رویوں کی مثالیں پیش کی گئی ہیں، مسلسل بین الاقوامی منظر پر نامطلوب اثرات پڑتے رہیں گے۔

دہشت گردی کی ایسی تعریف جسے وسیع طور پر پوری دنیا میں تسلیم کیا جائے جیسا کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ میں بیان کیا گیا ہے، کے بعض تقاضے ہیں۔ نوعیت، وسعت، خصوصیات، پہلوؤں کی نشاندہی مذکورہ دہشت گردی کی تعریف کا حصہ ہیں۔ دہشت گردی کے کئی وجوہات ہوتی ہیں مثلاً سیاسی، نظریاتی، مذہبی اور معاشی۔ تاہم یہ دہشت گردی کی سیاسی وجہ ہے جو کہ (بین الاقوامی) سطح پر ریاست کے اندر اور باہر دونوں سطحوں پر اثرات ڈالتی ہے۔ بنیادی طور پر متفقہ لائحہ عمل کے حصول کے لئے دہشت گردی کی تعریف میں بعض بنیادی مفروضات کی بھی بات کی جانی چاہئے۔

i) دہشت گردی بنیادی طور پر قانونی یا فوجی مسئلے کے بجائے ایک سیاسی مسئلہ ہے۔

ii) دہشت گردی کمزور کا طاقتور کے خلاف جواب ہے۔

iii) اصل مسئلے کی نشاندہی اور اسے حل کیے بغیر دہشت گردی کا مسئلہ سنگین صورت اختیار کر سکتا ہے یعنی دہشت گردی کے خاتمے کے لیے دہشت گردی کا ہی سہارا لیا جا سکتا ہے۔ (اس آخری پیچیدگی کی نشاندہی اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ جو دہشت گردی سے متعلق ہے، میں بھی کی گئی ہے۔) دہشت گردی سے متعلق پائے جانے والے ان مفروضوں کے تناظر میں ریاست اکثریتی واقعات

Marfat.com

میں ذمہ دار دکھائی دیتی ہے،خواہ اسباب ریاستی ہوں یا بین الریاستی۔ جہاں تک اس معاملے کے بنیادی سبب کا تعلق ہے، اس میں سیاسی ناانصافی کلیدی کردار ادا کرتی ہے۔ دہشت گردی قوموں کی سیاسی حیثیت کے تعین اور معاشی، سماجی اور تہذیبی ترقی کے لئے حق خودارادیت سے انکار کا نتیجہ ہے۔ملکی یا بین الاقوامی سطح پر ظلم دہشت گردی کا اہم سبب ہے۔ یہ حقیقت قابلِ ذکر ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ ریاست کا ملوث ہونا دہشت گردی کا بنیادی ذریعہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سب سے پہلے دہشت گردی کی اصطلاح کا استعمال اس وقت کیا گیا تھا،جب حکومت فرانس نے جیکبن نامی دہشت گردی کے واقعے میں اٹھارویں صدی کے آخر میں حصہ لیا۔ دہشت گردی کی تعریف جو تین مفروضوں پر موقوف ہے، بذات خودمتعلقہ قانون سازی کو عمل میں لا سکتی ہے۔ دہشت گردی کی یہ تعریف انصاف کے قیام،قانون کی بالادستی اور مساوات کی ضرورت کو پورا کرتی ہے۔اس معنی میں کہ قانون کا اطلاق ہر حالت میں تمام افراد یا ریاستوں پر ہونا چاہئے،سیاسی نا انصافی کے خاتمے کے لئے قانون ایک بنیادی شرط ہے اور سیاسی نا انصافی بہت سارے واقعات میں سے ایک بنیادی سبب ہے۔ یہ قابل ذکر بات ہے کہ صحیح قانون سازی اور انصاف کی پرورش اطمینان بخش طور پر دہشت گردی کی دوسری صورتوں یعنی مذہبی، نظریاتی وغیرہ کا حل اور کنٹرول فراہم کرے گی۔ صحیح قانون سازی وہ ضروری شرط ہے جو دہشت گردی کے عامل کا علاج کرتی ہے جو ریاستی سطح پر ناانصافی سے عبارت ہے جس کا مقصد قانونی انصاف کی فراہمی ہے، فطری طور پر اس کی وجہ سے بین الاقوامی قانون پر انحصار پیدا ہو گا۔

دہشت گردی کی تعریف سے متعلق مذکورہ پسِ منظر میں اور تمام اقوام اور لوگوں کی خاطر انصاف کے حصول کے لئے ایک ایسی تعریف کافی ہو گی جو(اندرون ملک مسائل کے بارے میں) اور دہشت گردی کے بین الاقوامی پہلو(بین الاقوامی مسائل) کا احاطہ کرتی ہو، کیونکہ ریاست کے معاملے میں دہشت گردی کے مسئلے سے متعلق اہم مقصد انصاف کا حصول ہے اور بڑا مقصد دہشت گردی کا خاتمہ ہے۔ جبکہ عالمی سطح پر اصل مقصد سیاسی طور پر ہونے والی نا انصافی کی جگہ سیاسی انصاف کا حصول ہے۔ سیاسی انصاف کا حصول ریاستی اختیارات پر عمومی پابندیاں عائد کرنے سے ممکن ہو گا۔ سیاسی انصاف کے حصول کا اہم مقصد دہشت گردی کی اہم بنیادی وجہ یعنی دنیا میں سیاسی نا انصافی کا خاتمہ ہے۔ قابل ذکر حقیقت یہ ہے کہ قانونی انصاف کے حصول کے لئے ویسٹ

Marfat.com

فالئین دنیا(1648ء) کے بعد ریاستی ڈھانچہ مناسب فورم ہے جبکہ سیاسی انصاف کے حصول کے لئے ایک بالاتر ریاست کا ڈھیلا ڈھالا ڈھانچہ لازمی ہے جو دنیا کی موجودہ صورتحال میں اقوام متحدہ اور عدالت انصاف جیسی بین الاقوامی تنظیموں کے ذریعے فراہم کیا جاتا ہے۔

اس تناظر میں دہشت گردی کی مطلوبہ تعریف قانون اور سیاست جیسے دو پہلوؤں پر مبنی ہے، قانون اور سیاست آپس میں لازمی طور پر منسلک ہیں۔ کیونکہ ایسی تعریف کو ہی عالمی قبولیت حاصل ہوسکتی ہے، دنیا سے دہشت گردی کے خطرے کے خاتمہ کے مطلوبہ مقصد کے حصول کے لئے ترقی یافتہ اور ترقی پذیر قومی ریاستیں، ظالم اور مظلوم قومی ریاستیں، باغی اور برسر اقتدار حکومتیں، عملی سیاست میں حصہ لینے والے سیاستدان اور بین الاقوامی قانون کا کردار ادا کرنے کے خواہش مند، کمزور اور مضبوط وسائل رکھنے والی غاصب ریاستیں دہشت گردی کی اس تعریف کو قبول کرسکتی ہیں۔ان حقائق کی روشنی میں دہشت گردی کی مفید، متوازن اور مناسب تعریف کی تشکیل دوہرے پہلوؤں پر مشتمل ہوگی : قانونی پہلو میں اس تعریف کے اہم خدوخال حسبِ ذیل ہوں گے:

> ''اپنے پیش نظر ہدف کے حصول کے لئے خوفزدہ کرنے کے ارادے سے غیر قانونی اقدام یا تشدد کی دھمکی جس میں ریاست کے ان قوانین کی خلاف ورزی ہوتی ہوجن میں، امن عامہ، جائیداد کے خلاف جرائم اور وہ جرائم جو انسانی زندگی اوراس کی فلاح و بہبود وغیرہ کو متاثر کرتے ہوں، شامل ہیں''

جب کہ اس تعریف کے سیاسی پہلو کا لازمی عنصر حسبِ ذیل ہے:۔

> ''کسی قومیت، کسی نسلی گروہ یا کسی قوم کوخوفزدہ کرنے کے لئے غیر قانونی اقدام کرنا یا تشدد کی دھمکی دینا تاکہ وہ اپنے جائز سیاسی اور معاشی حقوق سے دستبردار ہو جائے، ان حقوق میں اقوام متحدہ کے چارٹر میں درج حق خودارادیت اور انسانی حقوق کے کئی بین الاقوامی اعلامیے شامل ہیں، یا درکار رضا مندی کے بغیر اپنی سیاسی حکمرانی مسلط کرنا اور یہ فکر نہ کرنا کہ یہ امکان ہوسکتا ہے کہ محروم اور مظلوم قوم ایسا پُر تشدد انتقام لے سکتی ہے جو عالمی امن کے لئے خطرہ ہو، ایسا انتقام ریاست کے اندر سے بھی ہوسکتا یا ریاست کی عمل داری سے باہر بھی ہوسکتا ہے''۔

اس جامع تعریف میں دو نکات کی وضاحت ضروری ہے۔ قانونی تعریف کی وضاحت میں استعمال

Marfat.com

ہونے والا جملہ ''پیش نظر ہدف'' عام مفہوم میں اس سے مراد برادری یا معاشرہ ہے، یہاں پر برادری یا معاشرہ کی تعریف محدود افراد کے گروہ سے مختلف ہے جن کے خلاف تشدد کے براہ راست اقدام کیے جاتے ہیں۔ اس تعریف کے سیاسی پہلو کے تناظر میں لفظ '' غیر قانونی'' تعریف کا متقاضی ہے۔کیونکہ بین الاقوامی قانون عموماً مسلمہ مفہوم میں قانون تصور نہیں ہوتا کیونکہ اس کی تعمیل کے لئے مستند جواز کی کمی ہوتی ہے۔ یہ ایسی صورتحال کی نمائندگی کرتی ہے جو قومی ریاست کی عمل داری کے برعکس ہے جہاں ریاست خصوصی اختیار کا حق رکھتی ہے اور ریاست کے پاس قانون کی تعمیل کے لئے پابندیوں کے نفاذ کی خاطر وسائل و ذرائع موجود ہوتے ہیں۔ بین الاقوامی سطح پر'' قانون'' سے متعلق یہ حقیقت اقوام متحدہ کی جانب سے دہشت گردی کے بارے میں اختیار کردہ جامع تشریح کے لئے لازمی طور پر جواز بنتی ہے۔

متعلقہ بین الاقوامی قانون کی تشکیل کے لئے ایک پیشگی اقدام کے طور پر اقوام متحدہ کی جانب سے ممکنہ وضع کردہ تعریف کے اختیار کرنے کا عمل ان پابندیوں کے لئے ایک محدود متبادل کے طور پر کام کرے گا۔ اقوام متحدہ کے چارٹر کو مدنظر رکھتے ہوئے قومی ریاستوں کی جانب سے اس تعریف کی پابندی اور اس کے مفاہیم کے لئے مطلوبہ پابندیوں کی خاطر کم از کم جزوی قانون کے طور پر ایک محدود متبادل ہوسکتی ہے۔

Marfat.com

باب پنجم:

خوارج: صدر اسلام میں انتہا پسندی کا ایک نمونہ

ثاقب اکبر

خوارج کون ہیں؟

امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجھہ کے دور خلافت شعبان 37ھ میں جب جنگ صفین اختتام پذیر ہونے کے قریب تھی تو افواج شام کی جانب سے قرآن نیزوں پر بلند کیے گئے۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ آئیں قرآن کی بنیاد پر آپس میں فیصلہ کریں۔ امیرالمومنین کی افواج میں اس دعوت کی سنجیدگی وعدم سنجیدگی کے حوالے سے اختلاف پیدا ہوا۔آپ اس جنگ کو منطقی انجام تک پہنچانا چاہتے تھے۔مگر فوج کے ایک اہم حصے نے اس دعوت کو قبول کرنے پر اصرار کیا۔ بہرحال دونوں طرف سے حکم مقرر ہوگئے۔ جب معاہدۂ تحکیم طے پا گیا تو ایک گروہ نے تحکیم کی مخالفت شروع کردی۔ بدقسمتی سے یہ وہی گروہ تھا جو پہلے تحکیم کو قبول کرنے پر مصر تھا۔ یہاں تک ان لوگوں نے حضرت علیؑ کو دھمکی دی کہ اگر آپ نہ مانے تو ہم آپ کے خلاف تلوار اٹھا لیں گے۔ بعد میں انہی افراد نے "**لاحکم الاللّٰہ**" کا نعرہ لگایا۔جس سے ان کی مراد یہ تھی کہ کسی کو حکم مقرر کرنا خلاف اسلام ہے۔ حضرت علیؑ نے ان سے کہا کہ کیا یہ تم ہی نہیں تھے کہ جنھوں نے تحکیم کو قبول کرنے کے لئے مجبور کیا تھا۔ انھوں نے کہا کہ ہم نے ایسا کرکے گناہ کیا تھا جو باعث کفر تھا،اب ہم نے توبہ کرلی ہے۔ آپ بھی اسے قبول کرکے کافر ہوچکے ہیں لہٰذا آپ بھی توبہ کریں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ حکم مقرر کرنا غلطی نہیں، نہ خلاف اسلام ہے اور نہ کفر۔ لیکن ان کا کہنا یہ تھا کہ علیؑ اپنے کفر کا اقرار کریں اور توبہ کریں، ورنہ ہم ان کے خلاف لڑیں گے۔ انہی

Marfat.com

لوگوں کو'' خوارج'' کہا گیا کیونکہ یہ گروہ بعدازاں ساری امت کو کافر اور خود کو مسلمان قرار دے کر امت سے جدا ہوگیا اور امت کے خلاف تیغ زنی کرتا رہا۔

آہستہ آہستہ ایک مکمل خارجی مذہب وجود میں آ گیا۔ ان کے اپنے مذہبی اصول وفروع تھے۔ ان کے متعدد فرقے ہوئے۔ خوارج کا سلسلہ دور عباسی کے اوائل تک چلتا رہا۔ انھوں نے ہمیشہ حکومتوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیے رکھا۔ ان کا مختصر تعارف مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی نے ان الفاظ میں کروایا ہے:

''یہ گروہ جنگ صفین کے زمانہ میں اس وقت پیدا ہوا جب حضرت علیؓ ومعاویہؓ اپنے اختلافات کا تصفیہ کرنے کے لئے دو افراد کے حکم مقرر کرنے پر راضی ہوئے۔ اس وقت تک یہ لوگ حضرت علیؓ کے حامیوں میں سے تھے۔ مگر تحکیم پر یہ اچانک بگڑ گئے اور انھوں نے کہا کہ خدا کے بجائے انسانوں کو فیصلہ کرنے والا مان کر آپ کافر ہوگئے ہیں۔ اس کے بعد یہ اپنے نظریات میں دور سے دور نکلتے چلے گئے اور چونکہ ان کے مزاج پُر تشدد تھے نیز یہ اپنے سے مختلف نظریہ رکھنے والوں کے خلاف جنگ اور غیر عادل حکومت کے خلاف خروج (مسلح بغاوت) کے قائل تھے اس لئے انھوں نے ایک طویل مدت تک کشت وخون کا سلسلہ برپا رکھا، یہاں تک کہ عباسی دور میں ان کی قوت کا بالکل خاتمہ ہوگیا۔ ان کا بھی سب سے زیادہ زور عراق میں تھا اور بصرہ وکوفہ کے درمیان البطائح کے علاقے میں ان کے بڑے اڈے قائم تھے۔''(۱)

خوارج کے عقائد

خوارج کے عقائد کا خلاصہ کچھ اس طرح سے ہے:

1۔ خوارج حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ کی خلافت کو درست مانتے تھے تاہم ان کے تئیں حضرت عثمانؓ اپنی خلافت کے آخری دور میں خلاف عدل وحق اقدامات کے سبب کافر ہوگئے تھے۔ تحکیم کو قبول کرنے کے سبب ان کے نزدیک حضرت علیؓ بھی کافر تھے۔ وہ معاویہؓ، اصحاب جمل، اصحاب تحکیم اور جو تحکیم پر راضی ہوئے سب کو کافر سمجھتے تھے۔ بعد کے خلفاء بھی ان کے نزدیک کافر تھے۔

2۔ جو لوگ حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کو کافر نہیں جانتے تھے، خوارج کے نزدیک وہ بھی کافر تھے۔

3۔ خوارج کے نزدیک ایمان فقط قلبی عقیدہ سے عبارت نہیں بلکہ اوامر پر عمل اور نواہی کو ترک کرنا ان کے نزدیک جزو ایمان ہے۔ گویا ایمان اعتقاد وعمل کا مرکب ہے۔

Marfat.com

4۔ ان کے مطابق ظالم والی وامام کے خلاف خروج بلا شرط واجب ہے۔ ان کے عقیدے میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کسی اور شے سے مشروط نہیں بلکہ اس الٰہی حکم پر عمل درآمد ہر مقام پر بلا استثنا واجب ہے۔

5۔ اپنے علاوہ وہ سب کو کافر سمجھتے تھے، کافر کا خون بہانا ان کے نزدیک جائز تھا اور اپنے علاوہ ہر شخص کو دائمی جہنم کا حقدار سمجھتے تھے۔

6۔ ان کے مطابق ضروری نہ تھا کہ خلیفہ قریشی ہو۔ ان کا عقیدہ تھا کہ خلیفہ کو آزاد انتخاب سے چنا جانا چاہیے۔

7۔ گناہ ان کے نزدیک کفر کا ہم معنی تھا اور ہر مرتکب گناہ کبیرہ (اگر وہ توبہ ورجوع نہ کرے) کو کافر قرار دیتے تھے۔

8۔ ان کے خیال میں خلیفہ جب تک طریق عدل وصلاح پر رہے اس کی اطاعت واجب ہے مگر جب وہ اس طریق سے ہٹ جائے تو اس سے لڑنا اور اسے قتل کر دینا بھی واجب ہے۔(۲)

مختلف گروہوں کے نظریات

خوارج کے مختلف گروہ تھے۔ واقعۂ تحکیم کے بعد جو گروہ معرض وجود میں آیا وہی دراصل خوارج کے بعد میں پیدا ہونے والے گروہوں کے لئے ام الفرق کی حیثیت رکھتا ہے اسے تحکیم کی ہی مناسبت سے محکمۃ کہا جاتا ہے۔ سطور بالا میں خوارج کے جن عقائد کا ذکر کیا گیا ہے وہ خوارج کے تمام گروہوں میں مشترک رہے ہیں۔ اپنے علاوہ دوسروں کو کافر سمجھنے میں یہ تمام گروہ متفق رہے۔ جب تک انھیں طاقت حاصل رہی مسلسل حکومتوں کے خلاف شورشیں برپا کیے رہے۔ تمام مسلمان حکمرانوں اور اپنے علاوہ دیگر مسلمانوں کی تکفیر کرتے تھے۔ مسلمانوں کے مال واسباب کو لوٹنا جائز سمجھتے تھے۔ گناہ کبیرہ کے مرتکب کو کافر سمجھنے میں بھی سب کا اتفاق تھا۔ البتہ مخالفین کی عورتوں اور بچوں کے قتل کے بارے میں ابتدائی خوارج اور ازارقۃ کو تو کوئی باک نہ تھا۔ ان کے بعض دیگر گروہ جن میں نجدات وغیرہ شامل تھے ان کی رائے تھی کہ بچے کو قتل نہ کیا جائے لیکن وہ جب بالغ ہو جائے تو اسے اسلام یعنی خارجی نظریات پیش کیے جائیں، قبول کر لے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے۔

گویا شدت پسند تو تمام تر خوارج ہی رہے ہیں تاہم خوارج کے مختلف گروہوں کے نظریات میں شدت پسندی کے مختلف درجات دکھائی دیتے ہیں۔ جنگ نہروان کے بعد ان کا جو سب سے بڑا گروہ سامنے آیا اُسے "ازارقۃ" کہتے ہیں۔ یہ گروہ متشددانہ نظریات میں دوسروں کی نسبت شدید تر تھا۔ یہ لوگ نافع بن ازرق کے پیروکار تھے۔ اسی نسبت سے انھیں ازارقہ کہا جاتا ہے۔ خوارج کے دیگر فرقوں کی نسبت یہ زیادہ طاقت ور تھے۔ اپنے مخالفین کو کافر ومشرک سمجھتے تھے بلکہ اُن خوارج کو بھی مشرک جانتے تھے جو ان کے گروہ میں شامل نہ ہوتے

Marfat.com

تھے جبکہ ابتدا میں جو افراد خارجی ہوئے وہ اپنے دشمنوں کو کافر سمجھتے تھے لیکن دشمنوں کو مشرک نہیں کہتے تھے۔ جو افراد اس گروہ میں شامل ہونے کو تیار ہوجاتے انھیں سخت آزمائشوں سے گزارا جاتا تھا۔ انھیں اپنے آپ کو بطور قیدی پیش کرنا پڑتا تھا۔ اسی صورت میں انھیں قبول کیا جاتا تھا۔ یہ لوگ اپنے مخالفین کی عورتوں اور بچوں کے قتل کو بھی جائز بلکہ واجب سمجھتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ ان کے دشمن ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہیں گے۔ البتہ اس عقیدے میں بھی دیگر خوارج ان کے ہم مسلک تھے۔(۳)

خوارج کی ذہنی ساخت اور ماہیت

خوارج کی مذہبی ذہنیت کو سمجھنا ضروری ہے۔ وہ چھوٹی چھوٹی باتوں کے بارے میں بڑے محتاط تھے۔ کھانے پینے میں حرام وحلال کا بڑی شدت سے خیال رکھتے تھے۔ غیر مسلموں کے حقوق اور جان ومال کی پاسداری پر قائم تھے لیکن اپنی رائے سے اختلاف کرنے والے مسلمانوں کا خون بے دردی سے بہا دیتے تھے۔ تاریخ طبری، تاریخ کامل اور دیگر تواریخ میں اُن کے بارے میں عجیب وغریب واقعات درج ہیں۔ ہم ذیل میں تاریخ طبری سے ایک عبارت نقل کرتے ہیں جس سے خوارج کی فکری ساخت اور مذہبی ذہنیت کا پتہ چلتا ہے۔ اس سے ان کے فقہی نظریات کو سمجھنے میں بھی مدد ملتی ہے:

قال أبو مخنف عن عطاء بن عجلان، عن حُميد بن هلال: انّ الخارجة التى أقبلتُ من البصرة جاء ت حتى دنتُ من اخوانها بالنَّهر، فخرجتُ عِصابة منهم، فاذا هم برجل يسوق با مرأة على حمار، فعبرواإليه، فدعوه فتهددوه وأفزعوه، وقالواله: مَن أنت؟ قال: أنا عبدالله بن خبّاب صاحبُ رسولِ اللهﷺ، ثم أهوَى الى ثوبه يتناوله من الأرض. وكان سقط عنه لما أفزعوه. فقالواله: أفزعناک؟ قال: نعم ؛ قالواله: لا رَوُعٍ عليک! فحدَّثنا عن أبيک بحديث سمعَه من النبىﷺ، لعلّ ينفعنا به! قال: حدثنى أبى، عن رسول اللهﷺ، ((أنّ فتنةً تكون، يموت فيها قلبُ الرجل كما يموتُ فيها بدنُه، يمسى فيها مؤمناً ويصبحُ فيها كافراً، ويصبح فيها كافراً ويمسى فيها مؤمناً))، فقالوا: لهٰذا الحديث سألناک[فما تقول فى أبى بكر وعمر؟ فأثنىَ عليهما خيراً، قالوا: ما تقول فى عثمانَ فى أوّل خلافِته وفى آخرِها؟ قال: انه كان محقًّا فى أوّلها وفى آخرها؛ قالوا: فما تقول فى علىّ قبل التحكيم وبعده؟ قال: انه أعلم بالله منكم، وأشدّ تَوقِّياًعلى دينه، وأنفَذُ بصيرةً. فقالوا: انک تتّبع الهوى، وتُوالى الرّجال على أسمائها لا على أفعالها]،

Marfat.com

والله لنقتلنّک قِتلة ما قتلنا ها أحداً، فأخذوه فكّتفوه ثم أقبلوا به وبامرأته وهی حُبلی مُتِمٌّ حتی نزلوا تحت نخلٍ مَواقر فسقطتْ منه رطبةٌ، فأخذها أحدهم فقذف بها فی فمه، فقال أحدهم،بغیرحِلّها، وبغیر ثمن! فَلَفظها وألقاها من فمه،ثم أخذ سیفه فأخذبیمینه، فمرّبه خنزیر لأهل الذمّة فضربه بسیفه، فقالوا: هذا فسادٌ فی الارض،فأتی صاحبَ الخنزیر فأرضاه من خنزیره، فلما رأی ذلک منهم ابن خباب قال: لئن کنتم صادقین فیما أری فما علَیَّ منکم بأس، انی لَمُسلِم؛ ما أحدثتُ فی الاسلام حَدَثاً، ولقد أمّنتمونی،قلتم: لا رَوْع علیک! فجائؤوا به فأضجعوه فذبحوه، وسالَ دمه فی الماء، وأقبَلوا الی المرأة، فقالت: انّی انما أنا امرأة، ألا تتقون الله! فبَقروا بطنَها،!وقَتَلوا ثلاثَ نسوةٍ من طیّیء، وقتلوا أمَّ سِنان الصید اویّة، فبلغ ذلک علیًّا ومن معه من المسلمین مِن قتلهم عبداللّٰه بن خبّاب، واعتراضهم الناس، فبعث الیهم الحارثَ بن مرّة العبدیَ لیأتَیهم فینظر فیما بلغه عنهم،ویکتبَ به الیه علی وجهه، ولا یکتمه.فخرج حتی انتهی الی النهر لیُسائلهم فخرج القومُ الیه فقتلوه.(۴)

''ابومخنف نے عطاء بن عجلان سے اور اس نے حمید بن ہلال سے روایت کی ہے کہ بصرہ سے خارجیوں کا گروہ نہروان میں اپنے بھائی بندوں کے پاس پہنچا۔ اُن کے ایک ٹولے نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ اپنی بیوی کو گدھے پر بٹھائے جارہا ہے۔وہ اس کے پاس آئے اسے آواز دی اور ڈرایا دھمکایا اوراس سے پوچھنے لگے کہ تم کون ہو؟ اُس نے کہا: میں رسول اللہ(صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابی خبابؓ کا بیٹا عبداللہ ہوں۔ پھر وہ اپنا کپڑا اٹھانے کے لئے زمین پر جھکا جو اُس سے گر گیا تھا جب وہ ڈرادھمکا رہے تھے۔ پھر وہ اس سے کہنے لگے: کیا تم ہم سے خوفزدہ ہو؟ اس نے کہا: ہاں۔ وہ کہنے لگے:تمھیں خوفزدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں،ہمیں اپنے باپ کی کوئی حدیث سناؤ جو انھوں نے نبی(صلی اللہ علیہ وسلم) سے سنی ہو، شاید وہ ہمارے لئے فائدہ مند ہو۔ وہ کہنے لگا: میرے والد نے مجھ سے رسول اللہؐ کی یہ حدیث بیان کی :

ایک فتنہ برپا ہوگا اس میں انسان کا دل یوں مردہ ہوجائے گا جس طرح اس کا جسم مردہ ہوجاتا ہے۔اس میں آدمی رات کو مومن ہوگا اوردن کوکافر ہوجائے گا۔ دن کو کافر ہوگا اوررات کومومن ہوجائے گا۔

Marfat.com

وہ کہنے لگے: ہم نے اسی حدیث کے لئے تم سے سوال کیا تھا۔ [پھر اُس سے پوچھنے لگے کہ تم حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ اُس نے کلمات خیر کے ساتھ اُن کو تعریف کی۔ پھر کہنے لگے تم حضرت عثمانؓ کے دور خلافت کے پہلے اور آخری حصے میں اُن کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ اُس نے کہا: وہ اپنے دور خلافت کے پہلے اور آخری حصے میں برحق تھے۔ پھر پوچھنے لگے: تم حضرت علیؓ کے بارے میں تحکیم سے پہلے اور بعد کیا رائے رکھتے ہو؟ اُس نے کہا: وہ تم سے زیادہ اللہ کو جاننے والے ہیں، دین کے بارے میں وہ نہایت محتاط ہیں اور بہت بصیرت رکھتے ہیں۔

وہ کہنے لگے: تم ہوائے نفس کی پیروی کرتے ہو اور لوگوں کے اعمال کے بجائے ان کے ناموں پر جاتے ہو] قسم بخدا ہم تمھیں اس طرح سے قتل کریں گے جیسے ہم نے کسی کو قتل نہیں کیا۔ یہ کہہ کر انھوں نے اس کی مشکیں باندھ لیں اور اسے اور اس کی بیوی کو جس کے حمل کے آخری دن تھے، کھجور کے ایک درخت کے پاس لے آئے۔ اس درخت سے کھجور کا ایک دانہ زمین پر گرا۔ اُن میں سے ایک نے اسے اٹھا کر منہ میں ڈال لیا۔ ایک نے اُس سے کہا: یہ تم پر حلال نہیں ہے، تم نے اس کی قیمت ادا نہیں کی۔ یہ سن کر اُس نے اسے تھوک دیا۔ پھر اس نے اپنی تلوار اٹھائی اور اسے دائیں ہاتھ سے پکڑا۔ اسی اثنا میں کسی ذمّی کا ایک خنزیر وہاں سے گزرا۔ اُس نے اپنی تلوار اس پر چلا دی۔ اُس کے ساتھی کہنے لگے: یہ فساد فی الارض ہے۔ خنزیر کے مالک کو لایا گیا اور اس کے خنزیر کے بارے میں اس سے معاملہ نمٹایا۔ ابن خباب نے جب اُن کے یہ کام دیکھے تو کہنے لگا: جو کچھ میں نے دیکھا ہے اگر تم اس میں سچے ہو تو پھر مجھے تم سے کوئی خطرہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ میں تو مسلمان ہوں اور میں نے اسلام میں کوئی نئی چیز بھی ایجاد نہیں کی اور پھر تم نے مجھے یہ کہہ کر امان بھی دی ہے کہ تمھیں خوفزدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں لیکن انھوں نے ایک نہ سنی اور اسے زمین پر پچھاڑ کر ذبح کر ڈالا اور اُس کا خون پانی میں بہا دیا۔ پھر انھوں نے اس کی بیوی کی طرف رخ کیا۔ وہ کہنے لگی: میں تو عورت ہوں، کیا تم اللہ سے ڈرتے نہیں ہو؟ انھوں نے اس کا پیٹ پھاڑ کر ہلاک کر دیا۔ علاوہ ازیں انھوں نے قبیلہ طیّ کی تین عورتوں کو قتل کر دیا۔ نیز امّ سنان صیداوی کو بھی مار ڈالا۔ عبداللہ بن خباب اور دیگر افراد کے قتل کرنے اور لوگوں کو ستانے کی خبریں حضرت علیؓ اور آپ کے ہمراہی مسلمانوں تک پہنچیں۔ اس پر آپ نے حارث بن مرہ عبدی کو اُن کی طرف بھیجا تاکہ ان کے پاس جا کر ان

Marfat.com

خبروں کی حقیقت معلوم کریں اور تمام صورت حال انھیں لکھ بھیجیں اور کوئی بات نہ چھپائیں۔ وہ جب مقام نہر پر پہنچے تاکہ ان سے پوچھ سکیں تو وہ لوگ اُن کی طرف نکل آئے اورانھیں بھی قتل کردیا۔''

اسی صورتحال پر تبصرہ کرتے ہوئے مفتی جعفر حسین لکھتے ہیں:

''اس اثنا میں خوارج کی شوریدہ سری وشورہ پشتی نے قتل وغارت گری کی صورت اختیار کر لی اورنوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ راستے میں انھیں جو شخص ملتا اس سے تحکیم کے بارے میں پوچھتے۔ اگر وہ اس سے اظہار بیزاری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے ورنہ اسے قتل کردیتے۔ البتہ غیر مسلم کو ذمی ہونے کی بنا پر چھوڑ دیتے اورمسلم کے لئے ان سے جان چھڑانا مشکل ہوجاتا بلکہ خنزیر پر ہاتھ اٹھانا گناہ اورمسلمان کوقتل کرنا کارثواب سمجھتے۔''(۵)

خوارج کی ماہیت کو سمجھنے کے لئے نہ صرف یہ ضروری ہے کہ ان کے عقائد ونظریات کو نظر میں رکھا جائے بلکہ اُن کے طرز زندگی، بودوباش، وضع قطع وغیرہ کو بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔ یہ لوگ ظواہر مذہبی کے اس قدر پابند تھے کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجھہ نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کو بھیجا کہ جائیں اورانھیں نصیحت کریں تو واپس آکرانھوں نے خوارج کے بارے میں کہا:

لهم حياة قرحة لطول السجود وايد كثفنات الابل عليهم قمص مرخصة وهم مشمرون.(٦)

''ان کی زندگی ایسی ہے کہ طولانی سجدوں کی وجہ سے اُن کی پیشانیوں پر گھٹے پڑ گئے ہیں، [سخت زمینوں پر ہاتھ رکھنے سے] اُن کے ہاتھ اونٹ کے پاؤں کی طرح درشت ہوگئے ہیں، انھوں نے پرانی کھردری قمیصیں پہن رکھی ہیں[لیکن] ہیں پکے ارادے والے۔''

اُن کی یہی ظاہری صورت عام مسلمانوں کوحیرت میں مبتلا کردیتی تھی۔ سادہ لوگ اُن سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے تھے۔ اپنے عقیدے کے لئے تن من دھن کی قربانی کے لئے تیار رہتے تھے۔ جس امر کو گناہ سمجھتے تھے اُس کے قریب نہ جاتے تھے۔ شجاعت وبہادری میں اپنی مثال آپ تھے۔ تنگی ترشی میں گزر بسر کر لیتے تھے۔ اپنے سخت مزاج اورباقی لوگوں کوکافر سمجھنے کی وجہ سے شہروں میں زندگی نہیں گزار سکتے تھے لہٰذا پہاڑوں، جنگلوں، صحراؤں اورسنگلاخ زمینوں کا رخ کرتے تھے اورسخت زندگی کے عادی تھے۔ احمد امین المصری ان کے بارے میں کہتے ہیں:

وليس فى الافراق كلها اشد بصائر من الخوارج ولا اشد اجتهادا ولا اوطن انفسا على الموت منهم الذى طعن فانفذه الرمح فجعل يسعى الى قاتله ويقول:

Marfat.com

وعجلت الیک رب لترضی.(۷)

''تمام فرقوں میں خوارج سے بڑھ کر اپنے اعتقادات میں شدید کوئی نہیں اورنہ کوئی اُن سے بڑھ کرکوشش کرنے والا اورنہ اُن سے بڑھ کے موت کے لئے تیار ملتا ہے۔اُن میں سے ایک کو نیزہ لگا تھا جو بہت گہرا چلا گیا تھا مگر وہ اپنے قاتل کی طرف بڑھتا جاتا تھا اور کہہ رہا تھا: اے میرے پروردگار! میں تیری طرف جلدی سے بڑھ رہا ہوں تا کہ تجھے راضی کرسکوں۔''

خوارج کے بارے میں حضرت علیؓ کا نظریہ

حضرت علیؓ کے خطبات ومکاتیب پر مشتمل معروف کتاب نہج البلاغہ میں خوارج کے بارے میں مختلف مقامات پر آپ کی رائے موجود ہے۔ ہم مختلف خطبات میں سے چند مختصر اقتباسات پیش کرتے ہیں تا کہ جناب امیرؓ کا نقطہ نظر خوارج کے بارے میں معلوم ہوسکے۔

۱۔ جب آپ نے خوارج کا قول لاحکم الاللّٰہ سنا تو فرمایا:

كَلِمَةُ حَقٍّ يُرَادُ بِهَا الْبَاطِلُ. نَعَمْ اِنَّهُ لَا حُكْمَ اِلَّا لِلّٰهِ. وَلٰكِنْ هٰؤُلَآءِ يَقُوْلُوْنَ لَا اِمْرَةَ اِلَّا لِلّٰه: وَاِنَّهُ لَا بُدَّلِلنَّاسِ مِنْ اَمِيْرٍ بَرٍّ اَوْفَاجِرٍ يَعْمَلُ فِىْ اِمْرَتِه الْمُؤْمِنُ وَيَسْتَمْتِعُ فِيْهَا الْكَافِرُ.وَيُبَلِّغُ اللّٰهُ فِيْهَا الْاَجَلَ وَيُجْمَعُ بِهَ الْفَىْ ءُ، وَ يُقَاتَلُ بِهَ الْعَدُوُّ وَتَامَنُ بِهِ السُّبِلُ وَيُؤْخَذُ بِه لِلضَّعِيْفِ مِنَ الْقَوِىِّ حَتّٰى يَسْتَرِيْحَ بَرٌّ وَّيُسْتَرَاحَ مِنْ فَاجِرٍ.

'' جملہ تو درست ہے مگر جو مطلب اخذ کیا جاتا ہے وہ غلط ہے۔ ہاں بے شک حکم اللہ ہی کے لئے مخصوص ہے۔مگر یہ لوگ تو یہ کہنا چاہتے ہیں کہ حکومت بھی اللہ کے سوا کسی کی نہیں ہوسکتی حالانکہ لوگوں کے لئے ایک حاکم کا ہونا ضروری ہے، خواہ وہ اچھا ہو یا برا(اگر اچھا ہوگا تو) مومن اس کی حکومت میں اچھے عمل کر سکے گا اوراگر (برا ہوگا تو) کافر اس کے عہد میں لذائذ سے بہرہ ور ہوگا اورخدا اس نظام حکومت میں ہر چیز کو اس کی آخری حدود تک پہنچا دے گا۔ اس حاکم کی وجہ سے خراج اور مال وغنیمت جمع ہوتا ہے، دشمن سے لڑا جاتا ہے، راستے پرامن رہتے ہیں اورقوی سے کمزور کا حق دلایا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ نیک حاکم مرکر یا معزول ہوکر، راحت پائے اوربرے حاکم کے مرنے یا معزول ہونے سے دوسروں کو راحت پہنچے۔''(۸)

۲۔ تحکیم کے بارے میں فرمایا:

اِنَّالَمْ نُحَكِّمِ الرِّجَالَ وَاِنَّا حَكَّمْنَا الْقُرْاٰنَ وَهٰذَا الْقُرْاٰنُ اِنَّمَا هُوَخَطٌّ مَّسْطُوْرٌ بَيْنَ

Marfat.com

الدَّفَّتَيْنِ. لَا يَنْطِقُ بِلِسَانٍ وَّلَا بُدَّ لَه مِنْ تَرجُمَانٍ. وَاِنَّمَا يَنْطِقُ عَنْهُ الرِّجَالُ. وَلَمَّادَعَانَا الْقَوْمُ اِلٰى اَنْ نُحَكِّمَ بَيْنَنَا الْقُرْاٰنَ لَمْ نَكُنِ الْفَرِيْقَ الْمُتَوَلِّىَ عَنْ كِتَابِ اللّٰهِ تَعَالىٰ وَقَدْ قَالَ اللّٰهُ سُبْحَانَه فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِىْ شَىْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ.فَرَدُّه اِلَى اللّٰهِ اَنْ نَحْكُمَ بِكِتَابِه وَرَدُّه اِلَى الرَّسُوْلِ اَنْ نَّاخُذَبِسُنَّتِه.

''ہم نے آدمیوں کونہیں بلکہ قرآن کوحکم قراردیا تھا چونکہ یہ قرآن دو دفتیوں کے درمیان ایک لکھی ہوئی کتاب ہے جو زبان سے بولانہیں کرتی۔اس لئے ضروری تھا کہ اس کے لئے کوئی ترجمان ہو اوروہ آدمی ہی ہوتے ہیں جو اس کی ترجمانی کیا کرتے ہیں۔ جب ان لوگوں نے ہمیں یہ پیغام دیا کہ ہم اپنے درمیان قرآن کوحکم ٹھہرائیں تو ہم ایسے لوگ نہ تھے کہ اللہ کی کتاب سے منہ پھیر لیتے۔ جبکہ حق سبحانہ کا ارشاد ہے کہ اگرتم کسی بات میں جھگڑا کروتو (اس کا فیصلہ نپٹانے کے لئے) اللہ اوررسولؐ کی طرف رجوع کرو۔ اللہ کی طرف رجوع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس کی کتاب کے مطابق حکم کریں اوررسولؐ کی طرف رجوع کرنے کے معنی یہ ہیں کہ ہم ان کی سنت پرچلیں۔'' (۹)

۳- خوارج کے متعلق فرمایا:

فَاِنْ اَبَيْتُمْ اِلَّا اَنْ تَزْعُمُوْا اَنِّىْ اَخْطَاْتُ وَضَلَلْتُ فَلِمَ تَضَلِّلُوْنَ عَآمَّةَ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِه وَسَلَّمَ بِضَلَالِىْ وَتَاخُذُوْنَهُمْ بِخَطَآءِ ىْ وَتُكَفِّرُوْنَهُمْ بِذُنُوْبِىْ. سُيُوْفُكُمْ عَلٰى عَوَاتِقِكُمْ تَضَعُوْنَهَا مَوَاضِعَ الْبُرْءِ وَالسُّقْمِ وَتخلِطُوْنَ مَنْ اَذْنَبَ بِمَنْ لَّمْ يُذْنِبْ. وَقَدْ عَلِمْتُمْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِه وَسَلَّمَ رَجَمَ الزَّانِىَ الْمُحْصَنَ ثُمَّ صَلَّى عَلَيْهِ ثُمَّ وَرَّثَهٗ اَهْلَه وَقَتَلَ الْقَاتِلَ وَوَرَّثَ مِيْرَاثَهُ أَهْلَهُ وَقَطَعَ السَّارِقَ وَجَلَدَ الزَّانِىَ غَيْرَ الْمُحصَنِ ثُمَّ قَسَمَ عَلَيْهِمَا مِنَ الْفَىْءِ وَنَكَحَا الْمُسْلِمَاتِ. فَاَخَذَ هُمْ رَسُوْلُ اللّٰه صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَاٰلِه بِذُنُوْبِهِمْ وَاَقَامَ حَقَّ اللّٰهِ فِيْهِمْ وَلَمْ يَمْنَعْهُمْ سَهْمَهُمْ مِّنَ الْاِسْلَامِ، وَلَمْ يُخْرِجْ اَسْمَآءَ هُمْ مِّنْ بَيْنِ اَهْلِه ثُمَّ اَنْتُمْ شِرَارُ النَّاسِ، وَمَنْ رَّمَى بِه الشَّيْطَانُ مَوَامِيَه وَضَرَبَ بِه تِيْهَه.

''اگرتم اس خیال سے باز آنے والے نہیں ہوکہ میں نے غلطی کی اورگمراہ ہوگیا ہوں، تو میری گمراہی کی وجہ سے امت محمدؐ کے عام افراد کوکیوں گمراہ سمجھتے ہو اورمیری غلطی کی پاداش انھیں کیوں دیتے ہو اورمیرے گناہوں کے سبب سے انھیں کیوں کافر کہتے ہو۔ تلواریں کندھوں پر اٹھائے ہرموقع وبے موقع جگہ پر وار کیے جارہے ہو اور بے خطاؤں کو خطا

Marfat.com

کاروں کے ساتھ ملائے دیتے ہو، حالانکہ تم جانتے ہو کہ رسول اللہؐ نے جب زانی کو سنگسار کیا تو نماز جنازہ بھی اس کی پڑھی اوراس کے وارثوں کو اس کا ورثہ بھی دلوایا اورقاتل سے قصاص لیا تو اس کی میراث اس کے گھر والوں کو دلائی۔چور کے ہاتھ کاٹے اورزنائے غیرمحصنہ کے مرتکب کو تازیانے لگوائے تو اس کے ساتھ انھیں مال غنیمت میں سے حصہ بھی دیا اورانھوں نے (مسلمان ہونے کی حیثیت سے) مسلمان عورتوں سے نکاح بھی کئے۔ اس طرح رسول اللہؐ نے ان کے گناہوں کی سزا ان کو دی اورجو ان کے بارے میں اللہ کا حق تھا اسے جاری کیا مگر انھیں اسلام کے حق سے محروم نہیں کیا اورنہ اہل اسلام سے ان کے نام خارج کیے۔ اس کے بعد (ان شرانگیزیوں کے معنی یہ ہیں کہ) تم ہی ہو شرپسند اوروہ کہ جنھیں شیطان نے اپنی مقصد برآری کی راہ پرلگا رکھا ہے اورگمراہی کے سنسان بیابان میں لا پھینکا ہے۔''(۱۰)

خوارج کے بارے میں احادیث نبوی اوردور نبوی میں خارجی ذہنیت

نبی کریمؐ کی حیات مبارکہ کے آخری دور میں جب قبائل تیز رفتاری سے اسلام لارہے تھے اور اسلامی حکومت کو وسعت حاصل ہو رہی تھی تو عرب کے بادیہ نشینوں کی ایک بڑی تعداد نے بھی اسلام قبول کرلیا۔ ان میں سے بہت سے لوگ اسلام کے بڑھتے ہوئے اقتدار کے سامنے سرنگوں ہوئے تھے۔توحید پرستی اور اطاعت رسولؐ کا وہ ولولہ ان کے سینوں میں موجزن نہ تھا جس کی شہادت مہاجرین و انصار اپنے عمل سے دے چکے تھے۔ ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ کی مشکلات سے گزر کر وہ لوگ اپنے ایمان کا امتحان دے چکے تھے۔ رسول اکرمؐ کی صحبت انھیں زیادہ میسر آئی تھی اور تربیت نبویؐ کے فیض نے ان کی روحوں کو صیقل کردیا تھا۔ اجڈ بادیہ نشینوں کی اس کیفیت کوقرآن حکیم نے ایک مقام پر یوں بیان فرمایا ہے:

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ○

''عرب بدو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے ہیں۔ کہیے: تم ایمان نہیں لائے بلکہ کہوکہ تم نے سرتسلیم خم کردیا ہے اور ایمان تمھارے دلوں میں داخل ہی نہیں ہوا اور اگرتم اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کروتو تمھارے اعمال میں سے کوئی چیز کم نہ کی جائے گی۔ یقیناً اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔''(۱۱)

Marfat.com

زمخشری اور دیگر مفسرین نے سورہ توبہ کی آیت ۵۸ کی شان نزول میں ایک ایسے ہی شخص کا ذکر کیا ہے جس نے رسول اکرمؐ کے تقسیم غنائم پر اعتراض کیا۔ آیت کی الفاظ یہ ہیں:

وَ مِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّلۡمِزُكَ فِى الصَّدَقٰتِ فَاِنۡ اُعۡطُوۡا مِنۡهَا رَضُوۡا وَ اِنۡ لَّمۡ يُعۡطَوۡا مِنۡهَاۤ اِذَا هُمۡ يَسۡخَطُوۡنَ○

''اور ان میں سے ایسا بھی ہے جو صدقات کے بارے میں آپؐ پر اعتراض کرتا ہے۔ اگر انھیں ان میں سے مل جائے تو خوش ہوجاتے ہیں اور اگر نہ ملے تو بگڑ جاتے ہیں۔''

علامہ زمخشری ''یَلۡمِزُکَ'' کی تفسیر میں کہتے ہیں:

یعیبک فی قسمة الصدقات و یطعن علیک

''آپؐ پر صدقات کی تقسیم میں عیب لگاتا ہے اور آپؐ پر زبان طعن دراز کرتا ہے۔''

آیت کا پس منظر بیان کرتے ہوئے وہ ایک قول یوں نقل کرتے ہیں:

وقیل هو ابن ذی الخویصرة رأس الخوارج، کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یقسم غنائم حنین فقال : اعدل یارسول اللّٰه. فقال صلوات اللّٰه علیه و سلامه و یلک ان لم اعدل فمن یعدل؟(۱۲)

''اور کہا گیا ہے کہ [جس نے اعتراض کیا] وہ ابن ذی الخویصرۃ خوارج کا سردار تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حنین کے غنائم تقسیم کر رہے تھے کہ اس نے کہا: یا رسولؐ اللہ! عدل سے کام لیجئے۔ آپؐ نے کہا: تیرا برا ہو، میں عدل نہیں کروں گا تو کون عدل کرے گا؟''

عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اکرمؐ کو اُس کی بات نے بہت رنج پہنچایا تھا۔ صحیح بخاری کے مطابق اس کی اس حرکت پر حضرت عمرؓ کو بہت غصہ آیا۔ انھوں نے آنحضرتؐ سے عرض کی: یا رسولؐ اللہ! کیا ہم اسے قتل نہ کردیں؟ آپؐ نے جواب دیا:

دعه فان له اصحابا یحقر احد کم صلاته مع صلاته وصیامه مع صیامه یمرقون من الدین کما یمرق السهم من الرمیة.(۱۳)

''چھوڑو اسے، اس کے اور بھی ساتھی ہیں۔ اگر تم میں سے کوئی ان کی نمازوں کے مقابلے میں اپنی نمازوں کو اور ان کے روزوں کے مقابلے اپنے روزوں کو دیکھے گا تو اپنے صلوٰۃ وصوم کو حقیر جانے گا۔ یہ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار کو چیر کر نکل جاتا ہے۔''

صحیح بخاری ہی میں ''و المولفة قلوبهم'' کی تفسیر میں ابوسعید خدریؓ کی روایت کے یہ الفاظ ہیں:

بُعِثَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَسَلَّمَ بِشَیۡءٍ فَقَسَمَه بَیۡنَ اَرۡبَعَةٍ وَقَالَ اَتَاَلَّفُهُمۡ فَقَالَ

Marfat.com

رَجُلٌ مَا عَدَلْتَ فَقَالَ يَخْرُجُ مِنْ ضِئْضِئِ هَذَا قَوْمٌ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ. (۱۴)

''آنحضرتؐ کے پاس کچھ مال بھیجا گیا۔ آپؐ نے اسے چار آدمیوں میں تقسیم کردیا اور فرمایا: میرا مقصد ان کی تالیف قلب ہے۔ اس پر ایک شخص کہنے لگا: یارسولؐ اللہ! آپؐ نے عدل سے کام نہیں لیا۔ آپؐ نے فرمایا: اس شخص کی نسل سے ایسے لوگ پیدا ہوں گے، جو دین سے باہر نکل جائیں گے۔''

ابن اثیر نے اس سلسلے میں ابن ذوالخویصرۃ کے بجائے ذوالخویصرۃ تمیمی لکھا ہے اور اس کا نام حرقوص بن زہیر لکھا ہے۔ انھوں نے بعدازاں صحیح بخاری کی مذکورہ روایت بھی نقل کی ہے۔ (۱۵) حضرت ابوسعید خدریؓ کی مذکورہ بالا روایت کا آخری حصہ بڑا چشم کشا ہے:

آيَتُهُمْ رَجُلٌ اِحْدَى يَدَيْهِ أَوْ قَالَ ثَدْيَيْهِ مِثْلُ ثَدْيِ الْمَرْأَةِ أَوْقَالَ مِثْلُ الْبَضْعَةِ تَدَرْدَرُ يَخْرُجُونَ عَلَىٰ حِينِ فُرْقَةٍ مِنَ النَّاسِ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ أَشْهَدُ سَمِعْتُ مِنَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَأَشْهَدُ أَنَّ عَلِيًّا قَتَلَهُمْ وَأَنَا مَعَهُ جِي ءَ بِالرَّجُلِ عَلَى النَّعْتِ الَّذِى نَعَتَهُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم قَالَ فَنَزَلَتْ فِيهِ وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ (۱۶)

''یہ لوگ اس وقت ظاہر ہوں گے جب لوگوں میں باہم اختلاف پیدا ہو جائے گا۔ ان کی نشانی یہ ہے کہ ان میں سے ایک شخص کے ایک ہاتھ پر یا فرمایا دو پستانوں میں سے ایک عورت کے پستان جیسا یا گوشت کے ٹکڑے کی طرح ہوگا، وہ ہلتا ہوگا۔ یہ لوگ اس وقت ظاہر ہوں گے جب لوگوں میں باہم اختلاف پیدا ہو جائے گا۔ ابوسعیدؓ کہتے تھے میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علیؓ نے انھیں قتل کیا اور میں اُن کے ہمراہ تھا کہ وہ ایک شخص کی لاش پر آئے تو ایک شخص اسی ہیئت کا نکلا جو رسولؐ اللہ نے بیان فرمائی تھی اور کہا کہ یہ ہے وہ شخص کہ جس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی وَ مِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ''.

صحیح بخاری کی ایک اور روایت میں ہے کہ یسیر بن عمرو کہتے ہیں کہ میں نے سہل بن حنیفؓ سے پوچھا کہ کیا آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خوارج کے بارے میں کوئی چیز سنی ہے تو انھوں نے کہا کہ میں نے سنا کہ آپؐ نے عراق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

يَخْرُجُ مِنْهُ قَوْمٌ يَقْرَؤُنَ الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُ تَرَاقِيَهُمْ يَمْرُقُونَ مِنَ الاِسْلَامِ مُرُوقَ

Marfat.com

السَّهمِ مِنَ الرَّمِيَّة.(۱۷)

''یہاں سے ایک قوم نکلے گی جو قرآن پڑھے گی لیکن قرآن ان کے حلقوں سے نیچے نہیں جائے گا وہ لوگ اسلام سے یوں نکل جائیں گے جیسے تیر اپنے شکار سے نکل کر پار ہوجاتا ہے۔''

ان خشک مقدس، جامد فکر اور ظاہردار لوگوں کے بارے میں پیغمبر اکرمؐ سے ایک روایت خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں نقل کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

تفترق امتی علی فرقتین تمرق بینهما فرقة محلقون رؤوسهم محفون شواربهم ازرهم الی انصاف سوقهم یقرأون القرآن لایتجاوز تراقیهم یقتلهم احبهم الی واحبهم الی الله تعالیٰ.(۱۸)

''میری امت دوگروہوں میں بٹ جائے گی اور ان دو میں سے ایک اور گروہ نکل کھڑا ہوگا۔ اس کے لوگ سر منڈواتے،مونچھیں باریک کٹواتے اور آدھی پنڈلیوں تک تہبند باندھتے ہوں گے، وہ قرآن کی تلاوت کریں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔انھیں وہ شخص قتل کرے جو مجھے اور اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے۔''

شاید عجیب نہ ہو کہ وہ بنی تمیم ہی کا ایک گروہ تھا (۱۹) جس نے رسول اللہؐ کو آپؐ کے گھر کے باہر سے بے ادبی سے یوں پکارا:

یا محمد ! اخرج الینا

''اے محمد ! باہر نکلو۔''

قرآن نے ان کی سفاہت کا ذکر یوں کیا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ اَکْثَرُهُمْ لاَ یَعْقِلُوْن (۲۰)

''جو لوگ آپؐ کو حجروں کے باہر سے آوازیں دیتے ہیں۔ ان میں زیادہ تر بے عقل ہیں۔''

انہی میں سے ایک ایسا قبیلہ تھا جو دور جاہلیت میں اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کردیا کرتا تھا۔ بہر حال غیر تربیت یافتہ ایک ایسا گروہ آپؐ کے زمانے میں موجود تھا۔ آنحضرتؐ کی رحلت کے بعد ایسے لوگ زیادہ تر جنگوں میں مصروف رہے۔ یہ لوگ درشت مزاج، تہذیب وتمدن سے عاری اور تعلیمات اسلام کے ظواہر سے چمٹے ہوئے تھے۔ سخت مزاج اور اکھڑپن میں یوں مبتلا تھے کہ اپنے علاوہ کسی اور کو نہ فقط مسلمان سمجھنے کو تیار نہ تھے بلکہ دوسرے کسی انسان کو جینے کا حق دینے پر بھی آمادہ نہ تھے۔

Marfat.com

صحابہ کرامؓ کا نقطۂ نظر

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چونکہ پہلے ہی ایک ایسے گروہ کے ظہور کی پیش گوئی فرما دی تھی اس لئے آپؐ کے تربیت یافتگان کو انھیں پہچاننے میں کوئی مشکل پیش نہ آئی۔ اس سلسلے میں سطور بالا میں خوارج کے بارے میں ام المومنین حضرت عائشہؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ اور حضرت سہل بن حنیفؓ کی روایات کا ذکر کیا جاچکا ہے۔ خوارج کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کے بارے میں پیغمبر اکرمؐ کے فرمودات کا ذکر کرنا ان صحابہؓ کے اپنے نظریات کو جاننے کے لئے کافی ہے۔

ان کے علاوہ بھی خوارج کے بارے میں اصحابؓ رسولؐ کے بہت سے ارشادات تاریخ وحدیث کی کتب میں موجود ہیں۔ اس سلسلے میں خود امیر المومنین حضرت علی کرّم اللہ وجھہ کے متعدد اقوال ہم نقل کر چکے ہیں۔ آپؓ کا ایک اور قول ملاحظہ کیجئے۔ خوارج سے خطاب کرتے ہوئے آپؓ نے فرمایا:

''اے لوگو! تم نافہمی اور بداندیشی کی وجہ سے جماعت سے کٹ گئے ہو اور نفسانیت کی بنا پر حق سے بے راہ ہوگئے ہو۔ میں تمھیں خبردار کیے دیتا ہوں کہ تم اس وادی اور وادی کے موڑوں میں قتل کیے جاؤ گے، امت تم پر نفرین کرے گی اور ہر طرف سے تم پر پھٹکار پڑے گی اس لئے کہ تمھارا موقف سراسر غلط اور تمھارا عناد بلاوجہ ہے۔''

خوارج سے مخاطب ہوکر نبی کریمؐ کے صحابی حضرت قیس بن سعد انصاریؓ نے فرمایا:

''اے لوگو! تم گناہِ عظیم کے مرتکب ہوئے ہو، ہمیں بلاوجہ کافر قرار دیتے ہو، تم قتل ناحق سے باز آؤ۔''

حضرت ابو ایوب انصاریؓ نے بھی انھیں افتراق انگیزی سے روکنے کی کوشش کی اور کہا: ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمھاری ہم سے مخالفت کی کیا وجہ ہے اور تمھیں کیوں جنگ وقتال پر اُتر آئے ہو۔(۲۱)

حضرت عبداللہؓ ابن عمرؓ انھیں تمام مخلوقات سے بدتر کہتے تھے۔ علامہ وحید الزمان اُن کے فرمان کا حوالہ دیتے ہوئے وضاحت کرتے ہیں:

''خوارج ایک فرقہ ہے گمراہ فرقوں میں سے۔۔۔ عبداللہ بن عمرؓ اُن کو تمام مخلوقات سے بدتر کہتے، اس لئے کہ انھوں نے اُن آیتوں کو جو کافروں کے حق میں اتری تھیں، مسلمانوں پر تھوپ دیا اب جو کوئی امام اور حاکم اسلام کے مقابلہ میں بغاوت کرے اس کو بھی خارجی کہتے ہیں۔''(۲۲)

Marfat.com

خوارج کی تاریخ میں چھپا ہوا سبق

الفاظ اوراصطلاحیں اپنے اوٹ میں معانی ومفاہیم رکھتی ہیں۔معانی ومفاہیم ہی حقیقت رکھتے ہیں۔کبھی لفظ اوراصطلاح تاریخ کے دھندلکوں میں گم ہوجاتے ہیں لیکن ضروری نہیں کہ معنی ومصداق بھی ختم ہوجائے۔ کچھ ایسی ہی صورت حال خوارج کی ہے۔ خوارج بظاہر عباسی دور میں ختم ہوگئے۔آج دنیا میں اس نام سے کوئی گروہ اور کوئی مذہب باقی نہیں رہا۔ ایک گروہ جس کی بنیادیں خوارج کی تاریخ میں تلاش کی جاسکتی ہیں،ضرور باقی ہے جسے اباضیہ کہتے ہیں لیکن وہ اپنے آپ کوخوارج سے منسوب نہیں کرتے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ ہر دور میں ایسے تشدد پسند عناصر کو ان کی علامتوں سے پہچانا جائے۔تاریخ اسلام اس امر کی شاہد ہے کہ خوارج نے جسدِ اسلامی کو زخمی زخمی کردیا۔ان کے انتہا پسندانہ اور باغیانہ نظریات نے امت اسلام کےبطن پر کاری ضربیں لگائی ہیں۔ان کا المیہ یہ ہے کہ انھوں نے خلوص سے اسلام کونقصان پہنچایا۔ یہ لوگ اسلامی ظواہر کے دوسروں سے زیادہ پابند رہے لیکن انھیں صرف اسلام کے ظاہر سے سروکار رہا، روح اسلام تک اُن کی سطح بین نگاہیں نہ پہنچ سکیں۔

اپنے علاوہ کرہ ارض کے تمام انسانوں کو کافر جاننا، پھر ہر کافر کوگردن زدنی قرار دینا، اپنے نظریات کی مخالف ہرحکومت کے خلاف خروج کرنا، اسے نقصان پہنچانے اور کمزور کرنے کے درپے رہنا، ہر گناہ کبیرہ کو کفر جاننا اورگناہ کبیرہ کے مرتکب کے مال وجان کو جائز سمجھنا خارجی فکر کی بنیادی علامتیں ہیں۔ بظاہر یہ لوگ شریعت کے پابند، صوم وصلوٰۃ کے دوسروں سے بڑھ کر عادی اور وضع قطع کے اعتبار سے مذہبی ہوتے ہیں لیکن دلیل ومنطق سے عاری، مقاصد شریعت سے نابلد اور اسلام کے انسانی وآفاقی اہداف سے ناواقف ہوتے ہیں۔

یہ درست ہے کہ استعماری طاقتوں اورسامراجی طبقے نے انسانی وسائل کی لوٹ کھسوٹ کے لئے مذاہب وادیان کوآپس میں لڑانے کا ابلیسی نسخہ بھی بار بار آزمایا ہے۔اسلام اورمسلمانوں کے خلاف ان قوتوں کی ریشہ دوانیوں سے انکارنہیں کیا جاسکتا لیکن کیا ہم مسلمانوں کے اندر موجود انتہا پسند اور تشدد آزما گروہوں سے آنکھیں موند سکتے ہیں؟ اگر ہمارے گھر میں سب خیر ہے تو ہمارے بزرگ علماء کیوں مسلمانوں کوآپس میں متحد ہونے کا پیغام دے رہے ہیں۔کیا عراق میں تشدد پیشہ بظاہر مسلمان گروہوں نے ہزاروں عراقی مسلمانوں کا خون نہیں بہایا؟ کیا پاکستان میں دہشت گردی کے سینکڑوں واقعات میں مسلمانوں کو خاک وخون میں لوٹانے والوں میں کوئی بظاہر مسلمان نہیں ہے؟ کیا مظلوم افغان مسلمانوں کا قتل عام کرنے میں کوئی مسلمان نما ملوث نہیں ہے؟ کیا غیر مسلم ملکوں میں دہشت گردی کے واقعات میں واقعاً کوئی مسلمان ملوث نہیں پایا گیا؟ حقیقت سے آنکھیں چرا کر ہم درپیش مشکلات سے عہدہ برآ نہیں ہوسکتے۔ ہر واقعے کی تمام تر ذمہ داری غیروں کے سرمنڈھ کے ہم

Marfat.com

زمینی حقائق کو تبدیل نہیں کر سکتے اور نہ بہتر مستقبل کی صحیح منصوبہ بندی کر سکتے ہیں۔ہمیں اپنے گھر کی بھی بہرحال خبر لینا ہوگی۔ مسلمان ملکوں کے گلی کوچوں میں پھیلا ہوا فرقہ وارانہ لٹریچر آخر کس نے تیار کیا ہے؟ فرقہ واریت کے زہر سے بھری ہوئی سینکڑوں کتابیں سینکڑوں معروف لکھنے والے ناموں سے عربی، فارسی، اردو اور دیگر زبانوں میں موجود ہیں۔ ہمارے ہاں آئے دن حکومت ایسی کتابوں پر پابندی کے اعلانات کرتی رہتی ہے۔کبھی تکفیر کا حربہ اور کبھی امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا نام اور کبھی ظاہری وضع قطع کا عنوان ہر روز کسی نئے سانحے کو جنم دیتا ہے۔ اس صورت حال نے مسلمان معاشروں کا امن وسکون غارت کردیا ہے۔ غیروں کے سامنے اسلام کا چہرہ بگاڑ دیا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قول سے استفادہ کرتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ شیطان ایسے لوگوں کو اپنے مقاصد کے لیے آلۂ کار بناتا ہے۔شیطانی قوتیں مختلف حربوں سے ایسے افراد کی سادہ اندیشی، کج فکری اور جذباتی خلوص سے غلط فائدہ اٹھا لیتی ہیں اور پھر ان کی تشدد پسند طبیعت وہ گل کھلاتی ہے کہ الامان۔ رحمۃ للعالمینؐ کا لایا ہوا دین جو حقیقت میں انسانیت کے لئے پیغامِ رحمت ہے اُسے پیغامِ وحشت دکھانے میں آج بھی اسی خارجی ذہنیت کا ہاتھ ہے۔ دشمنوں کے ہاتھوں میں اسلام کے خلاف دلیل ایسے ہی گروہ مہیا کرتے ہیں۔امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جنگ نہروان کے بعد جب کسی نے کہا کہ تمام خوارج مارے گئے ہیں تو آپ نے سچ فرمایا تھا کہ:

كَلَّا وَاللّٰهِ اِنَّهُمْ نُطَفٌ فِیْ اَصْلَابِ الرِّجَالِ وَقَرَارَتِ النِّسَآءِ.

''ہرگز نہیں ابھی تو وہ مردوں کے صلبوں اور عورتوں کے شکموں میں موجود ہیں۔''(۲۳)

استاد مرتضیٰ مطہری نے اس مسئلے پر عمدگی سے روشنی ڈالی ہے۔ وہ کہتے ہیں:

مکتب خوارج مکتبی نبود که بتواند واقعا باقی بماند، ولی این مکتب اثر خود را باقی گذاشت. افکار وعقائد خارجیگری در سایر فرق اسلامی نفوذ کرد وهم اکنون''نهروانی '' های فراوان وجود دارند ومانند عصر وعهد علی خطرناکترین دشمن داخلی اسلام همینها هستند...

بحث از خارجیگری وخوارج به عنوان بحث مذهبی،بحثی بدون مورد وفاقد اثر است،زیر امروز چنین مذهبی درجهان وجود ندارد. اما درعین حال بحث درباره خوارج ماهیت کارشان برای ماواجتماع ما آموزنده است.زیرا مذهب خوارج هر چند منقرض شده است اماروحانمرده است.روح''خارجیگری'' درپیکر بسیاری از ماحلول کرده است.(۲۴)

''خوارج کا مکتب ایسا نہ تھا کہ جو واقعا باقی رہ سکتا لیکن اس مکتب نے اپنا اثر باقی

Marfat.com

رکھا۔خارجیت کے افکار وعقائد دیگر اسلامی فرقوں میں نفوذ کر گئے اورآج بھی بڑی تعداد میں ''نہروانی'' موجود ہیں اورحضرت علیؓ کے عہد کی طرح آج بھی یہی اسلام کے خطرناک ترین داخلی دشمن ہیں۔۔۔

خارجیت اورخوارج کے بارے میں مذہبی بحث کا کوئی مصداق نہیں اور اس سلسلے میں گفتگو بے تاثیر ہے کیونکہ آج دنیا میں ایسا کوئی مذہب موجودنہیں لیکن اس کے باوصف خوارج کی ماہیت کار کے بارے میں گفتگو ہمارے اور ہمارے معاشرے کے لئے سبق آموز ہے کیونکہ مذہب خوارج اگرچہ ختم ہوگیا ہے لیکن اس کی روح نہیں مری۔ خارجیت کی روح ہم میں سے بہت سے لوگوں میں حلول کر چکی ہے۔''

اسلامی تاریخ کے محققین اہل نظر نے فرقۂ خوارج کے پیدا ہونے کی وجوہات بیان کی ہیں اوران کے نظریات کا تجزیہ کیا ہے۔ اس سلسلے میں یہ عمومی اتفاق پایا جاتا ہے کہ انتہا پسندی اورفکری جمود نے اُن کی تشکیل میں بنیادی کرداراداکیا ہے۔ دین کی بعض تعلیمات کے بارے میں ان کی سطح بینی اورکج اندیشی نے اُن کو امت کے وسیع دھارے سے جدا کردیا۔ مسلمانوں کے مابین مختلف فکری، عقیدتی اورسیاسی گروہ معرض وجود میں آتے رہے لیکن ''خوارج'' کسی کو نہ کہا گیا۔ امت کی وسیع چادر نے سب کو اپنے سائے تلے رکھا لیکن اس سائے سے باہرہونے والے یا باہر کیے جانے والے وہی تھے جنھیں ''خوارج یا خارجی'' کہا گیا۔ نبی کریمؐ کی تعبیر میں وہ امت سے یوں نکل گئے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے۔ اس کی وجہ اُن کے انتہا پسندانہ نظریات اورطرز عمل میں پائی جاتی ہے۔ آج بھی جوگروہ ایسے انتہا پسندانہ نظریات اورایسا طرز عمل اختیار کرے گا وہ اپنے خلوص اور دینی ظواہر اپنانے کے باوجود خارجی مکتب کا ہی پیرو سمجھا جانے کے قابل ہوگا۔ خوارج کی تاریخ کا مطالعہ اسی اعتبار سے ہمارے لئے نہایت سبق آموز ہے۔

ایسے گروہ کی شناخت، پھر اس کا استیصال اورامت کے وسیع دھارے کو اُس کی چیرہ دستیوں سے بچانا واقعاً ایک نہایت مشکل کام ہے۔ عام مسلمان ان کے ظواہر سے بہت جلد متاثر ہوجاتے ہیں۔ اُن سے جنگ کرنا تو اور بھی مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے خلاف کامیاب اقدام کو جناب امیر کرم اللہ وجہہ اپنے افتخارات میں سے شمار کرتے ہیں۔ آپ کہتے ہیں:

اَیُّھَا النَّاسُ فَاَنَا فَقَأْتُ عَیْنَ الْفِتْنَةِ وَلَمْ یَکُنْ لِیَجْتَرِئَ عَلَیْھَا اَحَدٌ غَیْرِیْ بَعْدَ اَنْ مَاجَ غَیْھَبُھَاوَاشْتَدَّ کَلَبُھَا.(۲۵)

''اے لوگو! میں نے فتنے کی آنکھ پھوڑ دی ہے میرے علاوہ کسی میں یہ جرأت نہ تھی اور جب اس کی تاریکیاں تہ وبالا ہورہی تھیں اور باؤلے کتوں کی طرح اس کی دیوانگی زوروں پرتھی تو میرے سوا کسی میں یہ جرأت نہ تھی جو اس کی طرف بڑھتا۔''

Marfat.com

حواشی

۱۔ مودودی، ابوالاعلیٰ ، خلافت وملوکیت (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز لمٹیڈ، اشاعت ششم،۱۹۷۲ء)، ص ۵۔۲۱۳۔

۲۔ مودودی، ابوالاعلیٰ ، خلافت وملوکیت (لاہور: اسلامک پبلیکیشنز لمٹیڈ، اشاعت ششم،۱۹۷۲ء)، ص ۵۔۲۱۳۔
مطہری، استاد مرتضیٰ، جاذبہ و دافعہ علیؑ (تہران: انتشارات صدرا تابستان، ۱۳۶۸ھ شمسی)، باب نہم
المصری، احمد امین، ضحی الاسلام (القاہرہ: مکتبہ الاسرۃ، ۱۹۹۸ء)، ج ۳، ص ۳۳۰۔

۳۔ آبادانی، عبداللہ مبلغی، تاریخ ادیان ومذاہب جہان (تہران: نشر سینا، سنہ ندارد)، ج ۳، ص ۱۲۶۰۔

۴۔ الطبری، ابوجعفر محمد بن جریر، تاریخ الامم والملوک (بیروت: دارالکتب العلمیہ، ۱۹۹۱ء)، ج ۲، ص ۱۱۹۔

۵۔ مفتی جعفر حسین، سیرت امیر المومنین (لاہور: المعراج کمپنی، شوال ۱۴۲۴ھ)، ص ۶۳۴۔

۶۔ الاندلسی، ابن عبد ربہ، العقد الفرید (بیروت: داراحیاء التراث العربی، ۱۹۹۹ء)، ج ۲، ص ۳۸۹۔

۷۔ المصری، احمد امین، فجر الاسلام (مصر: مطبعہ الاعتماد بشارع حسن اکبر، ۱۹۲۸ء)، ص ۲۴۳۔

۸۔ رضی، سید، نہج البلاغہ (لاہور: امامیہ کتب خانہ، سنہ ندارد)، خطبہ نمبر ۴۰، ص ۱۸۴۔

۹۔ رضی، سید، نہج البلاغہ (لاہور: امامیہ کتب خانہ، سنہ ندارد)، خطبہ نمبر ۱۲۳، ص ۳۵۰۔

۱۰۔ رضی، سید، نہج البلاغہ (لاہور: امامیہ کتب خانہ، سنہ ندارد)، خطبہ نمبر ۱۲۵، ص ۳۵۲۔

۱۱۔ الحجرات (۴۹:۱۴)

۱۲۔ زمخشری، الکشاف (بیروت: دارالکتاب العربی، ۱۹۴۷ء)، ج ۲، ص ۲۸۱۔

۱۳۔ بخاری، الجامع الصحیح، باب ۹۹۵، رقم الحدیث ۱۷۶۹، (بیروت: دارالقلم، ۱۹۸۷ء)، ج ۸، ص ۶۲۷۔

۱۴۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، رقم الحدیث ۱۰۹۱، (بیروت: دارالقلم، ۱۹۸۷ء)، ج ۶، ص ۴۰۸۔

۱۵۔ ابن اثیر، اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ (لاہور: المیزان، کریم مارکیٹ اردو بازار، سنہ ندارد)

۱۶۔ بخاری، الجامع الصحیح، باب ۹۹۵، رقم الحدیث ۱۷۶۹، (بیروت: دارالقلم، ۱۹۸۷ء)، ج ۸، ص ۶۲۷۔

۱۷۔ بخاری، الجامع الصحیح، باب ۹۹۵، رقم الحدیث ۱۷۶۹، (بیروت: دارالقلم، ۱۹۸۷ء)، ج ۸، ص ۶۲۸۔

۱۸۔ بغدادی، خطیب، ابی بکر احمد بن علی، تاریخ بغداد، [تحقیق: مصطفیٰ عبد القادر عطا]، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، سنہ ندارد)، ج ۱، ص ۱۶۰۔

۱۹۔ عبداللہ بن زبیرؓ سے مروی صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ یہ بنی تمیم کا ایک گروہ تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے آیا تھا۔
دیکھیے: بخاری، الجامع الصحیح، باب ۴۸۵، رقم الحدیث ۱۲۷۲، (بیروت: دارالقلم، ۱۹۸۷ء)، ج ۶، ص ۵۱۳۔

۲۰۔ الحجرات (۴۹:۴)

۲۱۔ مفتی جعفر حسین، سیرت امیر المومنین (لاہور: المعراج کمپنی، شوال ۱۴۲۴ھ)، ص ۶۳۸۔

۲۲۔ وحید الزمان، علامہ، لغات الحدیث (کراچی: میر محمد، کتب خانہ آرام باغ، سنہ ندارد)، ج ۱، ص ۲۹۔

۲۳۔ رضی سید، نہج البلاغہ (لاہور: امامیہ کتب خانہ، سنہ ندارد)، خطبہ نمبر ۵۹، ص ۲۰۲۔

۲۴۔ مطہری، مرتضیٰ، جاذبہ و دافعہ علیؑ (تہران: انتشارات صدرا، ۱۳۶۸ھ شمسی)، باب نہم، ص ۱۲۸۔۱۳۰۔

۲۵۔ رضی، سید، نہج البلاغہ (لاہور: امامیہ کتب خانہ، سنہ ندارد)، خطبہ نمبر ۹۱، ص ۲۷۹۔

Marfat.com

باب ششم:

خارجیت: تاریخ اسلام میں انتہا پسندی کے رجحانات کا جائزہ

ڈاکٹر محسن مظفر نقوی
رکن اسلامی نظریاتی کونسل

''خارجیت'' ایک انتہا پسند رویہ

''خارجیت'' ایک رویے کا نام ہے جس کا مطالعہ زیادہ تر اس شدت پسند گروہ کے حوالے سے کیا جاتا ہے جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے عہد میں ''تحکیم'' کے موقع پر علیٰحدہ ہوا اور بعد ازاں تاریخ اسلام میں ''خوارج'' کے نام سے معروف ہوا پھر تاریخ اسلام نیز تاریخ فرق اسلامیہ میں ایک سیاسی اور کلامی مکتب فکر کے حوالے سے جانا اور پہچانا گیا۔ موجودہ دور کی شدت پسندی اور انتہا پسندی کو سمجھنے کے لیے، ہمارے خیال میں، خوارج کی بجائے ''خارجیت'' کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ آخر یہ طرزِ فکر ہے کیا اور اس کے اساسی نظریات کیا ہیں؟

لغوی مفہوم

خَرَجَ خُرُجاً و مَخرَجاً من موضعه، کسی جگہ سے باہر آنا، نکلنا ..... فی العلم: فائق ہونا خَرَج علیه: کسی کے خلاف جنگ کے لیے نکلنا، بغاوت کرنا۔ الخَارجیُّ: بیرونی وہ شخص جو بذاتِ خود سرداری حاصل کرے بغیر اس کے کہ پہلے سے اس کے خاندان میں سرداری ہو۔(۱)

تاریخ اسلام پر ایک نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ علماء و مؤرخین نے ''خارجیوں'' یا ''خوارج'' کی اصطلاح چار بڑے معنیٰ میں استعمال کی ہے:

Marfat.com

۱- وہ لوگ جو باہر نکل کر جہاد میں عملی کردار ادا کرتے ہیں ان کے بالمقابل ''قاعدون'' ہیں جو گھروں میں بیٹھے رہتے ہیں اور جہاد کے لیے نہیں نکلتے۔ سورۂ توبہ کی آیات ۸۱ تا ۸۳ میں ان کا موازنہ کیا گیا ہے۔

۲- وہ لوگ جو ایمان نہ لانے والوں اور کافروں سے جدا ہو گئے اور انھوں نے اللہ عزوجل نیز اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہجرت کی، اس کا مطلب ایمان نہ لانے والوں سے معاشرتی انقطاع ہے۔ (۲)

۳- وہ لوگ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے کیمپ سے علیحدہ ہوئے اور آپؓ کا ساتھ چھوڑ دیا۔

۴- وہ لوگ جنہوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہ پر خروج و بغاوت کی۔

ان چار استعمالات سے ہٹ کر ہمیں ''خارجی'' ذہنیت کی جستجو عہد نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فوری بعد کے زمانے میں کرنی چاہیے۔ لیکن اس سے بھی پہلے ہم ایک اور اہم امر کی طرف توجہ مبذول کروانا چاہتے ہیں۔

مدینہ منورہ میں مسلمان عموماً دو طرح کے تھے (i) مہاجرین (ii) انصار جو مدینہ کے باشندے تھے لیکن مکے والوں سے ان کے تجارتی و معاشرتی تعلقات بھی تھے۔ مکہ سے آنے والے زیادہ تر افراد بدّوؤں کی سی زندگی گزارتے، اپنا پیٹ پالنے کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ خیمے لگا کر پھرتے، منتقل ہوتے رہتے اور قافلوں کو لوٹ کر یا پھر شکار کر کے زندگی گزارتے۔ مدینہ ہجرت کرنے کے بعد اسلامی تعلیمات کے تحت ان کا یہ کردار ختم ہو گیا اور اس کی جگہ باقاعدہ جنگوں اور مالِ غنیمت کی تقسیم نے لے لی۔ انصار گو نسبتاً حضری اور شہری زندگی گزارتے تھے تاہم ان کا کاروبار بہت زیادہ نہ تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدنی زندگی میں جو غزوات پیش آئے اور دور دراز کے علاقے مثلاً خیبر تک فتح ہوئے ان میں انصار بھی مہاجرین کے ساتھ تھے اس طرح بدوی زندگی اور ابتدائی حضری زندگی ایک باقاعدہ ''کمانڈر'' کے زیراثر آ گئی جس نے ایک نئی ''نفسیات'' کو جنم دیا۔ معاشرتی اور سماجی نفسیات کی یہ تبدیلی کبھی کسی معاشرے میں کلی اور بیک قدم نہیں ہوتی تو میں اس کی عادی آہستہ آہستہ ہوتی ہیں اور معاشرے میں ایک طبقہ ضرور ایسا موجود رہتا ہے جو ''پرانی معاشرتی نفسیات'' کے زیراثر سوچتا اور عمل کرتا ہے۔

عہد نبویؐ سے اس کی ایک مثال غزوۂ حنین کے موقع پر مالِ غنیمت کی تقسیم ہے۔ صحیح بخاری کی یہ روایت طویل ہے لیکن ہم اسے یہاں نقل کرتے ہیں:

بعث علی ابن أبی طالب (رضی الله عنه) الی رسول الله(ﷺ) من الیمن

Marfat.com

بِذُهَيبةٍ فی أديمٍ مقروظٍ لم تُحَصَّل عن ترابها، قال: فقسمها بين اَربعة نَفَرٍ: بين عُيَيْنَة بن بَدْر و أقْرع بن حابِس وزيد الخيل والرابع اِمّا علقمة واِمّا عامر بن الطفيل. فقال رجل من أصحابه: كنَّانحن أحَقّ بهذا من هؤلآء قال: فبلغ ذلک النبیّ (ﷺ) فقال:ألا تأمنونني وأنا أمين من فی السماء، يأتِيْنی خبر السماء صباحاً ومساءً. قال: فقامَ رجل غائر العينين، مُشْرِف الوَجْنَتَيْن، نَاشِزُالْجَبْهَةِ، كث اللحية، محلوق الرأس مُشَمَّر الاِزار، فقال: يارسول اللّٰهﷺ اتّقِ اللّٰه، قال: ويلک أوَلستُ أحق أهل الأرض أن يَّتَقِی اللّٰه. قال: ثم وَلّیّ الرَّجل. قالَ خالد بن وليد: يارسول اللّٰهﷺ ألا أضرب عنقَه؟ قال: لا لَعَلَّه أن يكون يصَلّي. فقال خالد: وكم من مصلّ يقول بلسانه ماليس فی قلبه. قال رسول اللّٰه (ﷺ): اِنّی لم أومر أن أنقب قلوب الناس ولا أشق بطونهم. قال: ثم نظر اليه وهو مقفٍّ، فقال: انه يخرج من ضئضیٔ هذا قوم يتلون كتاب الله رطباً، لايجاوز حناجرهم، يمرقون من الدين كما يمرق السهم من الرمية. وأظنه قال: لئن أدركتهم لأقتلنهم قتل ثمود. (۳)

''علی بن اَبی طالب (رضی اللہ عنہ) نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف یمن سے ایک دباغت شدہ چمڑے میں سونا بھیجا جس سے مٹی الگ نہیں کی گئی تھی جو آپؐ نے چار اشخاص میں تقسیم کر دیا: عیینہ بن بدر، اَقرع بن حابس، زید الخیل اور چوتھے یا تو علقمہ تھے یا عامر بن طفیل۔ آپؐ کے اُصحاب میں سے ایک نے کہا: ہم ان لوگوں سے زیادہ اس کے حق دار تھے۔ یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپؐ نے فرمایا: کیا تم مجھے امانتدار نہیں سمجھتے حالانکہ میں اللہ کا امین ہوں جو آسمانوں میں ہے، صبح و شام میرے پاس آسمانوں کی خبریں آتی ہیں۔ راوی (حضرت ابوسعید الخدریؓ) کہتے ہیں کہ ایسے میں ایک شخص کھڑا ہوا جس کی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئیں، رخسار آگے کو ابھرے ہوئے، پیشانی آگے نکلی ہوئی، داڑھی اس کی گھنی تھی، سرمنڈا ہوا تھا اور ازار پنڈلیوں کی طرف اٹھائے ہوئے تھا۔ وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہنے لگا۔ اے رسولؐ اللہ! آپؐ اللہ سے ڈریں آپؐ نے فرمایا تو ہلاک ہو، کیا اُھل زمین میں سے اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا میں نہیں ہوں؟ پھر وہ شخص واپس چلا گیا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے فرمایا: کیا میں اس کی گردن نہ مار دوں؟

Marfat.com

آپؐ نے فرمایا: نہیں شاید وہ نماز پڑھتا ہو۔ حضرت خالدؓ نے فرمایا: کتنے ہی نماز پڑھنے والے ایسے ہیں جو زبان سے وہ کچھ کہتے ہیں جو ان کے دل میں نہیں ہوتا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے اس کا حکم نہیں دیا گیا کہ میں لوگوں کے دلوں میں نقب لگاؤں اور نہ ہی ان کے پیٹ چاک کرنے کا حکم دیا گیا۔ راوی کہتا ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کی طرف دیکھا وہ پیٹھ کیے جا رہا تھا، آپؐ نے فرمایا: اس شخص کی نسل سے ایک قوم نکلے گی جو قرآن کی تلاوت بڑی تازگی سے کرے گی لیکن قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا اور یہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے پار ہو جاتا ہے۔ اگر میں ان لوگوں کا زمانہ پا لیتا تو قومِ عاد کی طرح انھیں قتل کر ڈالتا''

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کی روایت میں گردن اتارنے کی اجازت طلب کرنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔(۴)

حضرت ابوسعید الخدریؓ ہی کی ایک اور متفق علیہ روایت میں یہ الفاظ ہیں:

''ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بیٹھے تھے آپؐ کچھ تقسیم فرما رہے تھے کہ بنو تمیم سے ذوالخویصرہ نامی ایک شخص آیا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! عدل کرو۔ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا: تمھیں عذاب ہو اگر میں عدل نہیں کروں گا تو پھر کون عدل کرے گا؟ اگر میں عدل نہیں کروں گا تو اپنے مشن میں ناکام ہو جاؤں گا۔ حضرت عمر بن الخطابؓ نے کہا: یارسولؐ اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ اس کی گردن اڑا دوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: رہنے دو اس کے ایسے ساتھی ہیں جن کی نمازوں کے مقابلے میں تم اپنی نمازوں کو حقیر سمجھو گے اور ان کے روزوں کے مقابلے میں تم اپنے روزوں کو حقیر گردانو گے یہ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن وہ ان کے حلقوم سے نیچے نہ اترے گا اور یہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے ایسے آر پار نکل جاتا ہے کہ تیر انداز تیر کے پھل کو دیکھتا ہے اور اس پر ''خون'' کا اثر نہیں ہوتا، پھر پھل کی جڑ کو دیکھتا ہے تو اس میں بھی خون نہیں ہوتا، پھر اس کے پر کو دیکھتا ہے تو اس پر بھی اثر نہیں پاتا حالانکہ تیر شکار کے پیٹ اور خون کے درمیان سے نکل جاتا ہے۔''(۵)

حضرت ابوسعید الخدریؓ ہی کی ایک اور روایت کے آخر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ

Marfat.com

الفاظ منقول ہیں:

''یہ لوگ مسلمانوں کو قتل کریں گے اور کافروں کو چھوڑ دیں گے اور یہ لوگ اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکار سے نکل جاتا ہے اگر میں ان لوگوں کا زمانہ پا لیتا تو قومِ عاد کی طرح انھیں قتل کر ڈالتا۔''(۶)

ان روایات سے خارجی ذہنیت کے چند نکات سامنے آتے ہیں:

۱- عدل و انصاف کا اپنا تصور وتعبیر جس کے مقابلے میں فعلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی قابل اعتراض ہے(نعوذ باللہ)۔

۲- تقویٰ کا اپنا تصور جس کے مقابلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض اعمال بھی خلافِ تقویٰ ہیں(نعوذ باللہ)۔

۳- امانت و دیانت کا انکا اپنا تصور جس پر، نعوذ باللہ من ذالک ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی پورے نہیں اترتے۔

۴- قرآنِ مجید کی تلاوت اور اس سے تمسک کا دعویٰ لیکن احکامِ قرآنی کے مفہوم و مطلب نیز ان کی روح سے بے تعلقی۔

۵- اس وجہ سے دین کی ایسی تعبیر اختیار کرنا جو خود انھیں دین سے باہر کر دے گی۔

۶- لیکن یہ اس دھوکے میں دیگر مسلمانوں کو دین سے باہر سمجھتے ہوئے قتل کریں گے۔

۷- کافروں کو ذمی قرار دیتے ہوئے چھوڑ دیں گے۔

۸- ان کے ظاہری نماز و روزہ دوسروں سے اچھے ہوں گے اور لوگ اسی وجہ سے ان سے دھوکا کھائیں گے۔

۹- یہ دین سے ایسے صاف طریقے سے باہر ہوں گے کہ لوگوں کو اس کا کوئی نشان نہ مل سکے گا اور لوگ انھیں دین دار سمجھیں گے۔

۱۰- فأينما لقيتموهم فاقتلوهم، فان قتلهم أجر لمن قتلهم يوم القيامة. (۷)

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ تم لوگ ان خوارج کو جہاں پاؤ قتل کر دو کیونکہ ان کو قتل کرنے والے کے لیے قیامت میں اجر ہے۔''

اب اگر اس خارجی فکر پر نظر ڈالیں تو دو بڑے امور ظاہر ہوتے ہیں کہ باقی باتیں انہی میں آ جاتی ہیں:

Marfat.com

(i) تقویٰ و پرہیز گاری کا لباس زیب تن کر کے اپنے من مانے فہم دین کو صحیح سمجھنا اور اس کے برخلاف نبیؐ، خلیفۂ نبیؐ یا کسی بھی دوسرے کی نہ سننا اور نہ تسلیم کرنا۔

(ii) قانون اپنے ہاتھ میں لینا اور ہر اتھارٹی کو نظر انداز کرتے ہوئے دوسرے مسلمانوں کے جان و مال، عزت و آبرو کی پرواہ نہ کرنا۔

یہ سارا کام یہ لوگ اس طرح کریں گے کہ ''بے دینی'' کا کوئی نشان کوئی شخص نہ پا سکے گا۔ لیکن اس کی دو علامتیں واضح ہوں گی:

(۱) قرآن پڑھیں گے، نمازیں ادا کریں گے، روزے رکھیں گے لیکن اسلام کو اس کی روح اور تعلیمات سے منحرف کر دیں گے۔

(۲) دوسرے مسلمانوں کو دین سے باہر سمجھتے ہوئے ان کا خون حلال کر لیں گے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں مانعینِ زکوٰۃ وہی تھے جو خلیفہ کی اتھارٹی کو قبول نہ کرتے ہوئے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکاری ہوئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کر کے انھیں سزا وارِ قتل قرار دینے اور پھر شہید کر دینے والے اسی فکر کے لوگ تھے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے خلاف خروج کرنے والے اسی فکر کے حامل تھے اور تاریخ میں خارجی کہلائے۔ حضرت علی علیہ السلام کے دور میں جن خوارج نے ظہور کیا اور اس سے قبل عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت میں جو لوگ ملوث تھے ان میں ''مرکز گریزیت'' واضح طور پر نظر آتی ہے۔ یہ مرکز گریزی اس طرح پیدا ہوئی کہ صحرا بہ صحرا پھرنے والے لوگ جب ایک منظّم مملکت کے تحت آئے تو فتوحات کے نتیجے میں انھیں مال ملتا تھا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد سے اس میں تحدید شروع ہوئی اور یوں خلیفہ یا حاکم وقت کے ''اختیار'' میں اضافہ ہوا۔ اس کا مطلب ان لوگوں کے مفادات میں بھی کمی کی صورت میں ظاہر ہوا۔ خلیفۂ وقت کے صوابدیدی اختیارات حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے عہدوں میں زیادہ پختہ ہوئے، خاص کر حضرت عثمانؓ کے عہد میں۔ حضرت عثمانؓ کے خلاف بغاوت اور پھر شہادت کو ''مرکز گریزی'' کا لاوا پھٹنے سے تعبیر کرنا چاہیے۔ حضرت علی علیہ السلام کے خلاف جنگ جمل ہو، صفین ہو یا نہروان ان میں وہی قبائلی عمائدین نظر آتے ہیں جن میں ''مرکز گریزیت'' پائی جاتی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ اگر یہ جائزہ لیا جائے کہ وہ کون سے قبائل تھے جنھوں نے حضرت علیؑ کا ساتھ دیا یعنی ''مرکز پسند'' اور ''مرکز گریز'' قوتیں کون سی تھیں تو بعض حیرت انگیز نتائج کا سامنا ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر جن لوگوں نے ۶۷۱ء میں حجر کے ساتھ مل کر خروج کیا چھ افراد کا تعلق یمنی قبائل سے

Marfat.com

تھا یعنی خثعم، بجلہ، حضرموت اور کندہ سے، باقی کا تعلق عبس، عنزہ، شیبان اور تمیم سے تھا۔ اسی طرح توابین میں (۵-۶۸۴ء) سولہ میں سے نو کا تعلق یمن سے تھا یعنی الاشعر، ازد، بجلہ، نیز، حمدان، حمیر، خزاعہ، کندہ سے ایک ایک جبکہ دیگر افراد عبدالقیس سے تعلق رکھتے تھے۔ ان میں سے ایک ایک فرد کا تعلق عبس، اسد، بکر بن وائل، فزارہ اور مزینہ سے تھا۔ گویا ان قبائل نے ظلم کے خلاف اٹھنے والی ان تحریکوں کو بھی اپنے مقاصد کے لئے استعمال کرنے کی کوشش کی۔

دوسری طرف خوارج پر نظر کریں تو حروریۃ میں سے صرف سات یمنی ہیں یعنی تین ازد سے، دو خزاعہ سے اور ایک طئی سے جبکہ ایک انصاری ہے جبکہ بیس افراد کا تعلق قطعی طور پر دوسرے قبائل سے ہے۔

حضرت علی علیہ السلام اور معاویہؓ کے خلاف بغاوت کرنے والے انیس لیڈروں میں سے صرف پانچ یمنی ہیں تین طئی میں سے اور ایک ازد اور ایک بجلہ میں سے۔ باقی چھ تمیم سے ہیں جبکہ آٹھ افراد آٹھ مختلف قبائل سے ہیں:(۸)

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ بعد میں ہونے والی بغاوتوں کے سرکردہ لوگوں میں شمالی قبائل ہی کے لوگ ہیں مثلاً تمیم، حنیفہ شیبان کے افراد۔ مثلاً ازارقہ میں ان کے لیڈر کے علاوہ بنوتمیم سے ابن عباد، صالح بن مسرح، بنو حنیفہ میں سے ابن الازرق، نجدہ اور اس کے پیروکار۔ اسی طرح شیبان میں سے صالح بن مسرح کے پیرو، شبیب بن یزید وغیرہ۔ یہ بنو حنیفہ ہی تھے جو جنگ جمل میں حضرت علیؑ کے خلاف انتہائی دلیری سے لڑے۔ ان سب کی تفصیلات تاریخ طبری(۹)، کامل ابن اثیر اور ابن خلدون (۱۰) میں متعلقہ مقامات پر دیکھی جا سکتی ہیں۔ اس تاریخی تجزیے کو اگر اہمیت دی جائے تو یہ نتیجہ نکالنا بے جا نہیں ہوگا کہ ''خوارج'' نے ابتدا ہی سے اپنے مخصوص نظریات کی آڑ میں ''مرکز گریز'' پالیسی اپنائے رکھی اور وہ کسی طرح ایک مرکزی حکومت جس کو قبائل اور ان کے سرداروں پر کنٹرول حاصل ہو قبول کرنے پر تیار نہیں رہے، ان کے اس سیاسی نظریے کے پس پشت ''عرب اور غیر عرب'' نیز ''عرب اور یمن'' کے تعصّبات بھی کارفرما رہے ہیں۔ بنیاد ان سب کی مرکزی حکومت کی اپنے مخصوص نظریات کے تحت مخالفت اور پھر اس سے بغاوت ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کیا حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور میں زکوٰۃ ادا نہ کرنے کا بہانہ ہو، حضرت عثمانؓ کے دور میں ان کا محاصرہ و شہادت ہو یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دور میں ان کے خلاف نہضتیں ہوں خوارج کا مخصوص سیاسی نظریہ یعنی ''مرکز گریزی'' آپ کو وہاں نظر آئے گا۔

یہ بات ٹھیک ہے اور تاریخ اس کی شہادت دیتی ہے کہ اپنے مقاصد کے حصول کے لیے اور لوگوں کی

Marfat.com

حمایت حاصل کرنے کے لیے انھوں نے بعض کلامی مسائل بھی پیدا کیے مثلاً ''اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں''، یعنی کوئی حکومت نہیں، گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہے لہذا حضرت عثمانؓ بھی کافر، حضرت علیؓ بھی کافر اور حضرت امیر معاویہؓ بھی کافر (نعوذ باللہ) اور جو انھیں کافر نہ مانے وہ بھی کافر اور اس کا قتل کرنا ضروری ہے۔ خود خوارج کے بعض گروہوں نے اس کی تفصیلات میں بعد میں کلام کیا ہے اور ان کے نظریات ان مسائل پر مختلف رہے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ خوارج عہد بنو عباس میں پہنچ کر ختم ہوگئے لیکن یہ اس صورت میں صحیح ہے اگر ان کا مطالعہ محض ایک فرقے کے طور پر کیا جائے لیکن وہ سیاسی سوچ جس کے یہ حامل رہے ہیں پوری تاریخ میں بار بار ظہور کرتی رہی ہے۔

پاکستان کے قبائلی علاقوں میں جاری شورشوں کے پس پشت کارفرما سیاسی سوچ پر نظر ڈالیں، طالبان اور تحریک نفاذ نظامِ محمدی پر نظر ڈالیں ان کے بیانات، انٹرویو، اقدامات پر غور کریں تو وہی خارجی سوچ ابھر کے سامنے آتی ہے جس کا گزشتہ سطور میں ذکر کیا گیا اور جس کے دو بنیادی عناصر ہیں:

(۱) ''مرکز گریزی'' تاکہ قبائلی نظام اسی طرح مستحکم رہے جس طرح پہلے تھا اور ان کے ظالمانہ قوانین اور طور طریقے باقی رہیں۔

(۲) اس مقصد کے حصول کے لیے مخصوص مذہبی نظریات کا استعمال اور اس میں ویسی ہی شدت پسندی جو خوارج کے ہاں تھی مسلمانوں کا قتل، خودکش حملے، گردنوں کو محض اس لیے کاٹنا کہ کوئی شخص ان کے نظریات سے صد فی صد متفق نہیں ہے۔ کفر، تقویٰ، نیکی، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی ان کی اپنی تشریح اور اسے تشدد و ظلم کے لیے استعمال کرنا۔ ان کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو کہتے ہوئے سنا:

سیخرج فی آخر الزمان قوم أحداث الأسنان، سفهاء الأحلام، یقولون من خیر قول البریة، یقرءُ ون القرآن لایجاوز حناجرهم، یمرقون من الدین کمایمرق السهم من الرمیة، فاذا لقیتموهم فاقتلوهم فان فی قتلهم أجراً لمن قتلهم، عندالله یوم القیامة. (۱۱)

''آخری زمانے میں کچھ لوگ خروج کریں گے جو کم سن ہوں گے، ان کی عقلیں ضعیف ہوں گی، بظاہر لوگوں کے لیے بہترین باتیں کریں گے وہ قرآن کی تلاوت کریں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا، وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسا کہ تیر شکار کے پار ہو جاتا ہے، جب تم انھیں پاؤ تو انھیں قتل کر دو کیونکہ انھیں قتل کرنے والے کے لیے اللہ کے پاس یوم قیامت اَجر ہوگا۔''

Marfat.com

حواشی

واضح ہو کہ صحاح ستہ کے حوالے ''الکتب الستة'' سے لیے گئے ہیں جو الریاض دارالسلام للنشر والتوزیع سے ۲۰۰۰ء میں شائع ہوئی ہے۔

(۱) ابن منظور، لسان العرب

(۲) (النساء:۱۰۰)

(۳) بخاری، الجامع الصحیح (الکتب الستة)، کتاب المغازی، باب بعث علی بن أبی طالب و خالد بن ولید الی الیمن قبل حجة الوداع، رقم الحدیث ۴۰۹۴، ۴۳۹۰، ۶۹۹۵، ۷۱۲۳، ۳۱۶۶، (ریاض: دارالسلام للنشر والتوزیع،۲۰۰۰ء)

(۴) مسلم، الجامع الصحیح (الکتب الستة)، کتاب الزکاة، رقم الحدیث۱۰۶۳، بخاری، الجامع الصحیح (الکتب الستة)، رقم الحدیث۳۱۶۸، ابن ماجہ، السنن (الکتب الستة)، رقم الحدیث۱۷۲، النسائی، السنن (الکتب الستة)، رقم الحدیث ۸۰۸۷، احمد بن حنبل، المسند (المکتب الاسلامی،الخامسة، سنہ ندارد)، ج ۳،ص۳۵۳۔

(۵) بخاری، الجامع الصحیح (الکتب الستة)، فضائل القرآن، باب ۳۶، رقم الحدیث۶۱۶۳، مسلم، الجامع الصحیح (الکتب الستة)، کتاب الزکاة، رقم الحدیث۱۰۶۴، ۲۴۱۷، ابن ماجہ، السنن (الکتب الستة)، رقم الحدیث ۱۶۹، النسائی، السنن (الکتب الستة)، رقم الحدیث ۸۰۸۹۔

(۶) بخاری، الجامع الصحیح (الکتب الستة)، کتاب الانبیاء، باب۶، رقم الحدیث۳۳۵۱، مسلم، الجامع الصحیح (الکتب الستة)، کتاب الزکاة، رقم الحدیث۱۰۶۴، ابوداؤد، السنن (الکتب الستة)، رقم الحدیث۴۷۶۴، النسائی، السنن (الکتب الستة)، رقم الحدیث۴۱۱۲، أحمد بن حنبل، المسند (المکتب الاسلامی،الخامسة، سنہ ندارد)، ج ۳،ص۴۔

(۷) مسلم، الجامع الصحیح (الکتب الستة)، باب التحریض علی قتل الخوارج، بخاری، الجامع الصحیح (الکتب الستة)، کتاب المناقب ۲۵، باب علامات النبوة فی الاسلام۔

(۸) W.Montgomery Watt *The Formative Period of Islamic Thoug*ht,(2006) c h.2, p.42-43 (Der Islam. xxxvi (1961) 215-217)

۹) قال الطبری: کان قتلی الجمل حول الجمل عشرة آلاف، نصفهم من أصحاب علی و نصفهم من أصحاب عائشة،من الأزد الفان، ومن سائرالیمن خمسمائة، ومن مضرالفان،

Marfat.com

وخمسمائة من قيس، وخمسمائة من تميم وألف من بنى ضبة و خمسمائة من بكر بن وائل. وقيل: قتل من أهل البصرة فى المعركة الا ولىٰ خمسة آلاف وقتل من اهل البصرة فى المعركة الثانية خمسة آلاف، فذلک عشرة آلاف قتيل من أهل البصرة. ومن أهل الكوفة خمسة آلاف وقال: وقتل من بنى عدى يومئذ سبعون شيخاً كلهم قد قرأ القرآن. (الطبرى، تاريخ امم والملوک، ذكر خلافة امير المؤمنين على بن أبى طالب: عدد قتلى الجمل، ج ۳، ص۵۴۳)، وفى رواية أخرىٰ للطبرى: قتل على بن أبى طالب يوم الجمل ألفين وخمسمائة، ألف وثلثمائة وخمسون من الأزد وثمانمائة من بنى ضبة و ثلثمائة وخمسون من سائر الناس. (نفس المصدر، ج۳،ص۵۴۷)

۱۰) وقال ابن خلدون: لما استكمل الفتح و استكمل للملة الملک ونزل العرب بالأمصار فى حدود ما بينهم وبين الأمم من البصرة والكوفة والشام و مصروكان المختصون بصحابة الرسولﷺ والاقتداء بهديه و آدابه المهاجرين والانصار من قريش وأهل الحجاز ومن ظفر بمثل ذلک من غيرهم وأما سائرالعرب من بنى بكر بن وائل و عبدالقيس و سائر ربيعة والأزد والكندة وتميم وقضاعة وغيرهم فلم يكونوا من تلک الصحبة بمكان الا قليلاً منهم وكان لهم فى الفتوحات قدم فكانوا ير ون ذلک لأنفسهم مع يدين به فضلاؤهم من تفضيل أهل السابقة من الصحابة ومعرفة حقهم وما كانوا فيه من الذهول و الدهش لأمر النبوة وتردد الوحى وتنزل الملائكة فلما انحسر ذلک العباب وتتوسى الحال بعض الشئ وذل العدو واستفحل الملک كانت عروق الجاهلية تنفض و وجدوا الرياسة عليهم للمجاهدين والانصارمن قريش وسواهم فأنفت نفوسهم منه (ابن خلدون، تاريخ، بيروت، دار احياء التراث العربى سنه ندارد، ج ۲، ص ۱۳۸)

(۱۱) مسلم، الجامع الصحيح (الكتب الستة)، كتاب الزكاة، باب۶۲، رقم الحديث۲۴۶۲،۱۵۴۔

Marfat.com

باب ہفتم:

دہشت گردی: علمائے اسلام کا مؤقف

ثاقب اکبر

اس باب میں ہم علمائے اسلام کے بیانات، فتاویٰ اور اعلانات پر مشتمل اہم دستاویزات پیش کر رہے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی دنیا کے مفتی اور علماء حضرات نے اتفاق رائے کے ساتھ دہشت گردی کی مذمت کی ہے۔ اس باب میں مندرجہ ذیل اعلانات شامل ہیں:

اعلانِ عمان ۲۰۰۵ء

اعلامیہ لاہور ۲۰۰۸ء

اعلامیہ کراچی ۲۰۰۸ء

فتویٰ دارالعلوم دیوبند ۲۰۰۸ء

فتویٰ جمعیت العلمائے ہند ۲۰۰۸ء

اعلامیہ مکہ ۲۰۰۶ء

فتاویٰ علمائے افغانستان ۲۰۰۷ء

۱- دہشت گردی کے خلاف اعلانِ عمان (۲۰۰۵ء)

اردن کے دارالحکومت عمان میں ۲۷۔۲۹/جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶ھ/۴/۶ جولائی ۲۰۰۵ء کو ''اسلام کی حقیقت اور معاصر معاشرے میں اس کا کردار'' کے عنوان سے ایک بین الاقوامی کانفرنس منعقد ہوئی، جس میں یہی

Marfat.com

موقف اختیار کیا گیا اوران فتاویٰ اورکانفرنس کی سفارشات کو بنیاد بنا کرکانفرنس نے اعلان عمان کے نام سے ایک بیان جاری کیا۔ اس اعلان کا متن مع ترجمہ قبل ازیں اسلامی نظریاتی کونسل کی ۲۰۰۶ء میں شائع ہونے والی رپورٹ ''اسلام اور دہشت گردی'' میں بھی شامل کیا جا چکا ہے۔ یہاں ہم اس اعلان کی اہمیت اوراس حوالے سے عالم اسلام کے دیگر اہم اعلانات کے ساتھ اس کی ہم آہنگی کے پیش نظر قارئین کی خدمت میں پیش کررہے ہیں۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

والصلاۃ والسلام علی سیدنا محمد وعلی آلہ وسلم

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ.(النساء:۱)

بیان صادر عن المؤتمر الاسلامی الدولی الذی عقد فی عمان،عاصمة المملكة الأردنية الهاشمية، تحت عنوان (حقيقة الاسلام ودوره فی المجتمع المعاصر)،فی المدة ۲۷.۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۶/۴.۶ تموز(یولیو)۲۰۰۵م

وفقاًلماجاء فی فتوی فضيلة الامام الأكبر شيخ الأزهرالمكرّم، وفتوی سماحة آية الله العظمی السيد علی السيستانی الأكرم، وفتوی فضيلة مفتی الديار المصرية الاكرم، وفتاوی المراجع الشيعية الأكرمين (الجعفرية والزيدية)،وفتوی فضيلة المفتی العام لسلطنة عمان الأكرم، وفتوی مجمع الفقه الاسلامی الدولی (منظمة المؤتمر الاسلامی.جدة، المملكة العربية السعودية)،وفتوی المجلس الأعلی للشؤون الدينية التركية،وفتوی فضيلة مفتی المملكة الأردنية الهاشمية ولجنة الافتاء الأكرمين فيها، وفتوی فضيلة الشيخ الدكتور يوسف القرضاوی الأكرم،

ووفقاً لما جاء فی خطاب صاحب الجلالة الهاشمية الملک عبدالله الثانی ابن الحسين ملک المملكة الأردنية الهاشمية فی افتاح مؤتمرنا،

ووفقاً لعلمنا الخالص لوجه الله الكريم،

ووفقاً لما قدم فی مؤتمرنا هذا من بحوث ودراسات ومادار فيه من مناقشات، فاننا، نحن الموقعين أدناه،نعرب عن توافقنا علی مايرد تالياً، واقرارنا به:

(ا) انّ كل من يتبع أحد المذاهب الأربعة من أهل السنّة والجماعة (الحنفی،والمالكی، والشافعی،والحنبلی)والمذهب الجعفری، والمذهب الزيدی، والمذهب الاباضی،والمذهب الظاهری، فهومسلم، ولا يجوز تكفيره، ويحرم دمه وعرضه وماله. وأيضاً،ووفقاً لما جاء فی فتوی فضيلة شيخ الأزهر،لايجوز تكفير أصحاب العقيدة الأشعرية، ومن يمارس التصوف الحقيقی.وكذلک لايجوزتكفير أصحاب الفكر السلفی الصحيح.

Marfat.com

كمالا يجوز تكفير أى فئة أخرى من المسلمين تؤمن باالله سبحانه وتعالىٰ وبرسوله صلى الله عليه وسلم وأركان الايمان، وتحترم أركان الاسلام، ولا تنكر معلوماً من الدين بالضرورة.

(٢) ان مايجمع بين المذاهب أكثر بكثير ممّا بينها من الاختلاف. فأصحاب المذاهب الثمانية متفقون على المبادى الأساسية للاسلام. فكلهم يؤمنون بالله سبحانه وتعالىٰ، واحداً أحداً، وبأنّ القرآن الكريم كلام الله المنزّل، وسيدنا محمد عليه الصلاة والسلام نبياً ورسولاً للبشرية كافة. وكلهم متفقون على أركان الاسلام الخمسة: الشهادتين، والصلاة،والزكاة،وصوم رمضان، وحج البيت، وعلى أركان الايمان: الايمان بالله، وملائكته،وكتبه،ورسوله، واليوم الآخر، وبالقدر خيره وشره. واختلاف العلماء من أتباع المذاهب هواختلاف فى الفروع وليس فى الأصول،وهورحمة،وقديماً قيل، ان اختلاف العلماء فى الرأى أمرجيد.

(٣) ان الاعتراف بالمذاهب فى الاسلام يعنى الالتزام بمنهجية معينة فى الفتاوى:فلا يجوز لأ حد أن يتصدّى للافتاء دون مؤهّلات شخصية معينة يحددها كل مذهب، ولا يجوز الافتاء دون التقيد بمنهجية المذاهب،ولا يجوز لأحدأن يدعى الاجتهاد ويستحدث مذهباً جديداً أو يقدّم فتاوى مرفوضة تخرج المسلمين عن قواعد الشريعة وثوابتها وما استقرَّمن مذاهبها.

(٤) ان لب موضوع رسالة عمان التى صدرت فى ليلة القدر المباركة من عام ١٤٢٥ للهجرة وقُرئت فى مسجد الهاشميين، هوالالتزام بالمذاهب وبمنهجيتها؛ فالاعتراف بالمذاهب والتاكيد على الحوار والالتقاء بينها هوالذى يضمن الاعتدال والوسطية،والتسامح والرحمة، ومحاورة الآخرين.

(٥) اننا ندعواالى نبذالخلاف بين المسلمين والى توحيد كلمتهم، ومواقفهم، والى التأكيد على احترام بعضهم لبعض، والى تعزيز التضامن بين شعوبهم ودولهم، والى تقوية روابط الآخوّة التى تجمعهم على التحاب فى الله، وألايتركوا مجالاً للفتنة وللتدخل بينهم.

فالله سبحانه يقول:

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ.(الحجرات: ١٠)

(٦) يؤكدالمشاركون فى المؤتمر الاسلامى الدولى، وهم يجتمعون فى عمّان عاصمة

Marfat.com

المملكة الأردنية الهاشمية، على مقربةٍ من المسجد الأقصى المبارک والأرآضى الفلسطينية المحتلة،على ضرورة بذل كل الجهود لحماية المسجد الأقصى، أولى القبلتين وثالث الحرمين الشريفين، فى وجه مايتعرض له من أخطار واعتداء ات،وذلک بانهاء الاحتلال وتحرير المقدسات.وكذلک ضرورة المحافظة على العتبات المقدسة فى العراق وغيره.

(۷) يؤكد المشار كون على ضرورة تعميق معانى الحرية واحترام الرأى والرأى الآخر فى رحاب عالمنا الاسلامى.

والحمد لله وحده.

ترجمہ:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

والصلاة والسلام على سيدنا محمد وعلى آله وسلم

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ.(النساء:۱)

(لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا۔)

اعلانِ عمان

عزت مآب امام اکبر مکرم جناب شیخ الازہر کے فتویٰ

سماحۃ آیت اللہ العظمیٰ سید علی سیستانی کے فتویٰ

دیار مصر کے مفتی اعظم کے فتویٰ

شیعیان جعفریہ وزیدیہ کے قابل احترام مراجع کے فتاویٰ

سلطنت عمان کے مفتی العام عزت مآب کے فتویٰ

بین الاقوامی اسلامی فقہ اکیڈمی (اسلامی کانفرنس تنظیم، جدہ، سعودی عرب) کے فتویٰ

ترکی کی سپریم کونسل برائے دینی امور کے فتویٰ

اردن کی سلطنت ہاشمیہ کے مفتی اعظم اور فتویٰ کمیٹی کے مفتیانِ کرام کے فتویٰ

اور عزت مآب جناب ڈاکٹر یوسف القرضاوی کے فتویٰ کے مطابق:

ہماری اس کانفرنس میں سلطنت ہاشمیہ اردن کے عزت مآب بادشاہ عبداللہ ثانی بن حسین کے افتتاحی خطاب کے مطابق:

Marfat.com

خالصتاً اللہ کی رضا کے لئے ہمارے علم کے مطابق؛

اور ہماری اس کانفرنس میں پیش کیے گئے مقالات،لیکچرز اورمذاکرات کے مطابق ہم زیر دستخطی درج ذیل بیان سے اتفاق کرتے اوراس کا اقرار کرتے ہیں:

۱۔ جوشخص اہل سنت والجماعت کے مذاہب اربعہ(حنفی، مالکی،شافعی،حنبلی) میں سے کسی ایک یا مذہب جعفری، مذہب زیدی، مذہب اباضی یا مذہب ظاہری کی اتباع کرے، وہ مسلمان ہے اوراس کی تکفیر جائز نہیں ہے، اس کا خون، اس کی عزت اوراس کا مال حرام ہے اور جناب شیخ الازہر کے فتویٰ کے مطابق اشعری عقیدہ رکھنے والوں،حقیقی تصوف سے شغف رکھنے والوں اورصحیح سلفی فکررکھنے والوں میں سے بھی کسی کی تکفیر جائز نہیں ہے۔

جیسا کہ مسلمانوں کی کسی بھی ایسی جماعت کی تکفیر جائز نہیں ہے، جواللہ سبحانہ وتعالیٰ، اس کے رسولؐ اورارکان اسلام پرایمان رکھتی ہو، ارکان اسلام کا احترام کرتی ہو اوردین کی جو باتیں بالضرورۃ معلوم ہیں، ان میں سے کسی کا انکار نہ کرتی ہو۔

۲۔ مختلف مذاہب کی متفق علیہ باتیں ان کی نسبت بدرجہا زیادہ ہیں، جن میں باہمی اختلاف ہے۔ مذکورہ بالا آٹھوں مذاہب اسلام کی اساسی مبادیات پرمتفق ہیں، یہ سب اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ واحد اور احد ہے،قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والا کلام ہے، سیدنا حضرت محمد علیہ الصلاۃ والسلام ساری انسانیت کے لئے نبی اوررسول ہیں اور یہ سارے مذاہب اسلام کے ارکان خمسہ شہادتین،نماز،زکوٰۃ، رمضان کے روزوں اور بیت اللہ کے حج پر بھی متفق ہیں۔ان مذاہب کا ارکان ایمان یعنی اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں،یوم آخرت اوراچھی بری تقدیر پرایمان میں بھی اتفاق ہے۔مختلف مذاہب کے علماء میں اگر اختلاف ہے، تو وہ فروع میں ہے، اصول میں نہیں اور یہ اختلاف باعث رحمت ہے، جیسا کہ ایک قدیمی قول ہے کہ ''رائے میں علماء کا اختلاف ایک اچھی بات ہے۔''

۳۔ اسلام میں مذاہب کا اعتراف یعنی فتاویٰ میں ایک معین اسلوب کی پابندی کے ضمن میں کسی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ان متعین شخصی صلاحیتوں کے بغیر فتویٰ دے، جن کا ہر مذہب نے تعین کیا ہے، مذاہب کے اصولوں کی پابندی کے بغیر بھی فتویٰ دینا جائز نہیں اورنہ کسی کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اجتہاد کا دعویٰ کرے اور کوئی نیا مذہب پیدا کرے یا ایسے مردود فتاویٰ کو ترجیح دے، جو مسلمانوں کو شریعت کے قواعد، مستقل اصولوں اورمذاہب کے متفق علیہ امور سے خارج کردے۔

۴۔ اعلانِ عمان جومبارک لیلۃ القدر ۱۴۲۵ھ کو جاری ہوا اورمسجد الہاشمین میں پڑھ کرسنایا گیا، کا خلاصہ یہ

Marfat.com

ہے کہ مذاہب اور ان کے اسالیب کی پابندی کی جائے، مذاہب کا اعتراف، ڈائیلاگ کی ضرورت پر زور اور باہمی ملاقاتیں اس اعتدال، میانہ روی، درگزر، رحمت اور دوسروں سے تبادل خیالات کی ضامن ہیں۔

۵۔ ہم دعوت دیتے ہیں کہ مسلمان باہمی اختلاف ترک کردیں، ایک بات اور ایک موقف پر متحد و متفق ہوجائیں۔ایک دوسرے کا احترام کریں،قوموں اور حکومتوں کے تعلقات کو مضبوط کریں،اخوت ومحبت کے ان تعلقات کو مستحکم کریں، جو انھیں الحب فی اللّٰہ کی سلک مروارید میں منسلک کردیں اور فتنہ اور دراندازی کے لئے کوئی راستہ نہ چھوڑ دیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ. (الحجرات:۱۰)

''مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں،تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحمت کی جائے۔''

۶۔ بین الاقوامی اسلامی کانفرنس کے شرکاء، جو اردن کی سلطنت ہاشمیہ کے دارالحکومت عمان میں اور مبارک مسجد اقصیٰ اور مقبوضہ فلسطینی علاقوں کے قریب جمع ہیں،اس امر کی ضرورت پر زور دیتے ہیں کہ مسجد اقصیٰ جو قبلہ اولیٰ اور تیسرا حرم محترم ہے، کی حفاظت اور اسے پیش آنے والے خطرات اور مظالم کو دور کرنے کے لئے تمام کوششوں کو بروئے کار لایا جائے اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ غاصبانہ قبضہ ختم ہو اور مقامات مقدسہ کو آزاد کردیا جائے، اسی طرح کانفرنس کے شرکاء سرزمین عراق میں اور دیگر مقامات مقدسہ کی حفاظت کی ضرورت پر بھی زور دیتے ہیں۔

۷۔ کانفرنس کے شرکاء نے عالم اسلام میں آزادی اور احترام رائے کے معانی کو گہرائی کے ساتھ سمجھنے کی ضرورت پر بھی زور دیا ہے۔ والحمدللہ وحدہ.

۲- پاکستانی علماء کا موقف

پاکستان بھر کے ممتاز علماء، مذہبی سکالرز اور اہل علم ودانش شروع دن سے انتہاپسندی اور دہشت گردی کے خلاف رہے ہیں۔انھوں نے اپنی تحریر وتقریر میں اسے ہمیشہ خلاف اسلام قرار دیا ہے اور مسلمانوں سے تقاضا کیا ہے کہ وہ آپس میں متحد ہوکر اسلام اور ملک کے خلاف ہونے والی اس سازش کا مقابلہ کریں۔انھوں نے ہمیشہ عوام کو اسلامی اخوت کی تعلیمات یاد دلائی ہیں۔خودکش حملوں کے سلسلے نے پاکستان کے پورے معاشرے کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ملک کے دلسوز علماء کو اس صورت حال کی سنگینی کا شدت سے احساس ہے۔انھیں اس امر کا بھی احساس ہے کہ دہشت گردی کو ناروا طور پر اسلام سے منسوب کیا جارہا ہے۔اس سلسلے میں علماء کے مختلف اجتماعات بھی منعقد ہوئے ہیں اور اجتماعی فتوے بھی سامنے آئے ہیں۔ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ عالمِ اسلام کے دیگر علماء کی

Marfat.com

طرح پاکستان کے علماء بھی دہشت گردی اور خودکش حملے کو خلاف اسلام سمجھتے ہیں۔ذیل میں ہم اس سلسلے میں پاکستان کے علماء کے دو اہم اجتماعی فتووں اور چند ممتاز علماء کے افکار کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

متحدہ علماء کونسل کا اعلامیہ لاہور ۱۴/ اکتوبر ۲۰۰۸ء

متحدہ علماء کونسل کا ایک اجلاس ۱۴ اکتوبر ۲۰۰۸ء کو جامعہ نعیمیہ لاہور میں منعقد ہوا۔ اجلاس میں اہل سنت، اہل حدیث اوراہل تشیع کے نمائندہ علماء شریک ہوئے۔ ان میں 23 مذہبی جماعتوں کے قائدین، جید علماء کرام اورشیوخ الحدیث شامل تھے۔ ان میں مندرجہ ذیل شخصیات نمایاں تھیں:

مولانا زاہد الراشدی، مولانا عبدالمالک، مولانا فضل الرحیم، حافظ محمد سعید، مولانا عبدالرؤف ملک، حافظ عاکف سعید، ڈاکٹر فرید پراچہ، انجینئر سلیم اللہ خان، مفتی غلام سرور قادری، علامہ زبیر احمد ظہیر، قاری عبدالرحمٰن نورانی، مولانا امیر حمزہ، پیر سیف اللہ خالد، قاضی سید نیاز حسین نقوی، پیر اطہر القادری، مولانا خلیل الرحمٰن حقانی، مفتی محمد خان، مولانا منظور احمد، مجیب الرحمٰن انقلابی، نصرت شاہانی اور محبّ النبی۔

اجلاس میں ایک متفقہ اعلامیہ کی منظوری دی گئی جسے بعدازاں کونسل کے سربراہ مولانا ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے لاہور میں ایک پریس کانفرنس میں پڑھ کر سنایا*۔ اس کے مطابق، پاکستان میں خودکش حملوں کو حرام اور ناجائز قرار دیا گیا۔

ڈاکٹر سرفراز نعیمی نے کہا کہ پیغمبر اسلامؐ نے غیر مسلم اقلیتوں اور غیر مسلموں کے احترام کی تاکید کی ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ جس نے غیر مسلم اوراقلیتوں کا خیال نہیں رکھا اُسے جنت کی خوشبو نصیب نہیں ہوگی۔

ایک سوال کے جواب میں انھوں نے کہا کہ وہ یہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں کہ کوئی مسلمان خودکش حملہ کرسکتا ہے۔

اس موقع پر مفتی محمد خان کا کہنا تھا کہ اسلام سلامتی کا دین ہے اوراس میں دہشت گردی اورخودکش حملوں کی اجازت نہیں۔(۲)

علماء کا اعلامیہ کراچی اگست ۲۰۰۸ء

قبل ازیں کراچی میں بھی اگست ۲۰۰۸ء میں تمام مسالک کے علماء کے اجلاس کے بعد ایک مشترکہ اعلامیہ جاری کیا گیا تھا جس میں پاکستان میں خودکش حملوں کو حرام قرار دیا گیا تھا۔مفتی منیب الرحمٰن نے جو اس اعلامیہ پر دستخط کرنے والے علماء میں شامل تھے ایک پرائیویٹ ٹی وی چینل کو انٹرویو دیتے ہوئے اس کے مقاصد اورجذبۂ محرکہ پر بھی روشنی ڈالی۔ انھوں نے کہا:

---

* نہایت افسوس سے لکھنا پڑ رہا ہے کہ مولانا سرفراز نعیمی اس بیان کے چند ہفتوں بعد ایک خودکش حملے میں دہشت گردوں کے ہاتھوں شہید ہوگئے۔

Marfat.com

ہم نے یہ فتویٰ اللہ کی رضا اورخدا خوفی کو پیش نظر رکھتے ہوئے دیا تھا، دین کا راستہ اختیار کرنے والوں کواللہ کی رضا مطلوب ہوتی ہے، اپنی انا نہیں۔ہم نے کبھی خودکش حملوں کے جواز کی کوئی صورت پیش نہیں کی اور میں قرآن وسنت کی روشنی میں انتہائی ذمہ داری کے ساتھ ایک بار پھر یہ کہتا ہوں کہ خودکش حملے ایک حرام عمل ہے اور حرام کو جائز سمجھ کراختیار کرنے والے اللہ اوراس کے رسولؐ کے کھلے مجرم اورسرکش ہیں۔(۳)

۳- بھارت کے علماء کا موقف

بھارت کے علمائے اسلام بھی دہشت گردی کے بارے میں پورے عالم اسلام کے موقف سے ہم آہنگ ہیں۔انھیں اس امر کا بھی شدت سے احساس ہے کہ خود بھارت کے مسلمان عرصہ دراز سے دہشت گردی کا شکار چلے آرہے ہیں۔انھوں نے اس سلسلے میں مختلف مواقع پر دہشت گردی کے بارے میں اپنے انفرادی اوراجتماعی نقطہ نظر کا اظہار کیا ہے۔ہم ذیل میں دارالعلوم دیو بند کے ایک تاریخی فتویٰ اور پھر اس کی تائید میں آنے والے اعلامیہ حیدرآباد (بھارت) کا مختصر احوال ذکر کرتے ہیں:

دہشت گردی کے خلاف دارالعلوم دیوبند کا فتویٰ ۲۰۰۸ء

بھارت کے قدیم تاریخی دینی مرکز، دارالعلوم دیوبند نے اپنے ایک عظیم الشان جلسے میں ہرقسم کے تشدد اور دہشت گردی کے خلاف ایک فتویٰ جاری کیا۔ اس جلسے میں 70ہزار افراد بھارت کی دور دراز کی ریاستوں سے شریک تھے۔ ثنا نیوز نے نئی دہلی کے حوالے سے اس جلسے اورفتویٰ کی خبریوں جاری کی:

> ''بھارت میں مسلمانوں کے سب سے بڑے دینی مدرسے دارالعلوم دیوبند نے دہشت گردی کو خلاف اسلام قرار دیتے ہوئے فتویٰ جاری کیا ہے اورکہا ہے کہ اسلام ہرقسم کے تشدد، قتل، لوٹ مار اورخونریزی کومسترد کرتا ہے اورامن کا پیغام پھیلانے کا درس دیتا ہے۔ دارالعلوم کے مفتی اعظم حبیب الرحمٰن کے دستخط سے جاری یہ فتویٰ نئی دہلی میں جمعیت علمائے ہند کے زیراہتمام دہشت گردی کے موضوع پرمنعقدہ سیمینار میں پڑھ کر سنایا گیا۔ اس موقع پر مسلمان مذہبی رہنماؤں کے علاوہ بڑی تعداد میں علما اورمدرسوں کے طلبا بھی موجود تھے۔ سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے جمعیت علمائے ہند کے جنرل سیکرٹری مولانا محمود مدنی نے کہا کہ ایک ایسا مذہب جو دنیا بھر میں امن کے قیام کا درس دیتا ہو اس کے خلاف دہشت گردی کا الزام جھوٹ کے سوا کچھ نہیں۔ انھوں نے کہا کہ وہ ہرقسم کی دہشت گردی کی مذمت کرتے ہیں اوردہشت گردی کے سامنے جھکنے کے بجائے اس کے خاتمے

Marfat.com

کی جدوجہد کریں گے۔ اس کانفرنس میں 70 ہزار افراد سے زائد نے شرکت کی۔ دیوبند کے عالم دین مولانا ریاست علی بجنوری نے فتویٰ سناتے ہوئے قرآن مجید کی ایک آیت بھی پڑھ کر سنائی جس کا ترجمہ یہ ہے: ''زمین میں امن قائم ہوجانے کے بعد فساد برپا مت کرو۔'' [فتویٰ میں کہا گیا ہے] اسلام امن کو پسند کرتا ہے۔ اسلام ہر قسم کے ظالمانہ تشدد کورد کرتا ہے اور کسی بھی شکل میں اس کی اجازت نہیں ہے۔ فتویٰ میں مزید کہا گیا ہے کہ اسلام ہر قسم کی دہشت گردی کو ختم کرنے اور عالمی بھائی چارے کو عام کرنے کا پیغام لے کر آیا ہے۔ کانفرنس میں موجود عالمی صورت حال پر شدید تشویش کا اظہار کیا گیا جہاں بیشتر اقوام مسلمانوں کے تئیں معاندانہ رویہ اختیار کیے ہوئے ہیں۔ جمعیت کے لیڈر اور رکن پارلیمنٹ مولانا محمد اسعد مدنی نے اپنی تقریر میں کہا کہ ملک میں داخلی اور خارجہ پالیسیوں پر بیرونی طاقتیں بہت زیادہ اثر انداز ہورہی ہیں جونہایت قابل تشویش بات ہے۔ کانفرنس نے مسلمانوں اور بالخصوص مذہبی اداروں کو دہشت گردی سے جوڑنے کے رجحان کی سخت الفاظ میں مذمت کی۔ مولانا مدنی نے کہا کہ اس بیماری (دہشت گردی) کی غلط تشخیص کی گئی ہے۔ جب بھی دہشت گردی کا کوئی واقعہ رونما ہوا تو اسے مسلمانوں سے جوڑنے کی ہر ممکن کوشش کی گئی اور بالخصوص ایسے افراد سے جنھوں نے مدرسوں اور مذہبی اداروں میں تعلیم حاصل کی ہو، یہ بالکل ہی غلط رویہ ہے۔ دارالعلوم نے اسی سال فروری میں ایک قرارداد منظور کرتے ہوئے دہشت گردی کو غیر اسلامی قرار دیا تھا اور کہا تھا کہ یہ اسلام کے امن پسند اصولوں کے خلاف ہے۔ آج کی کانفرنس میں مولانا مدنی نے ایک آٹھ نکاتی قرارداد پڑھ کر سنائی جس میں کہا گیا ''جہاد تعمیری اور دہشت گردی تخریبی عمل کا نام ہے۔'' قرارداد میں سرکاری اداروں سے اپیل کی گئی کہ وہ امن اور قانون کی برقراری کے لئے غیر جانبدارانہ خدمات انجام دیں۔''(۴)

دارالعلوم دیوبند کے فتویٰ کی توثیق

دارالعلوم دیوبند کے مذکورہ بالا عظیم الشان اجلاس اور دہشت گردی کے خلاف تاریخی فتویٰ کے اجرا کے بعد نومبر ۲۰۰۸ء میں حیدرآباد میں جمعیت علما کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ اردو ٹائمز نے اس دو روزہ اجلاس کی تفصیلی خبر جاری کی۔ ہم ۸ر نومبر کی خبر کا خلاصہ ذیل میں پیش کررہے ہیں:

Marfat.com

''دہشت گردی کے خلاف مہم تیز کرتے ہوئے ہندوستان کے مختلف شہروں کے 8ہزار سے زائد علما نے دارالعلوم دیو بند سے جاری اس فتویٰ کی تحریری طور پر توثیق اورتائید کردی جس میں کہا گیا ہے کہ اسلام ہر طرح کے بے جا تشدد، بدامنی، خونریزی، قتل وغارت گری کی قطعاً نفی کرتا ہے اوردارالعلوم دیو بند کے مہتمم مولانا مرغوب الرحمٰن کی سرپرستی اور جمعیت علما ہند کے صدرمولانا قاری محمد عثمان کی صدارت میں منعقد مجلس منتظمہ کے اجلاس میں پیش کردہ ماضی میں جاری اس فتوے کی امیرالہند نے تحریری طور پر تائید کی اوراس کے بعد یہاں مجلس منتظمہ کی میٹنگ میں 8ہزار سے زائد علما اورفقیہان نے اس کی تحریری طور پر توثیق کی۔''

اجلاس کے دوسرے سیشن کے اختتام پر قائد جمعیت مولانا محمود مدنی نے اخباری نمائندوں سے بات چیت کرتے ہوئے کہا کہ دہشت گردوں کا کوئی مذہب نہیں ہوتااور ہم ہر طرح کی دہشت گردی کی سخت مخالفت کرتے ہیں، چند شر پسند تنظیموں کی جانب سے اس بات کی کوشش کی جارہی ہے کہ ملک میں بدامنی پھیلائی جائے اوراس کے ذریعہ سیاسی مفادات حاصل کیے جائیں۔

اس اہم اجلاس میں مندرجہ ذیل نمایاں شخصیات نے شرکت کی:

مولانا قاری سید محمد عثمان منصور پوری (صدرجمعیت علمائے ہند)، مولانا مرغوب الرحمٰن (مہتمم دارالعلوم دیوبند)،مولانا قاری محمدعثمان، مولانا محمود مدنی، ابوالقاسم نعمانی (بنارس)،مولانا رفیق قاسمی (سیکرٹری جماعت اسلامی، ہند)، مولانا محمد اظہر (بہار)،علامہ رفیق بڑودی،مولانا ابوالحسن (شیخ الحدیث، گجرات)، مولانا خلیل الرحمٰن،حافظ ندیم صدیقی، مولانا ریاض فاروقی، قاری ایوب،قاری ادریس، مفتی افتخار (کرناٹک)،صدیق اللہ چودھری (بنگال)،ایڈووکیٹ ہارون (بھوپال)اورمولانا اقبال (تامل ناڈو)۔(۵)

۴-عراق میں مذہبی اتحاد کے لئے علما کی کوششیں

گذشتہ چند سالوں میں امت مسلمہ کو دنیا میں سب سے زیادہ دہشتگردی کا سامنا کرنا پڑا۔مسلم ممالک میں ہی سب سے زیادہ بے گناہوں کا خون بہایا گیا۔اس خونریز دہشتگردی کا سب سے زیادہ مظاہرہ عراق میں دیکھا گیا۔مسلسل چند سال تک سفاک دہشتگردوں نے بازاروں میں،عام لوگوں کے اجتماعات میں اورمذہبی مقامات پر دینی اجتماعات میں دھماکے یا خودکش کارروائیاں کرکے کثیر تعداد میں بے گناہ خلقِ خدا کوموت کے گھاٹ اتارنا اپنے طرزعمل کا حصہ بنائے رکھا۔عراق کی گھمبیر صورت حال کے اثرات عالم اسلام پر بالعموم اور عالم عرب پر بالخصوص مرتب ہورہے تھے۔تمام ذمہ دار علما اور اسلامی اداروں کو اس کا شدت سے احساس ہوا۔لہٰذا

Marfat.com

ملک کے اندر اور باہر عراقی مسلمانوں کے مابین فرقہ وارانہ ہم آہنگی کی کوششیں شروع ہوگئیں۔اس سلسلے میں اعلامیہ مکہ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔

اعلامیہ مکہ

اسلامی کانفرنس تنظیم اور مجمع فقہ اسلامی کی دعوت پر 19 اکتوبر 2006ء کو عراق کے 50 ممتاز شیعہ سنی علما مکہ میں اکٹھے ہوئے اورانھوں نے عراق کی پرتشدد اور خون ریز صورت حال پر غوروفکر کیا اور ایک اہم فتویٰ جاری کیا۔ اس تاریخی دستاویز پر اسلامی کانفرنس تنظیم کے سیکرٹری اکمل الدین احسان اوغلو، مجمع فقہ اسلامی کے سیکرٹری محمد حبیب بن خوجہ، عالمی مجلس برائے تقریب مذاہب اسلامی کے سیکرٹری آیت اللہ تسخیری اور علماء اسلام کی عالمی یونین کے سیکرٹری محمد سلیم العوا نے گواہ کی حیثیت سے دستخط کیے۔ یہ اعلامیہ دس نکات پر مشتمل ہے۔ہم ذیل میں اس کا خلاصہ پیش کرتے ہیں:

'' مسلمان وہ ہے جو اللہ کی توحید اورحضرت محمدؐ کی نبوت کی گواہی دے۔ یہ بنیادی اصول شیعہ اور سنی دونوں پر بلا استثنا مساوی طور پر لاگو ہوتا ہے۔ ان دونوں مکاتب فکر کے مشترکات ان کے مختلفات سے کئی گنا زیادہ ہیں۔ دونوں کے اختلافات کا تعلق فقط رائے اور تعبیر سے ہے۔ ان کے اختلافات کا تعلق ایمان یا ارکان اسلام سے نہیں ہے۔

مسلمانوں کی جان، مال، عزت اور شہرت قرآن وسنت کی تعلیمات کی روشنی میں حرمت کی حامل ہے۔ لہٰذا مسلمان مرد ہو یا عورت شیعہ ہو یا سنی اُسے قتل کرنا، اُسے نقصان پہنچانا، اُس پر تشدد کرنا، اُس کے مال اور جائیداد پر حملہ کرنا، اسے بے گھر کرنا یا اُسے اغوا کرنا جائز نہیں۔

تمام عبادت خانے محترم ہیں جن میں مساجد اور تمام مذاہب سے تعلق رکھنے والے غیر مسلموں کے عبادت خانے شامل ہیں۔

شیعہ وسنی علما کو چاہیے کہ اتحادویکجہتی کے اصولوں پر قائم رہیں۔نیز وہ قرآنی آیات ''والصلح خیر'' اور '' تعاونوا علی البر والتقوی''کی روشنی میں قومی اتفاق کے حصول کے لئے اپنی تمام تر کوششیں بروئے کار لائیں۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ نفرت وفتنہ انگیز اقدامات سے پرہیز کریں۔عراقی مسلمان ملک کی آزادی، اتحاد اورسالمیت کے تحفظ اورقومی امنگوں کو پورا کرنے کے لئے آپس میں متحد ہوجائیں اورملک کی فوجی، اقتصادی اور سیاسی لحاظ سے تعمیر نو نیز عراق کی تہذیبی و ثقافتی

Marfat.com

حیثیت کی بازیابی اور ملک سے بیرونی قبضے کے خاتمے کے لئے کمر ہمت کس لیں۔''

علما کی عمومی کوششیں

دہشتگرد گروہوں کی خواہش کے برعکس عراق میں عوامی سطح پر مذہبی فسادات نہ ہوسکے۔ آخر میں دہشتگردوں نے سامرہ میں اہل بیت کے محترم مزارات کو انتہائی اقدام کے طور پر اپنی تخریب کاری کا نشانہ بنایا تاکہ فرقہ وارانہ فسادات کا پھوٹنا یقینی ہوجائے۔

اس دوران سنی اورشیعہ علما کا کردار بہت ہی مثبت رہا اور سب نے یک زبان ہوکراپنے بیانات اورفتووں میں عام لوگوں کوقتل کرنے اوراس مقصد کے لئے خودکش کارروائی کرنے یا ناحق کسی کی بھی جان لینے کے عمل کوسختی سے حرام قراردیا۔

صورت حال کوسنبھالنے کے لئے عالم اسلام کے ممتاز علما نے اپنا کرداراداکیا۔شیخ الازہرامام اکبر جناب طنطاوی نے عراق میں مزاحمت کے نام پر عام لوگوں کو یا منتخب عراقی حکومت کے اہلکاروں کو مارنا حرام قراردیا۔ اسی طرح مشہورعالم دین جناب شیخ القرضاوی نے بھی عراق میں عوام کو مارنے یا کسی بھی فرقے یا دین کے مقدس مقام پر حملہ کرنے کو غیراسلامی فعل قراردیا۔شیخ قرضاوی نے الجزیرہ سے گفتگو کرتے ہوئے عراق میں نیپال کے ہندو مزدوروں کے قتل کوبھی ناجائز قراردیااوران مزدوروں کومستضعفین قرار دیا جوحصول رزق کے لئے کام کرتے تھے۔

اس سلسلے میں نجف اشرف میں موجود شیعہ مرجعیت اور مذہبی قیادت کا کردار بھی لائق ستائش رہا ہے۔ نجف کے علما میں سب سے موثر اورقد آورشخصیت جناب آیۃ اللہ علی سیستانی کی ہے۔انھوں نے ہمیشہ دہشتگرد حملوں کے ردعمل میں مشتعل شیعہ عوام کوسنی بھائیوں کے خلاف کسی طرح کے منفی اقدام سے روکنے کے لئے کئی بارفتاویٰ جاری کیے۔ 2004ء کے محرم (فروری۔مارچ) میں عاشورہ کے موقع پر سفاک دہشتگردوں نے کاظمین میں اہل بیت کے مزارات مقدسہ اور کربلائے معلیٰ میں امام حسینؑ کے روضہ اقدس کے قریب زائرین کے جم غفیر میں دھماکے کرائے جن سے سینکڑوں لوگوں کی جانیں ضائع ہوگئیں۔

اس واقعے کے فوراً بعد آیۃ اللہ سید سیستانی نے فتویٰ جاری کیا اور شیعہ عوام کوخبردار کرتے ہوئے کہا کہ ان اندوہناک واقعات کے ردعمل میں کسی سنی مسلمان یا ان کی مساجد کونقصان پہنچانا حرام ہے۔ انھوں نے کہا کہ چند غیرملکی گمراہ مذہبی عناصر کے مجرمانہ افعال کا ذمہ دارسنی بھائیوں کوکسی طرح بھی نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔

ان دھماکوں کے بعد وسطی عراق میں رہنے والے شیعہ قبائل کے مشتعل رؤسا نے وفد کی صورت میں آیۃ اللہ سیستانی سے ملاقات کی اور ان سے اجازت طلب کی کہ وہ ان علاقوں کی سنی آبادیوں کے خلاف جوابی کارروائی کریں۔ آیۃ اللہ سیستانی سرداران قبائل کی اس بات پر نہایت غضبناک ہوئے اوران سے کہا کہ

Marfat.com

اگر دہشتگردوں کے ہاتھوں میرے سارے بیٹے بھی قتل ہوجائیں تب بھی میں اس طرح کے غیر اسلامی اقدام کا سوچ بھی نہیں سکتا۔(۶)

2007ء میں دہشتگردوں نے جب سامرا میں اہل بیت کے مزارات مقدسہ کو نشانہ بنایا اور ردعمل میں عراق کی مشتعل شیعہ آبادی نے سنی آبادیوں اور مساجد پر حملے کیے تو آیۃ اللہ علی سیستانی نے فوراً ایک فتویٰ جاری کرتے ہوئے دہشتگردوں کے اس گھناؤنے فعل کی پاداش میں سنی آبادی اور ان کی مساجد کو نشانہ بنانے کو سختی سے حرام قرار دیا اور مشتعل شیعوں کو ایسے غیر اسلامی اور غیر انسانی اقدامات سے روکا۔اس موقع پر عراق کے دیگر علماء نے بھی میں اسی طرح کے فتوے صادر کیے۔(۷)

عراق کے علماء اہل سنت نے بھی 2007ء میں ایک نیا وسیع البنیاد اتحاد تشکیل دیا تاکہ دہشتگردوں کے خلاف منظّم ہوکر جدوجہد کرتے ہوئے عراق کے اہل تشیع کے ساتھ برادرانہ خوشگوار تعلقات کو استحکام بخشا جائے۔ اس اتحاد میں عراق کے تمام معروف علماء اہل سنت علماء نجف کے شانہ بشانہ سرگرمِ عمل ہیں۔ ہیئت علمائے عراق (Council of Iraqi Scholars) کے سربراہ علامہ شیخ عبدالمالک السادی جو عراقی سنی عربوں کے سب سے مشہور اور قد آور عالم دین ہیں اس کونسل کے سربراہ اور شیخ احمد عبدالغفور السامرائی جو عراقی سنی اوقاف کے سربراہ ہیں اس کونسل کے ترجمان ہیں۔

۵- افغانستان کے علما کا موقف

افغانستان کے علماء اہل سنت میں بھی بہت سارے علما دہشتگردی اور جہاد کے نام پر بے گناہوں کو قتل کرنے کے خلاف بہت سخت موقف رکھتے ہیں اور اس سلسلے کو بند کرنے کی کوششوں میں پیش پیش ہیں۔ اس سلسلے میں قابل ذکر نام مولوی محمد اسلم بلخی کا لیا جاسکتا ہے۔ وہ مزارشریف افغانستان میں مدرسہ امام ابو حنیفہؒ کے مہتمم اور روضہ حضرت علیؓ میں امام جمعہ بھی تھے۔ شمالی افغانستان میں وہ سب سے قد آور سنی عالم دین تھے۔ انھوں نے فروری 2007ء میں دہشتگردی اور بدامنی کے خلاف شیعہ اور سنی علما کا مشترکہ اجلاس طلب کیا تھا۔ وہ تیس سال سے درس وتدریس کے شعبہ سے وابستہ تھے۔ انھیں دہشتگردوں نے جون 2007ء میں شہید کردیا۔

افغانستان کے سب سے نمایاں شیعہ عالمِ دین اور مرجع آیۃ اللہ آصف محسنی بھی دہشتگردی اور بے گناہ لوگوں کو قتل کرنے کے خلاف سخت موقف رکھتے ہیں۔ وہ اپنے فتاویٰ، دروس اور بیانات میں عالم اسلام میں چلنے والی دہشتگردی کی لہر کو روکنے کے لئے بہت زور دیتے ہیں۔ وہ افغانستان میں امن وآشتی اور قومی مصالحت کے علمبرداروں میں شمار ہوتے ہیں۔

آیۃ اللہ محمود ہاشمی ارزگانی افغانستان کے ممتاز شیعہ مجتہدین میں شمار ہوتے ہیں۔ انھوں نے اپنے ایک

Marfat.com

انٹرویو میں دہشت گردی کے بارے میں اپنے دینی افکار کا اظہارکیا ہے۔ اس انٹرویو میں انھوں نے خاص طور پر افغانستان، پاکستان اورعراق میں ہونے والے دہشت گردی کے واقعات کے پس منظرمیں اظہار خیال کیا ہے۔ سطور ذیل میں ان کے جوابات کا خلاصہ پیش کیا جارہا ہے:

''یہ امر باعث افسوس ہے کہ اسلامی معاشروں میں جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں خود سری پرمبنی کام کیے جارہے ہیں۔ عراق، افغانستان اور پاکستان میں خودسری پرمبنی اور منطق سے عاری حرکتیں کی جارہی ہیں جن کے نتیجے میں بے گناہ انسان قتل ہورہے ہیں۔شیعہ نقطہ نظر سے جہاد رسول اکرمؐ کے زمانے میں یاامام معصوم کے ہمراہ واجب ہے جن سے آدمی کوحکم حاصل کرنا چاہیے۔ البتہ اس میں استثنائی امور موجود ہیں مثلاً جب کسی سرزمین پرکافر تسلط جمالیں اوراس صورت میں جہاد دفاعی قرار پائے گا یا کوئی شخص اپنی جان، مال اورعزت کے دفاع میں حملہ کرے۔ اس صورت میں فیصلہ دفاع کرنے والے شخص نے کرنا ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ کسی مورد میں اہل سنت کے نظریے کے مطابق اپنے وقت کے نظم سیاسی کی اطاعت کی جانا چاہیے اور کوئی شخص انفرادی طور پر خود سری کرتے ہوئے عمل کرسکتا ہے اورنہ فتویٰ جاری کرسکتا ہے۔ شیعہ نقطہ نظر سے بھی ہم کہہ چکے ہیں کہ صرف دفاع کے موقع پر اقدام جائز ہے جیسا کہ روسیوں نے جب افغانستان پر قبضہ کرلیا تھا توانھوں نے ایک اسلامی ملک پرحملہ کیا تھا اوراپنی مرضی کے افراد کوعوام پرمسلط کردیا تھا جبکہ پاکستان اور افغانستان کے آج کے حالات ان دنوں کی نسبت بالکل مختلف ہیں لہٰذا اس صورت حال میں دینی تعلیمات کی رو سے ہم کسی کوحملہ کرنے کے لئے نہیں اکسا سکتے۔ باعث افسوس ہے کہ اسلامی ممالک کو ایسے افراد سے جنگ کے لئے بہت زیادہ اخراجات اورنقصانات برداشت کرنے پڑ رہے ہیں۔ وہ لوگ جو ایسے جنگی اقدامات کررہے ہیں وہ جہالت کی وجہ سے اورمنفی تربیت کرکے بے خبر جوانوں کو دین کے نام پر ایسے کاموں پراکساتے ہیں اوران اقدامات سے اسلام کا چہرہ مسخ کرتے ہیں۔افغانستان اور پاکستان کے عوام غیروں کے تسلط میں نہیں رہناچاہتے لیکن انتہا پسندی اوربے امنی غیروں کی موجودگی کا باعث بنتی ہے اوراس سے اسلامی معاشرے کے لئے ثقافتی اوراخلاقی طور پر برے نتائج نکلتے ہیں لہٰذا انتہا پسندی،عوام کی جانوں کوخطرے میں ڈالنے اورخودکش حملے جنھیں غلط طور پر شہادت کی طلب کہاجاتاہے، ترک کرکے عوام کی اکثریت کا ساتھ دینا

Marfat.com

چاہیے اور اسلامی ممالک میں غیر ملکی افواج کی موجودگی کے جواز کو ختم کرنا چاہیے۔"(۸)

۶- چند دیگر اسلامی ممالک کے علما کا موقف

اومان کی اکثریت اباضی مسلک کی پیروکار ہے۔اومان کے علاوہ اباضی ساحلِ زنجبار وتنزانیہ اورالجزائر کے قبائل میں بھی پائے جاتے ہیں۔امت کے دیگر مسالک کی طرح اباضیہ بھی ناحق طور پر انسانی خون بہانے کو ناقابل معافی جرم قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک بھی ہر انسان کو جینے کا حق حاصل ہے اورکوئی بھی شخص اگرکسی انسان کو ناحق طور پرمارے گا تو وہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ ان کے علماء کے مطابق جنگ کی صورت میں صرف ان مردوں کو مارا جاسکتا ہے جو جنگ میں مخالفت میں صف آرا ہوں۔ دیگر تمام مردوں، عورتوں، بچوں، بوڑھوں کو مارنا ان کے نزدیک حرام ہے۔

اباضیہ کے علماء اتحاد بین المسلمین کے زبردست حامی ہیں اور بین الاقوامی سطح پرمسلمانوں کو متحد کرنے کی ہرکوشش میں پیش پیش نظر آتے ہیں۔سلطنت اومان کے مفتی عام علامہ شیخ احمد بن حمد خلیلی جو اباضیہ کے بڑے علماء میں سے ہیں، بھی امن وآشتی کے حامی اور اتحاد المسلمین کے بہت بڑے داعی ہیں۔ وہ اس مقصد کے لئے ایران، شام، اردن، قطر، سعودی عرب وغیرہ کا دورہ کر چکے ہیں۔ اعلان عمان جو اس کتاب میں شامل ہے میں بھی سلطنت اومان کے مفتی اعظم کے فتویٰ کا ذکرموجود ہے جس سے ان کے دہشت گردی کے خلاف عالمِ اسلام کے موقف کی مطابقت وہم آہنگی معلوم ہوتی ہے۔ (۹)

یمن میں مسلک زیدیہ سے تعلق رکھنے والوں کی اکثریت آباد ہے۔ زیدی علماء نے اپنی کتب، فتاویٰ اور بیانات میں بار بار دہشت گردی اور بے گناہ انسانوں پر کیے جانے والے خودکش حملوں کی مذمت کی ہے۔ انھوں نے مسلمانوں کے مابین اخوت واتحاد پر بہت زوردیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دیگرمذاہب فقہ کے ساتھ اعلان عمان میں زیدی مراجع کے فتاویٰ کا بھی بطورتائید ذکرکیا گیا ہے۔(۱۰)

لبنان کے ممتاز شیعہ عالم آیۃ اللہ محمد حسین فضل اللہ کا کہنا ہے کہ تشدد کے بارے میں اسلام کی تعریف ایک انسانی اوروہی تعریف ہے جو دنیا کی دوسری تہذیبوں میں کی جاتی ہے۔ ہم یہاں پہلے اس کا فردی پہلو بیان کریں گے۔ انسان کے لئے جائزنہیں کہ وہ بغیرکسی سبب کے کسی دوسرے انسان حتیٰ کہ اپنے بچوں تک کو زدوکوب کرے۔ اسلام کسی ایسے شخص کوزدوکوب کرنے کی بھی اجازت نہیں دیتا جوآپ کے خلاف صرف بدزبانی کا مرتکب ہوا ہو۔ بجز اپنے دفاع کے کسی انسان کوقتل یا زخمی کرنا اسلام میں جائزنہیں۔ اسی طرح صرف اسی صورت میں کسی دوسرے کے خلاف جنگ کی ابتدا کرنا جائز ہے جب خود اپنے دفاع اورتحفظ کی بات آپڑے۔(۱۱)

Marfat.com

حواشی

۱۔ (النساء ۴:۱۲۷)

۲۔ (october27th,2008.http//www.newsurdu.net/articles/category/habib-ullah-salfi/)

۳۔ (http://abna.ir/data.asp?id=117871&lang=6)مورخہ 28-08-2008

۴۔ http://www.millat.com/com/news.php?id=6024)

۵۔ (http://www.urdutimes.in/story.php?catId+7&ID+17113)مورخہ 8نومبر2008

۶۔ www.wiki-me.com.uk # the shia revival by vali nazr#]

۷۔ [Dahr jamails mideast dispatches http ?/ dahrjamailiraq.com/ who-benefits]

۸۔ (http://pashtu.irib.ir/index.php?option=com_content&task=view&id=3904&Itemid=132)

۹۔ (www.ibfdhiyah.net)

۱۰۔ [www.al-majalis.com]

۱۱۔ (www.Bayynat.ir)

Marfat.com

باب ہشتم:

انتہا پسندی ودہشت گردی: عالم اسلام کے چند اہم اقدامات

ثاقب اکبر

انتہا پسندی اور دہشت گردی کی لہر نے اکیسویں عیسوی صدی کے آغاز میں دنیا کو تیز رفتاری سے زیروزبر کرنا شروع کردیا۔ ویسے تو یہ سلسلہ پہلے سے ہی جاری تھا اورگذشتہ صدی کو انسانیت کے لئے سکون وطمانیت کی صدی قرارنہیں دیا جاسکتا لیکن موجودہ صدی کے آغاز میں دہشت گردی کے نئے اور خوفناک روپ سامنے آئے۔ گذشتہ صدی میں جن قوتوں کے مابین عالمی جنگیں ہوئی تھیں اُن میں سے کئی ایک عالمی سطح پر آپس میں اتحادی بن گئیں۔ یورپ کا بڑا حصہ یورپین یونین کے نام پر ایک ہوگیا۔ نیٹو میں جرمنی، فرانس اور برطانیہ ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے۔ سرد جنگ کا ایک طرف کا محاذ بھی بظاہر تحلیل ہوگیا۔ لیگ آف نیشنز کی ناکامی کی راکھ سے اقوام متحدہ کی نئی عمارت تعمیر کر لی گئی۔ جمہوریت، آزادی اورانسانی حقوق کے زمزمے گونجنے لگے لیکن شادیانوں کی اوٹ سے گھن اور گرج کی صدائیں سنائی دیتی رہیں۔ طرح طرح کے نظریے جنم لینے لگے۔ سرد جنگ کے خاتمے کا اعلان کرنے والوں نے کہا کہ دنیا اب دوقطبی سے یک قطبی ہوگئی ہے۔ بعض سادہ دلوں نے اسے امن کی نوید جانا۔ کسی نے ''تاریخ کے خاتمے'' کا اعلان کیا چونکہ اس کی رائے میں تاریخ کشمکش سے جنم لیتی ہے اورکشمکش کا دورسوویت یونین کے انقراض اور بکھر جانے سے لد گیا ہے۔ انسانیت کی آنکھوں میں امید کی نئی کرنیں جگمگانے کو تھیں کہ ''تہذیبوں کے تصادم'' کا نظریہ صفحۂ سیاست پر دھمک کی صورت میں آپڑا۔ امریکی پروفیسر سیموئل ہنٹنگٹن کے اس نظریے پر لے دے ابھی شروع ہی ہوئی تھی کہ 11 ستمبر کے دل دہلا دینے والے سانحے نے جنم لیا۔ پھر کیا تھا ساری دنیا گویا انتہا پسندی اوردہشت گردی کے دھوئیں سے اٹ گئی۔ دھواں، وہ بھی بارود کا ہوتو سچ اور جھوٹ کی تمیز کہاں رہتی ہے۔ 9/11 ہو یا 7/7 جو نام سامنے آئے وہ مسلمان گھرانوں سے تعلق

Marfat.com

رکھتے تھے۔ جن ملکوں سے اُن کا تعلق جڑا وہ عالم اسلام کے اہم ممالک تھے۔ پھر کیا تھا مسلمان ہی دہشت گرد قرار نہ پائے اسلام کا تعلق بھی انتہا پسندی اوردہشت گردی سے جڑ گیا۔ مغرب کے ذرائع ابلاغ نے انتہا کردی، مشرق میں بھی سنجیدگی اورمتانت کا وہ اظہار کم ہوا۔ جس کا دعویٰ ''ثنا خوانِ تقدیس مشرق'' کرتے رہے ہیں۔

تاہم اس تصویر کا دوسرا حصہ بھی ہے کیونکہ یہ تصویر یک قطبی نہیں ہے۔ دونوں طرف حوصلہ مند اورحقیقت شناس لوگ موجود تھے اورآج بھی ہیں۔ انھوں نے دنیا کوحق شناسی کی دعوت دی۔ انھوں نے تصادم کے بجائے مکالمے کی بات کی، جنگ کے بجائے امن کی راہ تجویز کی، گمراہ ہوتی دنیا کوسیدھے راستے کی رہنمائی کی اور دھند اوردھول کے اُس پار صاف افق کا پتہ دیا۔ انھوں نے مختلفات کے بجائے مشترکات پر زور دیا اورانسانیت کے مشترکہ مفادات اورمیراث کے تحفظ کے لئے مل جل کر جدوجہد کرنے کی دعوت دی۔

اس سلسلے میں عالم اسلام میں سیاسی، مذہبی، ثقافتی اورعلمی سطح پر کئی ایک اقدامات کیے گئے۔ ان میں سے بعض کے تاریخ ساز ہونے میں کوئی شک نہیں۔ اس مختصر سی دستاویز میں ہم ان تمام اقدامات کا احاطہ نہیں کرسکتے لیکن چند ایک کا ذکر ضروری سمجھتے ہیں تاکہ انسانی تاریخ کے اس مشکل دور میں عالم اسلام کے ذمہ دار حلقوں کی فرض شناسی کا کچھ اظہار ہوسکے۔ ممکن ہے بعض طریقوں، عبارتوں اوراصطلاحوں سے اختلاف کی گنجائش ہولیکن اسلام اورمسلمانوں کے دفاع میں ان اوران جیسے اقدامات کی اہمیت اورتاثیر سے انکارنہیں کیا جاسکتا۔

اس باب میں ہم مندرجہ ذیل اسلامی ممالک کے اہم اقدامات کا جائزہ پیش کررہے ہیں:

۱- مملکت سعودی عرب

۲- اسلامی جمہوریہ پاکستان

۳- اسلامی جمہوریہ ایران

۴- مملکت اردن

۱- سعودی اقدامات

مذاہب وادیان کے مابین مکالمۂ امن

انتہا پسندی کے حوالے سے اسلامی موقف واضح کرنے کے لئے سعودی عرب کے شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز نے 2007ء میں عالمی سطح پر نمایاں کوششوں کا آغاز کیا۔ ان کی مساعی کے مثبت اثرات پوری دنیا میں محسوس کیے گئے۔ سعودی عرب کا اقدام کئی پہلوؤں سے خاصی اہمیت رکھتا ہے۔ اول یہ کہ سعودی عرب عالم اسلام کا روحانی مرکز ہے۔ حرمین شریفین کی اس سرزمین پرموجودگی نے دنیا بھر کے مسلمانوں کواس سے وابستہ کر رکھا ہے۔ اسی وجہ سے سعودی حکومت اورحکمرانوں کو عالم اسلام میں ایک خاص طرح کا تقدس بھی حاصل ہے۔ ثانیاً

Marfat.com

سعودی عرب اس وقت تک دنیا کا سب سے زیادہ تیل پیدا کرنے والا ملک ہے۔ مالی لحاظ سے اس کی خوشحالی کی وجہ سے دنیا میں اس کا کردار زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ سعودی عرب عالم اسلام کے بعض ملکوں کی مدد بھی کرتا ہے۔ دنیا بھر میں دینی مدارس اورمساجد کے لئے حکومت اورغیر حکومتی سعودی افراد مالی امداد فراہم کرتے رہتے ہیں۔ قرآن حکیم کی عالمی سطح پر اشاعت کا سلسلہ سرکاری طور پرجاری رہتا ہے۔ ثالثاً 11 ستمبر کو امریکہ میں ہونے والے واقعے سے لے کر دنیا میں ہونے والے دہشتگردی کے دیگراہم واقعات میں بعض سعودی شہریوں کے نام سامنے آتے رہے ہیں۔ خاص طور پر القاعدہ کی بنیاد ہی ایک سعودی شہری نے رکھی ہے اگرچہ ان واقعات کو سرکاری سرپرستی حاصل نہیں ہے اور سعودی حکومت اپنی سرزمین پردہشت گرد عناصر کے خلاف مسلسل مصروف عمل ہے اوراس کا عالمی موقف بھی دہشت گردی اورانتہا پسندی کے خلاف ہے۔

بین المذاہب مکالمہ کانفرنسوں کا سلسلہ

2008ءمیں شاہ عبداللہ نے بین المذاہب مکالمہ کانفرنسوں کے انعقاد کا سلسلہ شروع کیا۔ اس کا آغاز مکہ میں بین المذاہب مکالمہ کانفرنس سے ہوتا ہے۔ اس میں صرف عالم اسلام سے سیاسی ومذہبی شخصیات کو مدعو کیا گیا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ پہلے مرحلے میں عالم اسلام کے مابین اتحادو اخوت کا پیغام دیا جائے علاوہ ازیں انتہا پسندی اور دہشت گردی کے خلاف دنیا تک عالم اسلام کا اجتماعی پیغام پہنچایا جائے۔

مکہ میں بین المذاہب مکالمہ کانفرنس

جون کے پہلے ہفتے میں مکہ میں سعودی فرمانروا شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز کی دعوت پر الصفا پیلس میں تین روزہ بین المذاہب مکالمہ کانفرنس منعقد ہوئی جس میں پورے عالم اسلام سے 1235 غیر ملکی مہمانوں کے علاوہ 500اسلامی دانشوروں اور جید علماء نے شرکت کی۔ ایران کے سابق صدراور دو اہم ترین آئینی اداروں کے سربراہ علی اکبر رفسنجانی، مؤتمر عالم اسلامی کے سربراہ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ آل الشیخ، مفتی الازہر ڈاکٹر محمد طنطاوی، ورلڈ مسلم لیگ کے سربراہ عبداللہ عبدالمحسن الترکی، پاکستان سے امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمد اور دیگر بہت سے مسلمان اکابرین اس میں شامل تھے۔ یہ کانفرنس اس لحاظ سے بڑی اہم ہے کہ اس کے ذریعے بین المذاہب مکالمے کے حوالے سے امت اسلامیہ کے اجتماعی موقف کا اظہار ہوا کیونکہ اس میں عرب وعجم، شیعہ وسنی اور کسی بھی دوسری تفریق سے ہٹ کر اجتماعی طور پر عالم اسلام اور مسلمانوں کی مکمل نمائندگی دیکھنے کو ملی۔اس کانفرنس کی دعوت سعودی عرب کے شاہ عبداللہ نے خاص طور پر خود جاری کی تھی اوراس کا اعلان انھوں نے ذاتی طور پر کیا تھا۔ اس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے سعودی فرمانروا نے کہا کہ مسلمانوں کو اس وقت کئی بڑے چیلنجوں کا سامنا ہے

Marfat.com

جن سے نمٹنے کے لئے مسلم امہ کو حکمت عملی پر توجہ دینا چاہیے۔ انھوں نے کہا کہ ہم آج اکٹھے ہوکر دنیا کو یہ پیغام دینا چاہتے ہیں کہ ہم انصاف، اخلاقی اقدار، بقائے باہمی اور بامقصد مذاکرات کے حق میں ہیں۔ دشمنان اسلام کے علاوہ انتہا پسند بھی مسلمانوں کی ساکھ کو بدنام کرنے کے لئے ناپاک کوششیں کررہے ہیں۔اس کانفرنس میں فیصلہ کیا گیا کہ دنیا کے تمام بڑے ادیان کے نمائندوں کی ایک کانفرنس میڈرڈ میں منعقد کی جائے گی۔ (۱)

شاہ عبداللہ کا دورۂ ویٹی کن

شاہ عبداللہ نے مناسب سمجھا کہ میڈرڈ کانفرنس سے قبل وہ ویٹی کن کا دورہ کریں۔ وہاں انھوں نے کیتھولک چرچ کے سربراہ پوپ بینیڈکٹ سے ملاقات کر کے انھیں مسلم دنیا کی طرف سے امن اوردوستی کی پیش کش کی۔ اس موقع پر دونوں رہنماؤں کے مابین تحائف کا تبادلہ بھی کیا گیا۔ اس دورے کو عالمی سطح پر بہت اہمیت دی گئی۔ 2006ء میں پوپ بینیڈکٹ کے بارے میں عالم اسلام میں اس وقت شدید ردعمل ہوا تھا جب انھوں نے اسلام اورپیغمبر اسلامؐ کے بارے میں کچھ متنازعہ ریمارکس دیے تھے۔ بعدازاں انھوں نے اپنے دورہ ترکی کے موقع پر خود ان ریمارکس پر افسوس کا اظہار کرتے ہوئے مسلمانوں کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا۔ عالم اسلام کی کئی ممتاز شخصیات ویٹی کن کا دورہ کر چکی ہیں جو اپنے مقام پر اہمیت رکھتی ہیں لیکن بعض وجوہ کی بنیاد پر شاہ عبداللہ کے دورے کی خاص اہمیت ہے۔ اس سلسلے میں خلیج ٹائمز کے ادارتی صفحہ کے مدیر اورکالم نگار اعجاز ذکا نے اپنے ایک مضمون میں تفصیل سے اظہار خیال کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> ''صلیبی جنگوں اوراسلام اورعیسائیت کے پیروکاروں کے درمیان کشیدہ تعلقات کی طویل تاریخ کے تناظر میں دیکھا جائے تو شاہ عبداللہ کا کام انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ سعودی عرب کا یہ بادشاہ بہت سے حوالوں سے غیر روایتی انداز کا حامل ہے۔ بڑھاپے کوخاطر میں نہ لاتے ہوئے شاہ عبداللہ نے بارہا عام ڈگر سے ہٹ کر بھی عربوں اورخصوصاً سعودی عرب والوں کے بارے میں مغرب میں پائے جانے والے دقیانوسی تصورات کے خاتمے کے لئے دنیا تک پہنچنے کی کوشش کی۔۔۔ان کے دورے نے دونوں ابراہیمی مذاہب کے درمیان تعلقات کے ایک نئے دور کا آغاز کردیا جن میں بہت کچھ مشترک ہے لیکن دونوں ایک دوسرے کے ساتھ شاید ہی کبھی امن کے ساتھ رہے ہوں گے۔'' (۲)

میڈرڈ کانفرنس برائے مکالمہ بین المذاہب

سعودی فرماں روا شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز کی دعوت پر میڈرڈ میں 16 تا 18 جولائی 2008ء کو عالمی

Marfat.com

کانفرنس بین المذاہب برائے مکالمہ منعقد ہوئی۔ اس میں اسلام،عیسائیت، یہودیت، ہندومت اور بدھ مت سے تعلق رکھنے والے وفود نے شرکت کی۔ یہ کانفرنس سپین کے رائل الپراڈو پیلس میں منعقد ہوئی۔ یہ کانفرنس اس لحاظ سے اپنی نوعیت کی پہلی بین الاقوامی کثیر العقائد کانفرنس تھی کہ اسے ایک مسلم عرب رہنما نے بلایا تھا،وہ بھی ایسا رہنما جسے حرمین شریفین کی تولیت کی وجہ سے عالم اسلام میں ایک خاص مقام اوراحترام حاصل ہے۔کانفرنس کے انتظامات کی ذمہ داری موتمر عالم اسلامی کے سپرد تھی۔

شاہ عبداللہ کا افتتاحی خطاب

میڈرڈ کانفرنس سے 85 سالہ سعودی فرماں روا کا افتتاحی خطاب بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اس میں کانفرنس کے مقاصد کو بہت عمدگی سے بیان کیا گیا ہے۔ دیگر مذاہب کے بارے میں اسلامی تعلیمات کا خلاصہ بھی اس میں آ گیا ہے۔ شاہ عبداللہ بن عبدالعزیز نے کہا:

''شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے۔

ساری تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے اپنی مقدّس کتاب میں بتایا ہے " اے بنی نوعِ انسان! ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمھیں قبیلوں اور گروہوں میں بنایا تا کہ تم ایک دوسرے کو جان سکو۔ بے شک اللہ کی نظر میں تم میں سب سے زیادہ محترم وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ "

اور ہمارے پیغمبر محمدؐ اور ان سے پہلے آنے والے تمام انبیا اور پیغمبروں پر خدا کی رحمت ہو۔

عزت مآب، میرے دوست، شاہِ سپین جان کارلوس!

عزیز دوستو! میں آپ سب کو خوش آمدید کہتا ہوں اور آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ سب ہماری دعوت پر اس مکالمے میں شرکت کے لئے تشریف لائے۔ آپ لوگ انسانیت کی خدمت کے لئے جو کوششیں کر رہے ہیں، میں ان کی قدر کرتا ہوں۔ میں اپنے دوست شاہ جان کارلوس، سپین کی سلطنت اور یہاں بسنے والے مہربان لوگوں کا ممنون ہوں جنھوں نے اپنی سرزمین پر اس کانفرنس کے انعقاد کا خیر مقدم کیا۔ یہ سرزمین تمام مذاہب کے پیروکاروں کے لئے تاریخی اور تمدّنی ورثہ رکھتی ہے اور اس نے مختلف نسلوں، ثقافتوں اور مذاہب کے لوگوں کو یہاں مِل جُل کر رہتے دیکھا ہے۔ یہ سرزمین دیگر تہذیبوں کے ساتھ بھی انسانیت کی ترقی میں مددگار ثابت ہو چکی ہے۔

Marfat.com

پیارے دوستو! میں ایک ایسی جگہ سے آپ کے پاس آیا ہوں جو تمام مسلمانوں کے لئے محبوب ترین ہے یعنی حرمین الشریفین، میں وہاں سے مسلم دنیا کا ایک پیغام بھی لایا ہوں جو اس کے علما اور مفکّرین نے حال ہی میں خانۂ خدا میں اکٹھے ہونے کے بعد دیا ہے۔ یہ پیغام اس امر کا اعلان کرتا ہے کہ اسلام اعتدال پسندی اور تحمل کا مذہب ہے۔ یہ پیغام تمام مذاہب کے ماننے والوں کے مابین تعمیری مکالمے کی دعوت دیتا ہے۔ یہ پیغام اس عزم کا اظہار کرتا ہے کہ انسانیت کے لئے ایک نیا باب کھولا جائے گا جو انشاء اللہ اختلاف کی جگہ اتفاق قائم کرے گا۔

عزیز دوستو! ہم سب ایک خدا پر ایمان رکھتے ہیں جس نے اس دنیا اور آخرت میں بنی نوع انسان کی بھلائی کے لئے پیغمبر بھیجے، جس کے لئے تمام تعریفیں ہیں اس کی یہ مرضی تھی کہ لوگ اپنے عقائد میں مختلف ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو اس وقت تمام انسانوں کا ایک ہی مذہب ہوتا۔ ہم آج یہاں ثابت کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی خوشی کے لئے جو مذاہب چُنے ہیں انھیں خوشی کا باعث ہی رہنا چاہیے۔ لہٰذا ہم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم دنیا کو بتادیں کہ اختلافات کو تنازعات اور تصادم میں تبدیل نہیں ہونا چاہیے اور یہ بھی واضح کریں کہ انسانی تاریخ میں جو سانحے ہو چکے ہیں ان کی بنیاد مذہب نہیں تھا بلکہ وہ ایک ایسی انتہاپسندی کا نتیجہ تھے جس میں تمام آفاقی مذاہب اور تمام سیاسی نظریات کے ماننے والوں میں سے کچھ لوگ ملوّث رہے ہیں۔

بنی نوع انسان اقدار کے اس انحطاط اور نظری پراگندگی کا شکار ہے اور ایک ایسے نازک دور میں سے گزر رہے ہیں جس میں تمام تر سائنسی ترقّی کے باوجود جرائم میں اضافہ ہورہا ہے، دہشت گردی زوروں پر ہے، خاندان منتشر ہورہے ہیں، نوجوان نسل منشیات میں ڈوب کر بھٹک رہی ہے، امیر غریب کا استحصال کر رہا ہے اور نسلی بنیادوں پر غلیظ رجحانات پروان چڑھ رہے ہیں۔ یہ سب اس روحانی خلا کا نتیجہ ہے جو لوگوں میں اس وقت پیدا ہوتا ہے جب وہ خدا کو بھول جاتے ہیں اور تب خدا ایسا کرتا ہے کہ وہ خود کو بھی فراموش کر بیٹھتے ہیں۔ ہمارے پاس اس صورتحال کا اس کے سوا کوئی اور حل نہیں ہے کہ ہم سب مذاہب اور تہذیبوں کے مابین مکالمے کے ذریعے ایک متحدہ نقطہ نظر پر متفق ہوجائیں۔

پیارے ساتھیو! ماضی میں اس طرح کے مذاکرات میں سے بیشتر ناکام رہے ہیں کیونکہ وہ

Marfat.com

غلط رُخ اختیار کر کے ایک دوسرے پر الزام تراشی اور اختلافات پر توجہ مرکوز کرنے اور انہیں بڑھا چڑھا کر پیش کرنے کی طرف چلے گئے تھے جس سے کشیدگی کم ہونے کے بجائے مزید بڑھ گئی یا شاید ان کی ناکامی کی وجہ یہ تھی کہ ان میں مذاہب اور عقائد کو ایک دوسرے کے قریب لانے کے بہانے انھیں ایک دوسرے میں ضم کرنے کی کوشش کی گئی تھی لیکن یہ ایک بے ثمر کوشش ہے کیونکہ ہر مذہب کے پیروکار اپنے عقیدے پر پختہ ایمان رکھتے ہیں اور اس کے متبادل کے طور پر کوئی بات تسلیم نہیں کریں گے۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ یہ تاریخی اجلاس کامیابی سے ہمکنار ہو تو ہمیں چاہیے کہ ان باتوں پر توجہ دیں جو ہمارے درمیان مشترک ہیں اور ہمیں ایک دوسرے کے قریب لاتی ہیں یعنی خدا پر پختہ ایمان، اعلیٰ اصول اور ارفع اخلاقی قدریں۔ یہ باتیں مذہب کا نچوڑ ہوتی ہیں۔

پیارے دوستو! ہوسکتا ہے انسان اس کرّہ ارض اور اس پر موجود ہر چیز کی تباہی و بربادی کی وجہ ہو لیکن وہ اسے امن وآشتی کے نخلستان میں بدلنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے جس میں لوگ مختلف مذاہب، فلسفیانہ نظریات اور عقائد کے ساتھ وابستگی رکھتے ہوئے اکٹھے رہ سکتے ہیں اور جہاں ایک دوسرے کے احترام کے ساتھ تعاون کر سکتے ہیں اور اپنے مسائل کو تشدد کے بجائے بات چیت سے حل کر سکتے ہیں۔

اللہ کے کرم سے انسان میں نفرت کو محبت کے ذریعے، مکر اور تنگ نظری کو تحمل و بردباری کے ذریعے ختم کرنے کی صلاحیت بھی ہے جو تمام بنی نوع انسان کو اس عظمت سے لطف اندوز ہونے کے قابل بناتی ہے جو خدا نے سب انسانوں پر نازل کی ہے۔

عزیز دوستو! آئیں ہم اس مکالمے کو ایمان کی کُفر پر، خیر کی شَر پر، انصاف کی ظلم پر، امن کی جنگوں اور تنازعات پر اور انسانی اخوت کی نسل پرستی پر فتح کی علامت بنا دیں۔

ہم نے اللہ کے نام سے آغاز کیا ہے اور ہم اُسی سے مدد مانگتے ہیں۔ میں ایک بار پھر آپ کا خیر مقدم کرتا ہوں اور اپنی ممنونیت کا اظہار کرتا ہوں۔

آپ کا شکریہ۔ والسلام'' (۳)

جنرل اسمبلی میں بین المذاہب کانفرنس

جولائی 2008ء میں اسپین میں منعقد ہونے والی میڈرڈ کانفرنس میں سعودی فرمانروا شاہ عبداللہ نے تجویز

Marfat.com

پیش کی کہ تہذیبوں کے درمیان ایک مکالمۂ امن کانفرنس اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں منعقد کی جائے۔ اسلام،عیسائیت، یہودیت، بدھ مت اور ہندومت کے ماننے والے ممالک کی نمائندگی کرنے والے وفود نے اس تجویز کی حمایت کی۔ اسی کے نتیجے میں 12، 13 نومبر 2008ء کو نیو یارک میں اقوام متحدہ کے دفاتر میں یہ کانفرنس منعقد ہوئی۔ کانفرنس میں شاہ عبداللہ کے علاوہ اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل بانکی مون، امریکی صدر جارج بش، پاکستان کے صدر آصف علی زرداری، افغانستان کے صدر حامد کرزئی، ایران کے صدر ڈاکٹر محمود احمدی نژاد،اسرائیل کے صدر شمعون پیریز سمیت ستر ممالک کے صدور اور وزرائے اعظم،وزرائے خارجہ اورسفیروں نے شرکت کی۔ کانفرنس کے آخری مرحلے میں ایک مشترکہ قرارداد منظور کی گئی جسے کانفرنس کے اختتام پر اقوام متحدہ کے سیکرٹری جنرل بانکی مون نے سعودی عرب کے وزیر خارجہ سعود الفیصل کے ساتھ یو این او میں ایک مشترکہ پریس کانفرنس میں پڑھ کر سنایا۔ اس میں مذاہب کے نام پر معصوم لوگوں کے خون بہانے اوردہشت گردی اورتشدد کی مذمت کی گئی۔قرارداد میں کہا گیا ہے کہ کوئی بھی مذہب بے گناہ لوگوں کا خون بہانے اور دہشتگردی اور تشدد کی اجازت نہیں دیتا اورکانفرنس کے شرکا نے تمام مذاہب اور عقائد سے تعلق رکھنے والی اقلیتوں پرروا رکھے جانے والے امتیازی سلوک، عدم برداشت، نفرت انگیز اظہار اورانھیں ہراساں کیے جانے کے واقعات پر سخت تشویش کا اظہار کرتے ہوئے تمام انسانوں، مختلف مذاہب وعقائد اورتہذیبوں کے درمیان مکالمے،رواداری، برداشت اورمفاہمت کی اہمیت پر زوردیا۔ قرارداد میں کہا گیا ہے کہ جنرل اسمبلی تہیہ کرتی ہے کہ مختلف مذاہب وعقائد کے درمیان رواداری اورمکالمے میں امن کی ثقافت کی ترویج اورانسانی حقوق کا احترام قائم کرنے کے لئے مذہبی رہنماؤں، سول سوسائٹی اورممالک کی طرف سے کی جانے والی کوششوں کی حمایت اورحوصلہ افزائی کی جائے گی۔(۴)

پاکستان میں سعودی سفیر کا اظہار خیال

انتہا پسندی کے خلاف سعودی اقدامات کا ذکر کرتے ہوئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان میں سعودی سفیر کے اُس خطاب کا ایک حصہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا جائے جو انھوں نے اسلامی نظریاتی کونسل کے زیراہتمام 3/فروری، 2009ء کو منعقد ہونے والی سفرا کی گول میز کانفرنس میں کیا۔ اُن کی یہ تقریر نہایت اہم نکات کی حامل ہے۔انھوں نے کہا:

> ”یہ بیان کرنا مبالغہ آمیزی نہیں ہوگی کہ مسلم امہّ اس وقت ان مسائل کی وجہ سے دنیا کی توجہ کا مرکز بن گئی ہے جن کے بارے میں یہ گمان ہے کہ وہ اسلامی دنیا سے جنم پا رہے ہیں۔ یہ مسائل تنہا مسلمانوں کے پیدا کردہ نہیں ہیں لیکن اس کے نتائج بھگتنے کے لئے مسلم امہ ہی کا انتخاب کیا گیا ہے۔

Marfat.com

دنیا میں ہر شخص مسلمانوں کے اس چھوٹے سے طبقے کے بارے میں بات کرتا ہے جس نے مسائل کے حل کے لئے متشددانہ طریق کار کو اختیار کیا ہوا ہے۔ غلطی سے یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ مسلم امہ عموماً اپنے مسائل کو حل کرنے کے لئے یہی طریقہ اختیار کرتی ہے۔ سچائی سے کوئی بھی چیز بالاتر نہیں ہوسکتی۔ یہ ان مسلمانوں کی اکثریت کے نقطۂ نظر کی بڑے پیمانے پر غلط تشریح ہے۔ جن کا دین انھیں دنیا کے دیگر مذاہب اور عقائد کے ساتھ پر امن طور پراور ہم آہنگی کے ساتھ رہنے کا درس دیتا ہے۔ قرآن پاک کا غالب نظریہ امن و سلامتی ہے۔ بشرطیکہ کوئی ظلم و جبر یا ناانصافی نہ ہو۔ قرآن پاک کے مطابق مسلمانوں کے غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات امن، اعتماد، رواداری اور باہمی عزت و احترام پر مبنی ہیں۔ اسلام مذہب اور عقائد سے قطع نظر، بے گناہ لوگوں کو قتل کرنے سے منع کرتا ہے۔ قرآن پاک میں واضح طور پر یہ حکم دیا گیا ہے'' دین میں کوئی جبر نہیں ہے'' اور مسلمانوں کو یہ تاکید کی گئی ہے کہ وہ اسلام قبول کرنے کے سلسلے میں لوگوں پر جبر نہ کریں مگر یہ کہ وہ اپنی مرضی سے دین اسلام کو قبول کریں۔ اس سے اسلام کی صحیح روح کی عکاسی ہوتی ہے۔

اسلام مسلمانوں سے یہ کہتا ہے کہ وہ اپنا دفاع کریں اور ساتھ ہی اس بات کی تاکید کرتا ہے کہ وہ جارح نہ بنیں۔ اسلام میں جنگ و امن کے حالات میں مسلمانوں کے لئے ضابطہ اخلاق کے اصول موجود ہیں۔ مسلمانوں کے لئے حالت جنگ و امن میں ہمدردی اور برداشت دین اسلام کی اہم تعلیمات میں سے ہیں۔ قرآن پاک اس بات پر زور دیتا ہے :'' ایک شخص کا ناحق قتل پوری انسانیت کا قتل ہے اور کسی ایک شخص کی جان بچانا پوری انسانیت کی جان بچانے کے مترادف ہے''۔

اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مسلمانوں کا ایک طبقہ گمراہ ذہن رکھنے والوں کے منصوبوں کی وجہ سے بھٹک نہیں گیا۔ اس بات کی ضرورت ہے کہ مسلم دنیا ایک طریق کار وضع کرے جس کے تحت لوگوں کے گمراہ طبقے کو منطقی دلائل کے ذریعے راہ راست پر لایا جائے۔ سعودی عرب میں ہم نے، انسداد دہشت گردی کی ایک نرم حکمت عملی وضع کی ہے۔ لوگوں کی ایک بڑی تعداد پر اس حکمت عملی کا اطلاق کر کے انھیں تشدد کے رجحان سے روکا گیا ہے۔ اس حکمت عملی سے ایسے لوگ جو اسلام کے صحیح راستے سے بھٹک گئے تھے اور پر تشدد رویہ رکھتے تھے انھیں صحیح راستے پر لانے میں بھی کامیابی حاصل ہوئی اور ایسے لوگ ایک بار پھر سعودی معاشرے کے امن پسند شہری بن گئے ہیں۔

Marfat.com

انسداد دہشت گردی کی حکمت عملی کے بنیادی خاکے کا انحصار درج ذیل رہنما اصولوں پر ہے:۔

۱) روک تھام

۲) تربیت کے ذریعے سدھارنا

۳) سدھارنے کے بعد دیکھ بھال

دیگر وجوہات کے علاوہ جن کے سبب سعودی انسداد دہشت گردی کی حکمت عملی کو کامیابی حاصل ہوئی اس اصول کے گرد گھومتی ہے کہ محض طاقت کے ذریعے ان لوگوں کے دل و دماغ نہیں جیتے جا سکتے جن کے اذہان کو گمراہ لوگوں نے اپنے قبضے میں لے رکھا ہے۔ دہشت گردی کی سرگرمیوں کے سدباب کے لئے مشترکہ طور پر مؤثر اقدامات کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کے ساتھ ہی ایسے اقدامات کرنے کی ضرورت ہے جس سے گمراہ ذہن کو صحیح راستے پر لایا جا سکے۔ یہ ایک نسخہ ہے جسے سعودی عرب میں استعمال میں لایا گیا۔ سعودی عرب اور دیگر مسلم ممالک کے درمیان مذہبی، ثقافتی، سماجی اور دیگر حوالے سے باہم طور پر بہت زیادہ مشابہت پائی جاتی ہے لہذا کوئی وجہ نہیں کہ ہم سعودی ماڈل کے کچھ اقدامات کو اختیار کریں اور ہر ملک ان اقدامات کو اپنے حالات کے مطابق تبدیلیاں کر کے استعمال میں لائے۔ یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ ہر ملک کو مقامی طور پر وضع کردہ ماڈل کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کے اپنے مخصوص تقاضوں اور مقاصد کے لیے موزوں ہو۔

انتہا پسندی کی اس آفت کا مقابلہ کرنے کے لئے کافی دلائل موجود ہیں لیکن اس کے ساتھ اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ ان وجوہات پر بھی غور کیا جائے جو پر تشدد رویے کو تشکیل دیتے ہیں۔ درحقیقت اس معاملہ میں ہمیں ظاہری حدود سے ماورا دیکھنا ہوگا۔ یہ لوگوں کی مختلف اقسام کی ان محرومیوں پر غور کرنے کا معاملہ ہے جن کا دنیا کی آبادی خصوصاً ترقی پذیر دنیا کی آبادی بشمول اسلامی دنیا کو بڑے پیمانے پر سامنا ہے۔ یہ معاملہ ان لاکھوں کروڑوں لوگوں کا ہے جن کو اپنے بچوں کی تعلیم کے لئے سکول بھیجنے کے مواقع حاصل نہیں ہیں اور جو نتیجتاً گمراہ لوگوں کا مطلوب ہدف بن جاتے ہیں۔ یہ معاملہ ہماری آبادی کے ان طبقوں کا ہے جنھیں خوراک کی قلت کا سامنا ہے اور جو سہولیات سے محروم ہیں۔ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس میں ان لوگوں کے لئے بہت احساس رکھنے کی ضرورت ہے جو اپنے خاندان کا سماجی طور پر اور صحت کے حوالے سے خیال نہیں رکھ سکتے اور مسلسل تکالیف کا سامنا کرتے ہیں، ان وجوہات کی وجہ سے جو ان کی بس میں نہیں ہوتیں مثلاً بچوں کی

Marfat.com

خراب صحت اور خواتین کی شرح اموات۔ یہ بڑھتی ہوئی بے روزگاری کا معاملہ ہے۔جو ظاہری نظام پر اعتماد کا خاتمہ کرنے اور اضطراب پیدا کرنے کا باعث بنتا ہے۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ امتیاز کسی بھی نوعیت کا ہو، بے سکونی اور بے اطمینانی کو جنم دیتا ہے۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ سماجی، سیاسی اور ثقافتی مسائل جن کا دنیا کی ایک بڑی آبادی کو سامنا ہے، کو فوری طور پر حل نہ کر کے ہم نے صرف ان اسباب کو بہت زیادہ بڑھا دیا ہے جن کی وجہ سے انتہا پسندی اور اُس کے طرز عمل میں مزید اضافہ ہوتا رہا ہے۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ جہالت کے خلاف جنگ کر کے ہی ہم نجات پا سکتے ہیں۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ بنی نوع انسان کی ضروریات کو ملحوظ نظر رکھ کر ہی ہم دہشت گردی کے عذاب کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ یہ چیزیں اور مزید کئی چیزیں اس ذہنی رجحان کو تشکیل دیتی ہیں جو مسلم امہّ اور پوری دنیا میں بے چینی پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے۔ دنیا کو اس سلسلے میں انتہا پسندی کے مسئلہ کے ایک جامع حل پر غور کرنے کے لئے سنجیدہ کوشش کرنی چاہئے کہ اس سلسلے میں اس طریق کار اور ذرائع کے بارے میں غور وفکر کرنا چاہئے جن کے ذریعے دنیا کی آبادی کے ایک بڑے طبقے کی محرومیت کے مسئلے کو حل کیا جا سکے۔ مسلمان ممالک کو اس کام میں بڑھ چڑھ کر حصہّ لینا چاہئے تا کہ دنیا میں انصاف اور مساوات قائم ہو اور امتیاز کی بنیاد کا خاتمہ کیا جا سکے اور تمام لوگوں کے ساتھ دنیا کے مساوی شہری کے طور پر سلوک کیا جا سکے۔ ان بنیادی وجوہات کے خاتمہ کے لئے جو انتہا پسندی اور پر تشدد رویے کو جنم دیتی ہیں ایک ٹھوس موقف اختیار کرنے کے لیے تحریک چلانے کی ضرورت ہے۔ فلسطین کو چاہئے کہ وہ ریاستی دہشت گردی کے ذریعے خون بہانے کے نہ ختم ہونے والے سلسلے کی اجازت نہ دے اور فلسطین کے لوگوں کے ساتھ کسی دیگر ملک کے شہری سے کمتر انداز میں سلوک نہیں کیا جانا چاہئے۔ اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ دنیا کے ان دیگر مسائل پر بھی بات کی جائے جو پر تشدد رویے اور طرز عمل کو جنم دیتے ہیں۔

اگر دنیا میں امن کا مقصد حاصل کرنا ہے تو یہ بہت ضروری ہو گا کہ تمام مذاہب کے لوگ ہم آہنگی کے ساتھ رہنا سیکھیں۔ ان مذاہب کے رہنماؤں، حکومتوں اور ریاستوں کے سربراہوں کو واضح طور پر امن کے حصول کے لئے اپنے پختہ عزم کا مظاہرہ کرنا چاہئے اور انھیں رواداری اور انسانی ہمدردی کی صفات کی تعلیم سے خود کو بہرہ مند کرنا چاہئے۔ ایک عرصے سے تمام مذاہب ایک دوسرے سے دور ہیں اور ایک دوسرے سے برسر پیکار رہے

Marfat.com

ہیں۔ دہشت گردی کے آسیب سے جو خطرہ لاحق ہے اس سے نمٹنے کے لئے یہ بہت ضروری ہے کہ تمام مذاہب کے لوگ ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائیں اور ان گمراہ لوگوں کو یہ باور کروائیں کہ وہ ان کا مقابلہ کرنے کے لئے متحد ہیں اور کسی حال میں بھی ان کی شیطانی چال کے سامنے بے بس نہیں ہوں گے۔''

۲- پاکستانی اقدامات

اعتدال پسندی اور روشن خیالی

جو معاشرے انتہا پسندی اور دہشت گردی کا بہت زیادہ شکار ہوئے ہیں ان میں پاکستان بہت نمایاں ہے۔9/11 کے واقعے میں کوئی پاکستانی ملوث نہ تھا لیکن دہشت گردی کے خلاف جنگ کے اثرات کا آج افغانستان اورعراق کے بعد سب سے زیادہ شکار پاکستان ہے۔ اس کی وجوہات اپنے مقام پر بیان ہوچکی ہیں۔فوجی اورسیاسی حوالے سے اگرچہ پاکستان نے بہت کوششیں کی ہیں تاہم یہاں پرانتہا پسندی اوردہشت گردی کے خلاف قومی سطح پر کی گئی نظریاتی کوششوں کا اجمالی ذکر کیا جاتا ہے۔

11 ستمبر کا واقعہ ہوا تو پاکستان میں سابق صدر جنرل پرویز مشرف کی حکومت تھی۔ وہ بیک وقت ملک کے چیف ایگزیکٹو اورفوج کے سربراہ تھے۔ اسلام کے بارے میں پھیلائی گئی غلط فہمیوں کے ازالے کے لئے انھوں نے جس حکمت عملی کا چناؤ کیا اُس کا نام خود انھوں نے ''اعتدال پسندی اورروشن خیالی'' رکھا۔ جہاں تک اس عنوان کے مثبت پہلوؤں کا تعلق ہے اس کی مخالفت تو جنرل پرویز مشرف کے ناقدین بھی نہیں کرتے تاہم اس حوالے سے ان کے ''مقاصد'' کچھ مختلف ضرور بیان کیے جاتے رہے ہیں۔ان کے نقطۂ نظر کو انہی کے الفاظ میں سمجھنے کے لئے ہم ان کی بعض تقاریر سے چند اہم اقتباسات پیش کرتے ہیں۔ دسمبر 2006ء کے آخری ہفتے میں کرسمس کی مناسبت سے ایوان صدر میں ایک تقریب کا اہتمام کیا گیا۔تقریب سے خطاب کرتے ہوئے انھوں نے کہا:

> ''بین المذاہب ہم آہنگی وقت کی اہم ضرورت ہے اورتہذیبوں کے درمیان تصادم کو مسترد کرکے مذہبی ہم آہنگی کو فروغ دیا جائے۔۔۔ اسلام اور عیسائیت امن، بھائی چارے اورہم آہنگی کے سبق دیتے ہیں۔۔۔ ہرملک اور ہر رہنما عالمی امن واستحکام کے لئے اپنا کردار ادا کرے۔۔۔ پاکستان امن اورہم آہنگی کے فروغ کے لئے اہم کردار ادا کررہا ہے۔ ہم مسلمان ہیں اور اعتدال پسندی اورروشن خیالی کی حکمت عملی کے ذریعے سیاسی مسائل کا حل چاہتے ہیں۔۔۔سیاسی تنازعات کو ختم کیے بغیر دنیا میں امن اور ہم آہنگی کا حصول ایک خواب رہے گا ہمیں ان تنازعات کو ختم کرنا ہے۔۔۔ پاکستان میں اقلیتوں کے حقوق کے

Marfat.com

لئے ہرممکن اقدامات کیے جارہے ہیں انھیں تمام حقوق حاصل ہیں مخلوط انتخابی نظام کے علاوہ [بھی] انھیں ہر سطح پر نمائندگی دی گئی ہے۔۔۔حکومت اقلیتوں کی بہبود کے لئے اقدامات کررہی ہے تاکہ وہ مسلمان شہریوں کے برابر رہیں۔۔۔پاکستان میں ہمیں مغرب سے سبق حاصل کرنے کی ضرورت ہے جہاں کرسمس کے موقع پر چیزیں سستی کردی جاتی ہیں لیکن عید کے موقع پر یہاں مہنگائی میں اضافہ ہوجاتا ہے،اس کوختم کرنے کی ضرورت ہے اور ہمیں اس سلسلے میں مغرب سے سبق سیکھنے کی ضرورت ہے۔۔۔ان کی عبادت میں کوئی رکاوٹ نہیں ہونی چاہیے، وہ پاکستان کے بلا امتیاز شہری ہیں۔۔۔قائداعظم کے ارشادات کے مطابق ہم اقلیتوں کو پاکستان کا مکمل شہری مانتے ہیں۔''(۵)

جناح کنونشن سنٹر میں تیسرے قومی سپیشل سکاؤٹس کنونشن سے اپنے کلیدی خطاب کے موقع پر اعتدال پسندی اور روشن خیالی کے بارے میں اپنا موقف واضح کرتے ہوئے جنرل(ر) پرویز مشرف نے کہا:

''دہشت گردی،انتہا پسندی اور فرقہ واریت کی لعنتیں پاکستان کے لئے ناسور ہیں۔حکومت ان کے خاتمے کے لئے تمام وسائل بروئے کار لائے گی نوجوانوں کو چاہیے کہ وہ معاشرے سے انتہا پسندی کے خاتمے کے لئے آگے آئیں اور پاکستان کو عدم برداشت والا معاشرہ کہنے کے حوالے سے عالمی برادری کے خدشات کو دور کریں۔۔۔انتہا پسندی کی وجہ سے ہمارے ملک کی ترقی کو بہت نقصان پہنچا ہے اوراس سے غیرملکی سرمایہ کاری کی آمد میں بھی کمی ہوئی ہے جبکہ مجموعی اور پائیدار اقتصادی ترقی کو بھی نقصان پہنچا ہے۔۔۔حکومت انتہا پسندی اور فرقہ پرستی کے خاتمے کے لئے تمام وسائل بروئے کار لارہی ہے اوراس حوالے سے ہم پرعزم ہیں کہ اپنے معاشرے سے انتہا پسندی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکیں گے اوراعتدال پسندی وروشن خیالی کے طور پر پاکستان کا نام عالمی برادری میں اجاگر کریں گے۔''(۶)

بڑی سیاسی جماعتوں نے ان کے اس نظریے کی بالعموم تائید کی اور یاپھر خاموشی اختیار کی، تاہم بہت سے سیاسی مذہبی رہنما ان کی مخالفت کرتے رہے۔انھوں نے ''اعتدال پسندی اورروشن خیالی'' کا کیامفہوم لیا، اس سوال کا جواب جاننے کے لئے جماعت اسلامی کے امیر قاضی حسین احمد کے یہ الفاظ ہماری مدد کرتے ہیں:

''اس وقت مغربی استعمار سے ہمیں سب سے بڑا خطرہ نظریاتی اورثقافتی میدان میں درپیش ہے۔ وہ ہمارے عقیدے اور ایمان کو کمزور اورہماری تہذیب وثقافت کو تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔ روشن خیالی اوراعتدال پسندی کے نام پر مسلمانوں سے کہا جارہا ہے کہ تم ہمارے کلچر،قوانین اور تہذیب وثقافت کو قبول کرلو، ان کے خیال میں اعتدال پسندی یہ ہے کہ

Marfat.com

مسلمان اپنی شناخت سے دستبردار ہوجائیں اور قرآن وسنت کے قوانین کو تبدیل کردیا جائے۔ پاکستان کی بدقسمتی ہے کہ یہاں کے حکمران روشن خیالی کے اس برانڈ کے پرچارک ہیں۔۔۔ اسلام کے نام پرحاصل کیے گئے اس ملک میں جنسی بے راہ روی کوفروغ دینے کی کوشش ہورہی ہے اوران کے پروردہ کہتے ہیں کہ اس میں کوئی قباحت اور برائی نہیں ہے۔''(۷)

یوں محسوس ہوتا ہے کہ جنرل(ر) پرویز مشرف کسی اور بات کو''اعتدال پسندی اور روشن خیالی'' کہہ کر اس کی حمایت کررہے ہیں اور جناب قاضی حسین احمد کسی اور چیز کی مخالفت کررہے ہیں۔ البتہ مذہبی، سیاسی اور فوجی مسائل میں سابق صدر کی حکومت کے اقدامات کو اسلام کی اعتدال پسندی اور حقیقی روشن خیالی سے الگ کرکے دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین ڈاکٹر خالد مسعود نے سیاسیات سے قطع نظر اس موضوع پر نظریاتی اورعلمی پیرائے میں گفتگو کی ہے۔اس سلسلے میں ہم یہاں پر سیرت النبیؐ کی ایک قومی کانفرنس میں پیش کیے گئے ان کے مقالے کے کچھ حصے پیش کرتے ہیں جویقینی طور پرنہایت اہم اور قابل غور نکات کے حامل ہیں۔

''اعتدال پسندی اورمیانہ روی پر تو سب کا اتفاق ہے کہ یہ اسلامی تہذیب کی ایک مسلمہ قدر ہے۔ البتہ روشن خیالی کی ترکیب پر بعض حلقوں کی طرف سے تحفظات کااظہار کیا جارہا ہے۔بعض کا کہنا ہے کہ یہ مغربی اور یورپی قدر ہے اور عالمی دباؤ کے تحت اسے اسلامیانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ جدید اصطلاحات کے بارے میں جب اسلام کے حوالے سے بات ہوتو احتیاط لازم ہے کیونکہ یہ یورپ کے مخصوص تاریخی، ثقافتی اور مذہبی پس منظر میں وجود میں آئی ہیں۔ جن تحریکوں نے ان تصورات اوراصطلاحات کو جنم دیا، وہ اکثر دین بیزار تھیں، چنانچہ یہ کہا جارہا ہے کہ ان تصورات اوراصطلاحات کے ذریعے مسلمانوں کو دین سے دورکرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ان خدشات کوآسانی سے نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ یہ لازماً سنجیدہ غوروفکر اورتجزیے کے متقاضی ہیں۔ ان تصورات کی وضاحت کی ضرورت ہے۔ اس تحقیق کی ضرورت ہے کہ روشن خیالی کیا ہے؟ اس کی تاریخ کیا ہے؟ یہ دین بیزار تحریک کیسے بنی اوروہ کونسی باتیں ہیں جن سے اسے دین بیزار بننے سے روکا جاسکتا ہے؟ یاد رہے کہ ہماری روشن خیالی کی مخالفت سے مغربی تہذیب کوتو کوئی دھچکا نہیں پہنچے گا لیکن ایک طرح سے اس مغربی پراپیگنڈے کوتقویت ہی ملے گی کہ اسلام روشنی کا ساتھ نہیں دیتا۔ سچی بات تو یہ ہے کہ اس وقت مسلمانوں کے لئے موقع ہے کہ وہ دنیا کو اس بات کی گواہی دے سکیں کہ دین پر قائم رہتے ہوئے عصر حاضر کے تقاضوں کو

Marfat.com

پورا کیا جاسکتا ہے اور سیرت طیبہ کی روشنی میں ایک روشن خیال اوراعتدال پسند معاشرہ تشکیل دیا جاسکتا ہے اور یہ کہ ہم یورپ کی دین بیزاری کو بھی ایک متبادل فکر دے سکتے ہیں۔اگر ہم نے ایسا نہ کیا تو ہم نہ صرف دنیا سے کٹ جائیں گے، بلکہ ہمارا یہ فیصلہ اس بات کی توثیق کرے گا کہ یورپ کی غیر دینی روشن خیالی کے سوا اورکوئی صورت ممکن نہیں۔

روشن خیالی انگریزی کی اصطلاح این لائٹن منٹ کا ترجمہ ہے۔فرانسیسی میں اس کے لئے ''سی ایکل دلیومی الغ'' اورجرمن میں ''آف کلارنگ'' کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے۔ یہ سترھویں صدی کی ایک یورپی تحریک کا نام ہے، جس نے جوش کے بجائے ہوش اور جذبات کے بجائے عقل اور تجرباتی استدلال پر زوردیا، قانون کی بالادستی اورقوانین فطرت کے مطالعے کی دعوت دی،عظمت انسانی کا سبق دیا، فرد کی اہمیت اورجمہور کی حکومت کا تصور دیا، دین میں شخصی اقتدار کی جگہ مقدس صحیفوں کی حجیت پرزور دیا، بدعات کی تردید کی اورکلیسا کے اقتدار کے خاتمے کے لئے اصلاحِ مذہب کی دعوت دی۔ اس تحریک کا بنیادی پیغام کلیسا کی غلامی سے آزادی اور عقل انسانی پر بھروسہ تھا۔

غور فرمائیں تو اس تحریک کی اکثر باتوں سے آپ اتفاق کریں گے، کیونکہ اسلام بھی ایسے ہی فکری انقلاب کی دعوت دیتا ہے۔ علمائے کرام، صوفیائے عظام اورمفکرین اسلام انہی اصولوں کی تعلیم دیتے آئے ہیں۔فرق یہ ہے اور جو یقیناً بہت بڑا فرق ہے کہ روشن خیالی کی یہ یورپی تحریک دین سے بیزارتھی اوراس کی وجہ وہ مخصوص تاریخی پس منظرتھا جس میں کلیسا نے اسے دین سے بیزار کیا۔ اسلام میں ایسی فکری تحریکیں دینی تحریکوں کی شکل میں سامنے آئیں۔ روشن خیالی اوردین بیزاری لازم وملزوم نہیں لیکن جب دینی قیادت اپنے اقتدار کو قائم رکھنے کے لئے انتہا پسندی، غلوفی الدین اورآباء پرستی کی روش اپناتی ہے اورعصری تقاضوں کونظرانداز کرکے روایت پرستی میں عافیت تلاش کرتی ہے تو دین سے بیزاری کی راہیں کھلتی ہیں۔ یورپی روشن خیالی میں دین بیزاری سرایت کرنے کی وجوہات بھی کچھ ایسی ہی تھیں۔

اس عہد میں کلیسا کی قوت واقتدار پرنظرڈالیں تو اس تحریک سے ہمدردی ہوتی ہے۔کلیسا کی ساری دینی قوت سیاسی جوڑ توڑ پرصرف ہوتی تھی۔کلیسا خدا کا نمائندہ ہی نہیں خود خدا کی حیثیت اختیار کر چکا تھا۔ مذہبی پیشوا گناہ معاف کرسکتے تھے۔ معافی نامے فروخت کرسکتے تھے۔ دین کی جو چاہے تعبیر کرسکتے تھے۔عبادات اوردینی واجبات میں تبدیلی کر سکتے تھے۔

Marfat.com

جس کو چاہیں جنت میں اور جس کو چاہیں دوزخ میں ڈال سکتے تھے۔ تعلیم پر کلیسا کا قبضہ تھا تو معیشت پر اس کی حکمرانی تھی۔ کوئی سوچے تو ان کی اجازت سے اور سانس لے تو ان کی اجازت سے۔ فطری بات ہے کہ اس دور میں جتنی فکری تحریکیں ابھریں، کلیسا نے ان کی مخالفت کی۔ اس کا منطقی نتیجہ تھا کہ یہ تحریکیں بتدریج بغاوتی تحریکوں میں تبدیل ہوتی گئیں۔ روایت سے بغاوت، کلیسا سے بغاوت، دینی اقدار سے بغاوت اور بالآخر دین سے بیزاری۔

اسلامی تاریخ میں بھی ایسی بہت سی روشن خیال تحریکیں وجود میں آئیں، لیکن ان میں سے کسی نے بھی دین بیزاری کی راہ اختیار نہیں کی۔ معتزلہ کی عقل پسندی کی تحریک ہو یا زہد کی صوفیانہ تحریک، فلسفہ کی مابعد الطبیعیاتی طرزِ فکر ہو یا اخوان الصفا کی باطنی سوچ، ارباب طریقت کی اصحاب شریعت پر کڑی تنقید ہو یا سلفیہ کی مذاہب فقہ اور تقلید پر ردوقدح، آج کی جدیدیت کی تحریک ہو یا مسلم ترقی پسند فکر، کسی سوچ کے دھارے میں دین بیزاری نہیں پائی جاتی۔ حتی کہ مخالفین اور معاندین نے ان پر گمراہی اور کفر کے فتوے تک لگائے، لیکن ان میں سے کسی نے بھی دین سے بیزاری کا اعلان نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اسلام کا فکری دامن بہت وسیع ہے اور عصری تقاضوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے اسلام سے باہر نہیں جانا پڑتا۔ آج بھی عصری تقاضوں سے نبرد آزمائی میں جہاں دوسرے ادیان مضمحل اور سراسیمہ نظر آتے ہیں اسلام اسی طرح تازہ دم ہے، جیسے آج سے صدیوں پہلے تھا۔

آج کا مسئلہ یہ ہے کہ مغرب نے اسلام کے خلاف پراپیگنڈے کا جوانداز اختیار کیا ہے، مسلمان اس کے بری طرح فریب میں آگئے ہیں۔ مغرب کا کہنا ہے کہ روشنی پہلے یورپ میں آئی اور وہ بھی سترھویں صدی میں۔ اس سے پہلے یورپ سمیت ساری دنیا اندھیرے میں تھی۔ آج بھی ان کے بقول مغرب کے سوا ساری دنیا خصوصاً عالم اسلام اندھیرے میں ہے۔ مغرب کا یہ دعویٰ تاریخِ عالم کی تکذیب بھی ہے اور متکبرانہ ناسپاسی بھی۔ ایک تو مغرب ان تمام دوسری تہذیبوں کے احسانات سے انکار کررہا ہے، جو صدیوں پر محیط اس انسانی تہذیبی سفر میں شامل رہیں۔ یورپ نے یہ ترقی تن تنہا حاصل نہیں کی۔ اس میں مصر، یونان، ہند اور اسلام نے بھی برابر حصہ لیا ہے۔ مسلمانوں نے کبھی یہ احسان فراموشی نہیں کی، وہ یونان اور ہند کے علوم سے استفادے کا ذکر کرنے میں کوئی شرم محسوس نہیں کرتے۔

دوسرے مغرب تاریخ کو یوں بھی جھٹلا رہا ہے کہ یورپ سے صدیوں پہلے روشن خیالی کی یہ لہر نبی اکرم حضرت محمدؐ کی دعوت سے وجود میں آئی تھی جب آپؐ نے جاہلیت کے خاتمے کا

Marfat.com

اعلان کیا۔ اسلام نے جاہلیت اور جہالت میں فرق قائم کرتے ہوئے واضح کیا کہ جاہلیت نہ تو لاعلمی کا نام ہے اورنہ ہی یہ قبل از اسلام زمانے کا نام ہے۔ یہ اس مخصوص جاہلی رویے کا نام ہے جو جھوٹے غرور، قبائلی فخر ومباہات اوراندھے جوش وجذبے، انتقام،تعصب،شدت پسندی اورانتہا پرستی کے یکجا ہونے سے مرتب ہوتا ہے۔ یہ رویہ طاقت اورمردانگی کی پرستش کا رویہ ہے جو صبر، برداشت،تحمل اور بردباری کو کمزوری گردانتا ہے، جو عقل کی جگہ جنون کا قائل ہے اور مکالمہ کے بجائے انتقام کا نعرہ لگاتا ہے۔ رسول کریمؐ نے مکی زندگی کے تیرہ سال صحابہؓ کو صبروتحمل کی تربیت دینے میں گزار دیے اور جب مدینہ میں جہاد کا حکم آیا تو وہاں بھی یہ مطالبہ تھا کہ دشمنی میں عدل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ جہاد اعلائے کلمۃ الحق کے لئے ہے، انتقام کے لئے نہیں۔ توحید کا یہ مطلب نہ لیا جائے کہ دوسروں کے خداؤں کو برا بھلا کہو۔ یہود ونصاریٰ اہل کتاب ہیں اورقابل احترام۔ آپؐ نے انسان کی تکریم کا سبق دیا۔ کسی کو رنگ نسل زبان مال اوردولت یا مذہب کی بنیاد پر دوسرے پر فضیلت نہیں، وجہ فضیلت صرف تقویٰ ہے، نیک اعمال ہیں اورعدل ہے کیونکہ یہی تقویٰ کے راستے ہیں۔

سیرت طیبہ نے انسانوں کو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی راہ دکھائی۔ نور یعنی روشنی اللہ کا نام بھی ہے، نبی کی صفت بھی ہے اورصحف سماوی کی بھی۔ سیرت طیبہ کے ذریعے دین کی تکمیل بھی ہوئی اورنبوت کا سلسلہ بھی اپنے اختتام کو پہنچا۔ اللہ نے اپنے آخری نبیؐ اورآخری کتاب کے ساتھ اپنی حجت کو تمام کردیا۔ اب غیّ الگ اورر شد الگ، نیکی اور بدی دونوں واضح کردیے گئے۔ اب کسی نبی کی ضرورت نہیں، نہ ظلی کی نہ بروزی کی۔ دوسرے مذاہب میں پنڈت، پادری اوررب خدا کے نائب بن کرمذہبی اقتدار کے دعویدار بنتے ہیں۔ یورپ میں روشن خیالی کی تحریک نے تو سترھویں صدی میں کلیسا کے اس مذہبی اقتدار کے خلاف آواز اٹھائی۔قرآن کریم نے چھٹی صدی میں اعلان کیا کہ مذہبی پیشوائی ان لوگوں کی اپنی اختراع ہے، انھوں نے احبار اوررہبان کو خدا کا درجہ دے دیاہے۔ نبی اکرمؐ نے روشنی کی جانب دعوت دی تو قریش سخت مزاحم ہوئے، کیونکہ ان کی سیاسی اوراقتصادی قوت کا دارومدار ان کے دینی اقتدار پر تھا۔ کعبہ کی تولیت ان کے پاس تھی، حج کے مناسک کا تعین وہ کرتے تھے، قربانیوں کا اہتمام وہ کرتے، حج کے مہینوں میں جنگ وجدل اورلوٹ مار حرام تھی تو اس لئے کہ دور دراز سے لوگ امن وسلامتی کے ساتھ حج کے لئے مکہ مکرمہ آسکیں۔ سال میں کتنے مہینے ہوں گے اورکونسے مہینے حرمت کے ہوں گے، اس کا حساب کتاب بھی

Marfat.com

قریش نے اپنے پاس رکھا ہوا تھا۔ ہرسال حج کے موقعہ پر قریش کا دینی پیشوا بڑے اہتمام سے اعلان کرتا تھا کہ اگلا سال بارہ مہینوں کا ہوگا یا تیرہ کا۔ نبی اکرمؐ نے دینی اقتدار کی ان رسوم پر ضرب لگاتے ہوئے اعلان کیا کہ مہینوں کے آغاز اورتعین کے لئے کسی پیشہ ورکی ضرورت نہیں۔ ہرشخص خود چاند دیکھ کرمہینے کا حساب لگا سکتا ہے۔مہینوں کی تعداد بارہ مقرر کردی گئی، ان میں کمی بیشی کوکفر بتا کرقریش کے دینی پیشوا کے عہدے کا خاتمہ کر دیا گیا۔ قریش کا سارا سود کا کاروبار اسی کمی بیشی پر چلتا تھا۔قرآن کریم نے اس کمی بیشی کو بھی ممنوع قرار دیا اورسود کوبھی حرام کردیا۔''(۸)

مارچ 2008ء میں پاکستان میں حکومت تبدیل ہوگئی۔''اعتدال پسندی اورروشن خیالی'' کی اصطلاح سے قطع نظر انتہا پسندی کے بارے میں اس کے نقطہ نظر میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ پاکستان نے بین المذاہب امن مکالمے کے سلسلے میں سعودی اقدام کی حمایت کی۔ صدر پاکستان جناب آصف علی زرداری نے جنرل اسمبلی میں 12,13 نومبر 2008ء کومنعقد ہونے والی بین المذاہب کانفرنس میں شرکت کی۔ اس کانفرنس کا نام''امن کی ثقافت''رکھا گیا تھا۔ صدر پاکستان نے 13 نومبر2008ء کو کانفرنس سے خطاب کیا۔ اس خطاب کے چند اہم اقتباسات ذیل میں پیش کیے جارہے ہیں:

نیو یارک میں بین المذاہب کانفرنس سے صدر زرداری کے خطاب کے اہم نکات

''موثر اقدامات کے ذریعے عصبیت کا مقابلہ کیا جانا چاہیے،نفرت انگیز تقاریرکومسترد کیا جانا چاہیے، ناانصافی اورامتیازی سلوک کی حوصلہ شکنی کی جانی چاہیے۔۔۔اسلام فوبیا اورسامی نسل کے خلاف متعصّبانہ رویہ جو کہ عالمی تنازعات اورکشیدگی کی بڑی وجہ ہے، مذاہب کے ماننے والوں کے درمیان خاص طور پر اس عفریت کا مقابلہ کیا جانا چاہیے۔۔۔ یہ وقت یہ جانچنے کا ہے کہ بڑی قومیں امن کے لئے یا امن کے کلچر کے فروغ کے لئے کس قدرمخلص ہیں اور یہ عمومی یقین ہے کہ امن کا کلچر اس وقت تک فروغ نہیں پا سکتا جب تک معقولیت،دانشمندی اورمفاہمت پر کٹرپن اورانا غالب رہے گی۔۔۔نفرت کی عفریت کا شکار 180 ملین پاکستانیوں کے نمائندے کی حیثیت میں ان کومسترد کرتا ہوں جوہمیں تقسیم کرتے ہیں اوران کے ساتھ ہوں جوہمیں ایک اللہ کی مخلوق کی حیثیت سے متحد کرتا ہو۔اگر دنیا کو امن کا گہوارہ بنانا ہے تو پھر اس میں نفرت کے لئے کوئی جگہ نہیں ہے،نفرت کی وجہ سے پیدا ہونے والی تفریق اوردھڑے بندیوں کومسترد کرنا ہوگا، واضح طور پر یہ وقت ہے کہ ہم ان کا ساتھ دیں

Marfat.com

جو خوف اورتعصّبات کی بنیاد پر تقسیم انسانیت کو متحد کرتے ہیں، یہ تعصّبات محض غیر ملکیوں کے بلا جوازخوف کا نتیجہ ہیں،عالمی تنازعات کے پیچھے دراصل غیر ملکیوں کا خوف عمل پیرا ہے، ایک ثقافت اورمذہب کے لوگ دوسری ثقافت اورمذاہب کے لوگوں سے نفرت کرتے ہیں جو کہ فطرت کی پچرنگی اورانسانی وجود کو سمجھے بغیر کی جاتی ہے، اکثر اوقات نفرت بے بنیاد ہوتی ہے، درحقیقت عموماً لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ حقیقی اختلافات کیا ہیں۔عموماً رائے، سوچ اورنقطہ نظر کے اختلافات کو سنجیدہ اختلاف کے طور پر لیا جاتا ہے جو کہ قطعی طور پر غلط طریقہ ہے۔ پھر تمام چیزیں حقیقت جانے بغیر اسی تناظر میں دیکھی جاتی ہیں، دوسروں کے لئے نفرت اس قسم کے حالات میں پیدا ہوتی ہے، اس کا حل یہ ہے کہ مختلف نظریات سننے کے لئے عالمی اوربین المذاہب کانفرنس اورسیمنارز کا سلسلہ شروع کیا جائے۔۔۔ ہم سنجیدگی کے ساتھ انتہا پسندی اوردہشت گردی کی وجوہات کے خاتمے کا عزم کریں، تمام لوگوں کا ان کے ملکوں اور قوانین پر اوران کے بچوں کے مستقبل کے بارے میں اعتماد بحال کیا جائے۔۔۔ اسلام کے خلاف نفرت سے بھری باتیں نہ صرف مسلمانوں کے خلاف زیادتیوں کو جنم دیتی ہیں بلکہ مختلف مذاہب میں کشیدگیوں کو بڑھاتی ہیں۔۔۔لوگوں کے دلوں میں اسلام کے متعلق بے بنیادخوف میں اضافہ ہوا ہے جس سے بچنا چاہیے کیونکہ دہشت گرد یہی چاہتے ہیں۔۔۔ ایک عالمی ایجنڈے پر اتفاق کیا جائے جس کے تحت کسی بھی مذہب کے خلاف نفرت پھیلانے کو رد کیا جائے اورخصوصاً مسلمانوں اور یہودیوں کے خلاف پھیلے تعصب کا مقابلہ کیا جائے۔۔۔اس کے علاوہ ان ممالک کی مدد کی جائے جو انتہا پسندی کی گرفت میں ہیں لیکن اس سے مقابلے کے لئے ان کے پاس وسائل کی کمی ہے۔''(۹)

۳- ایرانی اقدام

تہذیبوں کے مابین مکالمہ

بیسویں صدی کے آخری عشرے میں معروف امریکی سیاسی مفکر پروفیسر سیموئل ہنٹنگٹن نے تہذیبوں کے تصادم کا نظریہ پیش کیا۔ یہ نظریہ ان کی کتاب ''کلیشن آف سویلائزیشنز اینڈ دی ری میکنگ آف ورلڈ آرڈر'' میں مبسوط اورجامع طور پر بیان کیا گیا ہے۔ یہ کتاب 1996ء میں شائع ہوئی۔ وہ کچھ عرصہ پہلے سے اپنے اس نظریے کا اظہار کررہے تھے۔ ان کا نظریہ ہے کہ سرد جنگ کے خاتمے کے بعد نظریے کے بجائے مذہب کی بنیاد پر جنگیں ہوں گی۔ ان کے استدلال کے مطابق عیسائیت،اسلام،کنفیوشس ازم اور ہندومت میں تصادم ناگزیر ہے۔

Marfat.com

پروفیسر ہنٹنگٹن کے نظریے اوردلائل کا جواب بہت سے دانشوروں نے دیا۔ ان کا نظریہ تمام براعظموں کے سیاسی، ادبی، ثقافتی اور علمی حلقوں میں موضوع سخن بنا رہا۔ ان کے رد میں مقالے لکھے گئے۔ غیر مسلموں نے بھی ان کے نظریے کا ناقدانہ جائزہ لیا۔ ان پرالزام عائد کیا گیا کہ وہ سامراجی مقاصد اوراستعماری ایجنڈے کی تشکیل نو میں شریک کار رہتے ہوئے درحقیقت تہذیبوں کے درمیان تصادم کی راہ ہموار کرنے کے لئے ایک آلۂ کار کے طور پر کام کررہے ہیں۔ ان کے خلاف لکھنے والوں میں عالم عرب کے ممتاز دانشور ایڈورڈ سعید بھی شامل ہیں۔ انھوں نے جواباً Clash of Ignorance کے نام سے مقالہ لکھا۔ اس میں انھوں نے یہ بھی لکھا کہ:

''ہنٹنگٹن نظریہ پرست ہیں اور وہ سات آٹھ تہذیبوں کے تعلقات کار کو پیش نظر رکھتے ہیں اوراس میں بھی ''اسلام بمقابلہ مغرب'' کا تصور ان کے خیالات کے بڑے حصے کی غمازی کرتا ہے جبکہ انھوں نے ''مغرب بمقابلہ باقی دنیا'' کو سرے سے نظر انداز کردیا ہے۔''(۱۰)

پروفیسر سیموئل ہنٹنگٹن جو 24 دسمبر 2008ء کو 81 برس کی عمر میں انتقال کر گئے، کے مذکورہ نظریے پر نظر ڈالے بغیر عصر حاضر میں عالم اسلام کی طرف سے مذاہب اورتہذیبوں کے مابین مکالمے کی تجاویز اورکوششوں کی اہمیت کو پوری طرح نہیں سمجھا جاسکتا۔

ڈاکٹر محمد خاتمی کی تجویز

اس سلسلے میں ایران کی طرف سے بھی عالمی سطح پر ایک اقدام کیا گیا جو اپنے اثرات اوراقدامات کے لحاظ سے خاصا وسیع تھا۔ ایران کے صدر ڈاکٹر سید محمد خاتمی نے 1999ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی سے خطاب کرتے ہوئے تجویز پیش کی کہ اقوام متحدہ 2001ء کو تہذیبوں کے مابین مکالمے کا سال قرار دے۔ تجویز پیش کرتے ہوئے انھوں نے کہا:

''گذشتہ صدی میں استعمارقدیم کی خشونت، انسان آزاری اوراس کے جدید وراثت خواروں کے بے مثال ظلم کے مظاہر کا سلسلہ جاری رہنے کے علاوہ اشتراکی حکومتوں کا ظہور و زوال بھی دیکھنے میں آیا۔ توقع ہے کہ آئندہ صدی ایسے نظاموں اورایسی حکومتوں کی صدی ہوگی جو طاقت اورظلم کا احترام نہ کریں گی اور سیاسی اقتدار کا باطن محبت وعدالت سے عبارت ہوگا، اس طرح سے کہ مختلف تہذیبوں کے مابین مکالمہ اس باطن کا مظہر قرار پائے۔

جناب صدر! اب سوال یہ ہے کہ اقوام متحدہ نئے تقاضوں کی روشنی میں اپنے اندر کیا تبدیلی

Marfat.com

لائے گی اورانسانی فلاح کے اس درکار سفر میں کیا اثر قائم کرے گی؟ میں اسلامی جمہوریہ ایران کی طرف سے تجویز پیش کرتا ہوں کہ پہلے قدم کے طور پر 2001ء کو اقوام متحدہ کی طرف سے تہذیبوں کے مابین مکالمے کا سال قرار دیا جائے، اس امید کے ساتھ کہ اس مکالمے کے ساتھ ساتھ عالمی عدالت وآزادی کے لئے پہلے مرحلے میں جو اقدامات ضروری ہیں، وہ کیے جائیں۔ اس صدی کا بلند ترین ماحصل یہ ہے کہ اس میں گفتگو کرنے اورطاقت کے استعمال کو ترک کرنے کی ضرورت واہمیت کو قبول کر لیا گیا ہے۔ اس میں ثقافتی، اقتصادی اورسیاسی میدان میں باہمی روابط اورافہام وتفہیم کوفروغ حاصل ہوا ہے نیز آزادی، عدالت اورحقوق انسانی کی اقدار کو تقویت پہنچی ہے۔ تمدن کی بقا اور فروغ کے لئے ناگزیر ہے کہ ممالک کی سطح پر بھی اورعالمی سطح پر بھی مختلف گروہوں اورتہذیبوں کے مابین سلیقوں، آرا اور نظریات کے اختلاف کے باوجود مکالمہ ہو۔ اگر نئے ہزارہ اورنئی صدی کی آمد کے موقع پر انسانیت اپنی ہمت وکوشش اس امر پر صرف کرے کہ مکالمے کا آغاز ہو، دشمنی اورجنگجوئی کی جگہ افہام وتفہیم اورگفتگو لے لے تو یہ آنے والی نسل کے لئے ایک بہت بڑا تحفہ ہوگا۔''(۱۱)

ایران کے اُس وقت کے صدر ڈاکٹر خاتمی کی اس تجویز کومنظور کرلیا گیا اوراقوام متحدہ کی طرف سے 2001ء کوتہذیبوں کے مابین مکالمے کا سال قرار دیا گیا۔ اس سلسلے میں پوری دنیا میں بہت سی تقاریب اورسیمینار منعقد ہوئے۔ تہران میں اس مقصد کے لئے مرکزی دفتر قائم کیا گیا تھا اورایرانی حکومت نے اس مقصد کے لئے خطیر رقم صرف کی۔ بعدازاں اس مشن کو جاری رکھنے کے لئے2007ء میں تہذیبوں کے مابین مکالمے کی فاؤنڈیشن قائم کی گئی جس کا مرکز جنیوا ہے۔ اس کے بانی ڈاکٹر محمد خاتمی ہی ہیں۔ دنیا کے بعض نہایت اہم ادارے اس فاؤنڈیشن سے ڈائیلاگ پارٹنر کی حیثیت سے وابستہ ہیں۔ فاؤنڈیشن مختلف مذاہب، ممالک اورتہذیبی اکائیوں کے مابین مکالمے اورہم آہنگی کے فروغ کے لئے سرگرم عمل رہتی ہے۔ یہ فاؤنڈیشن مسائل اور تنازعات کو گفتگو کے ذریعے حل کرنے میں مدد فراہم کرتی ہے۔(۱۲)

۴۔ حکومت اردن کا اقدام

علمائے اسلام کا علمائے مسیحیت کے نام دوستی کا پیغام

جہاں ایک طرف تہذیبوں کے تصادم کی بات چل رہی ہے، دہشت گردی کے نام پر مسلمانوں اوراسلام

Marfat.com

کے خلاف پراپیگنڈا کا سلسلہ جاری ہے اور زیرلب، بالائے لب صلیبی جنگ کے تذکرے ہیں وہاں عالم اسلام کے علمی، دینی اور سیاسی حلقے اسلام کی حقیقی تصویر دنیا کے سامنے پیش کررہے ہیں اورمذاہب وتہاذیب کے مابین مکالمے کی روش کے احیا اورفروغ میں اپنا کرداراداکررہے ہیں۔ ہم نے عالم اسلام کے بعض ذمہ دار سیاسی رہبروں کے چند اقدامات کا ذکر کیا ہے۔ علمائے اسلام نے جہاں داخلی محاذ پر انتہا پسندی کی ہر شکل کا اجتماعی شعور سے مقابلہ کیا ہے وہاں خارجی محاذ پر بھی اپنی عصری ذمہ داریوں سے غافل نہیں رہے۔ اس سلسلے میں انھوں نے بعض ایسے اقدامات بھی کیے ہیں جو تاریخ میں اپنی نوعیت کے آپ ہیں اورجو آئندہ کی مذہبی وانسانی تاریخ پر بھی انمٹ نقوش قائم کریں گے۔

پاپائے روم کے نام 38 جید علماء کا مکتوب

دنیائے اسلام کے 38 جید علماء نے عمان میں ایک تاریخی مکتوب پر دستخط کیے۔ یہ کھلا مکتوب پاپائے روم پوپ بینیڈکٹ شانزدہم کے نام ہے۔ یہ خط 12 اکتوبر 2006ء کو روانہ کیا گیا۔ اس مکتوب کی ضرورت علمائے اسلام نے پاپائے روم کے 12 ستمبر 2006ء کے جرمنی کی ایگنز برگ یونیورسٹی میں دیے گئے لیکچر میں اسلام کے بعض عقائد کے بارے میں منفی ریمارکس پر محسوس کی تھی۔ یہ ریمارکس ''قرون وسطیٰ کے مسیحی بادشاہ مینوئل دوم پلیولوگس اورایک ''تعلیم یافتہ ایرانی'' کے درمیان ہونے والی بحث کے حوالے سے تھے۔ علما نے اس خط میں ایسے اختلافی امور سے اجتناب کامشورہ دیا ہے۔ ان دنوں پورے عالم اسلام میں پوپ کے ان ریمارکس کے خلاف سخت عوامی ردعمل کا مظاہرہ کیا گیا تھا لیکن ان جید علمائے کرام نے اس معاملے پرنہایت سنجیدہ اورذمہ دارانہ ردعمل کا مظاہرہ کیا۔ انھوں نے پوپ کے اظہار افسوس کے بیان کو سراہا جس میں انھوں نے واضح کیا تھا کہ وہ لیکچر میں بازنطینی بادشاہ کا حوالہ دے رہے تھے،اپنے نقطۂ نظر کا اظہارنہیں کررہے تھے۔ اس خط میں لیکچر میں اٹھائے گئے نکات کے پیش نظربعض اسلامی تعلیمات کی وضاحت کی گئی۔ علماء نے واضح کیا کہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں کسی شخص کو اسلام لانے پر مجبورنہیں کیا جاسکتا۔ اس سلسلے میں خط میں لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (۱۳) کے علاوہ سورہ کہف کی آیت ۲۹ اورسورہ کافرون کا بھی حوالہ دیا گیا ہے۔ مکتوب میں اللہ تبارک تعالیٰ کے ناقابل رویت ہونے،اسلام کے نزدیک عقل ودلیل کی اہمیت اور جہاد کے اسلامی تصور کی بھی وضاحت کی گئی ہے۔

یہ مکتوب ''جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ'' (۱۴) کی قرآنی تعلیم کا ایک عمدہ نمونہ ہے۔ اس کے آخری حصے میں اسلام اورمسیحیت کے مابین بعض مشترکہ تعلیمات کا حوالہ دے کر قربت، افہام وتفہیم اورتعاون وتعامل کی دعوت دی گئی ہے۔ مکتوب میں کہا گیا ہے کہ عیسائی اورمسلمان مل کراس دنیا کی آبادی کا نصف سے زائد حصہ بنتے ہیں

Marfat.com

لہٰذا دونوں کودنیا میں امن کے قیام میں اپنی ذمہ داری ادا کرنا چاہیے اور کھلے دل ودماغ سے مکالمے کا راستہ اختیار کرنا چاہیے۔(۱۵)

اس مکتوب کا پورا متن عربی،فرانسیسی، انگریزی اوردیگر زبانوں میں ویب سائٹ پر موجود ہے۔ متن کے ساتھ دستخط کرنے والے علماء کرام کے اسما اور ان کا مختصر تعارف بھی موجود ہے۔ویب سائٹ کا ایڈریس حوالہ جات میں موجود ہے۔

مسیحی اکابرین کے نام 138 علمائے عالم اسلام کا مکتوب

مذکورہ بالا مکتوب لکھے جانے کے تقریباً ایک سال بعد 1428ھ کی عیدالفطر (13،اکتوبر2007ء) کے موقع پر عالم اسلام کے 138 جید علماء کرام کا ایک اوراجلاس منعقد ہوا۔ اس موقع پر ایک مکتوب تیار کیا گیا جو عالم مسیحیت کے تمام گروہوں کے سربراہوں اورمسیحیت کے ممتاز مذہبی قائدین کی خدمت میں روانہ کیا گیا۔اس مکتوب کا عنوان ہے''کَلِمَةٌ سَوَآءٌ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ''۔ اس عنوان سے ہی اس مکتوب گرامی کے مقاصد آشکار ہیں۔یہ عنوان قرآن حکیم کی اس آیت سے ماخوذ ہے:

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ.(۶۴)

''کہیے:اے اہل کتاب! آیئے اُس ایک بات پر اکٹھے ہوجائیں جوتمھارے اور ہمارے درمیان ایک جیسی ہے یعنی ہم اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کریں اورکسی چیز کو اُس کا شریک نہ گردانیں اوراللہ کو چھوڑ کرکوئی دوسروں کو ارباب نہ بنائیں۔''

اس مکتوب کا خلاصہ کچھ یوں ہے:

''امن اورافہام وتفہیم کی بنیادیں پہلے سے موجود ہیں۔ ایک خدا کی محبت اور ہمسائے سے محبت کا حکم دونوں ادیان کے بنیادی اصولوں کا اہم حصہ ہے۔ یہ اصول اسلام اورمسیحیت کی مقدس کتب میں جا بجا ملتے ہیں۔ پس خدا کی وحدانیت سے محبت کا ضروری ہونا اور ہمسائے سے محبت کا ضروری ہونا اسلام اورمسیحیت کی مشترکہ بنیادیں ہیں۔

اسلام اورمسیحیت اگرچہ واضح طور پر دو مختلف ادیان ہیں اوردونوں ادیان کے درمیان بعض رسمی اختلافات کو کم نہیں کیا جاسکتا لیکن یہ واضح ہے کہ مندرجہ بالا دو

Marfat.com

عظیم ترین احکام قرآن، تورات اورعہد نامہ جدید کے مابین مشترک بنیادیں اوروجہ اتصال ہیں۔

ادیان کے درمیان مشترک بنیاد کی تلاش صرف چنیدہ مذہبی علماء کے درمیان باہم شائستہ مکالمہ تک ہی محدود نہیں ہے۔ مسیحیت اوراسلام دنیا اورتاریخ کے دو بڑے ادیان ہیں جبکہ عیسائی اورمسلمان انسانی آبادی کا بالترتیب تیسرا اور پانچواں حصہ ہیں۔ مشترکہ طور پر دونوں ادیان کے پیروکار انسانی آبادی کا 55فیصد سے زیادہ بنتے ہیں۔ان دونوں مذہبی طبقات کے درمیان تعلق پیدا کرنے کا سب سے اہم فائدہ دنیا میں بامعنی امن کے قیام میں کردار ادا کرنا ہے۔ اگر مسلمان اورمسیحی امن سے نہ ہوں گے تو دنیا بھی امن سے نہیں رہ سکتی۔خوفناک حد تک مسلح جدید دنیا جس میں مسلمان اورمسیحی اس طرح سے مل جل کررہ رہے ہیں کہ پہلے کبھی ایسا نہ تھا، کوئی فریق بھی جھگڑے میں دنیا کی آدھی سے زیادہ آبادی میں سے اکیلے کامیابی حاصل نہیں کرسکتا لہٰذا ہمارا مشترکہ مستقبل خطرے میں رہے گا۔ خود دنیا کی بقا بھی شاید خطرے سے دوچار رہے۔

اس کے باوجود جو جھگڑے اور تباہی سے اپنے مفاد کے لئے لطف اندوز ہوتے ہیں یا سمجھتے ہیں کہ آخر کار وہ ان سے کوئی مفاد اٹھا لیں گے، ان سے ہم کہتے ہیں کہ اگرہم نے خلوص کے ساتھ امن کے قیام کے لئے اورہم آہنگی پیدا کرنے کے لئے تمام تر کوششیں نہ کیں تو ہماری لازوال روحیں بھی خطرے میں رہیں گی۔

لہٰذا آیئے اپنے اختلافات کو اپنے مابین نفرت اورناچاقی کا سبب نہ بننے دیں۔ آیئے صرف نیکی اوربھلائی کے کاموں میں ایک دوسرے کا مقابلہ کریں۔ آیئے ایک دوسرے کا احترام کریں۔ ایک دوسرے سے مخلص رہیں۔ انصاف کریں اورہمدرد رہیں نیز مخلصانہ امن، ہم آہنگی اورایک دوسرے کے لئے نیک تمنا کے ساتھ رہیں۔'' (۱۷)

Marfat.com

مکتوب پر دستخط کرنے والے علماء

(فہرست بلحاظ حروف تہجی)

۱۔ پروفیسر ابراہیم احمد شبوح
ڈائریکٹر جنرل رائل اہل بیت فکر اسلامی انسٹیٹیوٹ۔
صدر انجمن تحفظ شہر قیروان، تیونس

۲۔ جسٹس ابراہیم کولا بوسولو جامباری
جسٹس نائیجیریا کورٹ آف اپیل، نیشنل وائس چیئرمین
نائیجریا فوٹبال ایسوسی ایشن۔

۳۔ ڈاکٹر ابراہیم کالن
ڈائریکٹر SETA فاؤنڈیشن، انقرہ ترکی۔
پروفیسر جارج ٹاون یونیورسٹی امریکہ۔

۴۔ شیخ ابو بکر احمد المللباری
سیکرٹری جنرل جماعت اہل سنت بھارت

۵۔ آیۃ اللہ السید ابو القاسم الدیباجی
امام مسجد امام زین العابدین، کویت

۶۔ پروفیسر ڈاکٹر احمد شوقی بنبین
ڈائریکٹر حسینیہ لائبریری مراکش

۷۔ ڈاکٹر شیخ احمد بدر الدین حسون
مفتی اعظم عرب جمہوریہ شام

۸۔ شیخ احمد بن حمد الخلیلی
مفتی سلطنت عمان

۹۔ شیخ احمد بن سعود السیابی
سیکرٹری جنرل ڈائریکٹوریٹ آف مفتی اعظم عمان

۱۰۔ ڈاکٹر شیخ احمد عبدالعزیز الحداد
مفتی اعظم دوبئی، متحدہ عرب امارات

۱۱۔ پروفیسر ڈاکٹر شیخ احمد محمد الطیب
رئیس جامعۃ الازہر، سابق مفتی اعظم جمہوریہ مصر

۱۲۔ شیخ ڈاکٹر احمد الکبیسی
بانی ہیئت علماء عراق

۱۳۔ شیخ احمد محمد مطیع تمیم
مفتی یوکرائن، صدر ادارہ دینی مسلمین یوکرائن

۱۴۔ پروفیسر ڈاکٹر احمد مطلوب
سابق وزیر ثقافت عراق، صدر اکیڈمی آف سائنسز عراق

۱۵۔ پروفیسر ڈاکٹر شیخ احمد ہلیل
چیف جسٹس آف اردن۔ امام عدالت ہاشمیہ،
سابقہ وزیر مذہبی امور، اردن

۱۶۔ پروفیسر ڈاکٹر اختر الواسع
ڈائریکٹر ذاکر حسین انسٹیٹیوٹ آف اسلامک سٹڈیز
جامعہ جمعیۃ اسلامیہ بھارت۔

۱۷۔ پروفیسر ڈاکٹر اکبر احمد (سفیر)
پروفیسر ابن خلدون اسلامک ریسرچ چیئر،
امیریکن یونیورسٹی، واشنگٹن، امریکہ

۱۸۔ پروفیسر ڈاکٹر اکمل الدین احسان اوغلو
سیکرٹری جنرل اسلامی تنظیم کانفرنس

۱۹۔ پروفیسر ڈاکٹر الان جودلاس
کوچیئرمین تعلیمات اسلامی جارجیا یونیورسٹی امریکہ،
چیف ایڈیٹر صوفی نیوز وصوفی ازم ورلڈ رپورٹ
ڈائریکٹر تنظیم صوفیا العالمی

۲۰۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر اللہ شکر بن ہمت باشاہ زادہ
مفتی اعظم آذربائیجان، سربراہ ادارہ مسلمین قفقار

۲۱۔ پروفیسر ڈاکٹر انجرید ماتسون
پروفیسر تعلیمات اسلامی و مسیحی مسلم تعلقات،
صدر اسلامک سوسائٹی شمالی امریکہ

۲۲۔ ڈاکٹر انس شیخ علی
چیئرمین آف مسلم سوشل سائنٹسٹس، صدر انجمن اسلاموفوبیا و نسل پرستی برطانیہ، تعلیمی مشیر IIIT برطانیہ

Marfat.com

۲۳۔ ڈاکٹر انور ابراہیم
سابقہ ڈپٹی وزیراعظم ملائیشیا، اعزازی صدر احتساب

۲۴۔ پروفیسر ڈاکٹر ایمن فواد سید
مورخ وماہر مخطوطات، سابقہ سیکرٹری جنرل دار الکتب قاہرہ، مصر

۲۵۔ پروفیسر ڈاکٹر بشار عواد معروف
سابق صدر جامعہ اسلامیہ عراق

۲۶۔ پروفیسر ڈاکٹر ابوعبداللہ بن الحاج محمد آل غلام اللہ
وزیر مذہبی امور الجزائر

۲۷۔ جسٹس پرنس بولا اجیبولا
سابق جج انٹرنیشنل ہائی کورٹ، سابق وزیر انصاف نائیجریا، سابق اٹارنی جنرل نائیجیریا، بانی کریسنٹ یونیورسٹی وبانی تحریک اسلامی افریقہ

۲۸۔ ڈاکٹر شیخ تیسیر رجب تمیمی
چیف جسٹس فلسطین، سربراہ مرکز فلسطین برائے مکالمہ بین مذاہب وتہاذیب

۲۹۔ ڈاکٹر جانر دغلی
اسسٹنٹ پروفیسر رونیک کالج امریکہ

۳۰۔ ڈاکٹر جین۔لویس میشون
مولف، اسلامی اسکالر، مہندس، سابق ماہر UNESCO، سویٹزرلینڈ

۳۱۔ سید جواد الخوئی
سیکرٹری جنرل امام خوئی فاؤنڈیشن العالمی

۳۲۔ ڈاکٹر جوزف لمبارد
اسسٹنٹ پروفیسر برینڈیز یونیورسٹی امریکہ

۳۳۔ پروفیسر ڈاکٹر حافظ یوسف کافاکشی
ریزیڈنٹ سکالر اسلامک ایسوسی ایشن شمالی امریکہ، بانی ومعلم IANT قرآن اکیڈمی ٹیکساس، بانی ڈین صوفہ اسلامک سیمینری ڈیلاس، ٹیکساس امریکہ

۳۴۔ پروفیسر ڈاکٹر حسن حنفی
اسلامی مفکر، شعبہ فلسفہ، مصر یونیورسٹی

۳۵۔ شیخ سید حسن السقاف
ڈائریکٹر دارالامام نووی، اردن

۳۶۔ انجینئر سید حسن شریعتمد اری
سربراہ ایرانی نیشنل ریپبلکن پارٹی

۳۷۔ ڈاکٹر شیخ حسین حسن ابا اُبکر
امام المسلمین چاڈ وصدر کونسل عالی برائے امور مسلمین چاڈ

۳۸۔ آیت اللہ شیخ حسین المؤید
صدر وبانی علمی فورم بغداد عراق

۳۹۔ پروفیسر ڈاکٹر سید حسین نصر
پروفیسر اسلامیات، جارج واشنگٹن یونیورسٹی واشنگٹن امریکہ

۴۰۔ آیت اللہ سید حسین اسماعیل الصدر
بغداد، عراق

۴۱۔ شیخ حمزہ یوسف ہانسون
ڈائریکٹر وبانی زیتونہ انسٹیٹیوٹ کیلیفورنیا امریکہ

۴۲۔ شیخ راوی عین الدین
مفتی اعظم جمہوریہ روس

۴۳۔ پروفیسر ڈاکٹر روزمیر محمود تشیہا یتیش
پروفیسر سرایوو یونیورسٹی، صدر عالمی فورم بوسنیا، سابق نائب صدر حکومت بوسنیا ہرزگوینا۔

۴۴۔ ڈاکٹر سید رضا شاہ کاظمی
مؤلف ومحقق اسلامی، برطانیہ

۴۵۔ پروفیسر ڈاکٹر زغلول النجار
پروفیسر شاہ عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ سعودی عرب، سربراہ کمیٹی الحائق العلمیۃ فی القرآن الکریم، سربراہ سپریم کونسل امور اسلامی، مصر۔

۴۶۔ امام زید شاکر
لیکچرر وسکالرز یتونیہ انسٹیٹیوٹ کیلیفورنیا امریکہ۔

Marfat.com

۴۷۔ شیخ سالم یوسف الفلاحات
ڈائریکٹر جنرل اخوان المسلمین اردن

۴۸۔ شیخ سعید حجاوی
چیف سکالر رائل انسٹیٹیوٹ آف اہل بیت برائے افکار اسلامی اردن، سابق مفتی اعظم اردن

۴۹۔ پروفیسر ڈاکٹر سعید ہبت اللہ کامیلیف
ڈائریکٹر ماسکو انسٹیٹیوٹ برائے ثقافت اسلامی روس

۵۰۔ شیخ سفکی عمر باستش
مفتی اعظم کروشیا

۵۱۔ پروفیسر ڈاکٹر سلیمان عبداللہ شلا یفر
پروفیسر امریکن یونیورسٹی قاہرہ

۵۲۔ پروفیسر سہیل ناخودا
ایڈیٹر انچیف میگزین اسلامیکا اردن

۵۳۔ داتو حاج سہیل بن حاج محی الدین
نائب مفتی اعظم برونائی

۵۴۔ پروفیسر ڈاکٹر شاکر الفحام
رئیس لغۃ العربیہ اکیڈمی سابق وزیر تعلیم شام

۵۵۔ امام سید صادق المہدی
سابق وزیراعظم سوڈان، سربراہ حزب انصار، سوڈان

۵۶۔ ڈاکٹر طارق سویدان
ڈائریکٹر جنرل رسالہ سٹیلائٹ چینل

۵۷۔ پروفیسر ڈاکٹر طہ عبدالرحمٰن
صدر دائرہ حکمت برائے مفکرین و محققین مراکش
ڈائریکٹ الامتِ الوسط میگزین، ڈائریکٹر انٹرنیشنل یونین آف مسلم سکالرز

۵۸۔ محترمہ ڈاکٹر طیبۃ حسن شریف
مسئول UNHCR دارفر، سوڈان

۵۹۔ عارف کمال (سفیر)
مفکر اسلامی پاکستان

۶۰۔ پروفیسر ڈاکٹر عارف علی نایض
سابق پروفیسر پوٹنشل انسٹیٹیوٹ فار عریک اینڈ اسلامک سٹڈیز (روم) سابق پروفیسر انٹرنیشنل انسٹیٹیوٹ برائے افکار و ثقافت اسلامی ملائیشیا سفیر ایڈوائزر بین المذاہب پروگرام کیمرج، برطانیہ۔

۶۱۔ پروفیسر ڈاکٹر عباس الجراری
مشیر شاہِ مراکش

۶۲۔ پروفیسر ڈاکٹر علامہ شیخ عبداللہ بن محفوظ بن بیہ
پروفیسر شاہ عبدالعزیز یونیورسٹی سعودی عرب، سابق وزیر قانون، سابق وزیر تعلیم، سابق وزیر مذہبی امور موریطانیہ، نائب صدر انٹرنیشنل یونین آف مسلم اسکالرز
بانی وصدر عالمی مرکزِ تجدید وہدایت

۶۳۔ پروفیسر ڈاکٹر عبداللہ یوسف الغنیم
ڈائریکٹر کویتی ریسرچ سنٹر، سابق وزیر تعلیم کویت

۶۴۔ پروفیسر ڈاکٹر عبدالحکیم مراد ونتر
پروفیسر شیخ زید چیئر برائے علوم اسلامی، کلیۃ اللاہوت یونیورسٹی آف کیمرج، ڈائریکٹر اسلامک اکیڈمک ٹرسٹ برطانیہ

۶۵۔ ڈاکٹر داتو عبدالحمید عثمان
وزیر مملکت ومشیر وزیراعظم ملائیشیا، برائے امور اسلامی

۶۶۔ پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام عبادی
صدر جامعہ اہل بیت، سابق وزیر مذہبی امور، اردن

۶۷۔ ڈاکٹر عبدالعزیز بن عثمان التویجری
ڈائریکٹر جنرل (ISESCO)

۶۸۔ ڈاکٹر شیخ عبدالقدوس ابو صلاح
صدر انٹرنیشنل لیگ برائے اخلاق اسلامی، ایڈیٹر مجلہ الاخلاق اسلامیہ ریاض سعودی عرب

Marfat.com

۶۹۔ پروفیسر ڈاکٹر عبدالکبیر العلوی المدغری
ڈائریکٹر جنرل بیت المال قدس شریف، سابق وزیر مذہبی امور مراکش

۷۱۔ پروفیسر ڈاکٹر عبدالکریم غرایبۃ
مورخ، سینیٹر، اردن

۷۳۔ سردار عبدالوہاب ایاندا فولا وییو
ممبر سپریم کونسل امور اسلامی نائیجیریا، نائب صدر جماعت نصر الاسلام

۷۵۔ محترمہ ڈاکٹر عبلہ محمد کحلاوی
رائٹر، ڈین فیکلٹی برائے علوم اسلامی وعربی الازہر یونیورسٹی برائے خواتین مصر

۷۷۔ شیخ عزالدین الخطیب التمیمی
سینیٹر، سابق قاضی القضاۃ، وزیر مذہبی امور مفتی اعظم، اردن

۷۹۔ ڈاکٹر عصام البشیر
سیکرٹری جنرل انٹرنیشنل موڈریشن سینٹر کویت، سابق وزیر مذہبی امور، سوڈان

۸۱۔ پروفیسر ڈاکٹر علی اوزاک
سربراہ سائنٹیفک اسلامک سٹڈیز استنبول، ترکی

۸۳۔ شیخ حبیب علی زین العابدین الجعفری
بانی وڈائریکٹر طابۃ انسٹیٹیوٹ، متحدہ عرب امارات

۸۵۔ شیخ سید علی عبدالرحمٰن ہاشمی
مشیر صدر برائے قانون ومذہبی امور، عرب امارات

۸۷۔ پروفیسر ڈاکٹر عمار طالبی
سابق ممبر پارلیمنٹ، پروفیسر آف فلاسفی یونیورسٹی آف الجزائر

۸۹۔ شیخ حبیب عمر بن محمد بن حفیظ
امام مسجدِ تریم، سربراہ فتوی کونسل تریم، یمن

۹۱۔ پروفیسر ڈاکٹر پرنس غازی بن محمد بن طلال
مشیر خاص شاہ عبداللہ دوم، چیئرمین رائل اہل بیت انسٹیٹیوٹ، اردن

۷۰۔ پروفیسر ڈاکٹر عبدالکریم خلیفہ
صدر لغۃ العربیۃ الاردنیہ اکیڈمی، سابقہ صدر اردن یونیورسٹی

۷۲۔ پروفیسر عبدالوہاب بن ابراہیم ابوسلیمان
ممبر کمیٹی برائے کبار العلماء سعودی عرب

۷۴۔ پروفیسر ڈاکٹر عبدالہادی تازی (سفیر)
ممبر رائل مراکش اکیڈمی

۷۶۔ ڈاکٹر شیخ عزالدین ابراہیم
مشیر برائے ثقافتی امور وزیر اعظم، متحدہ عرب امارات

۷۸۔ پروفیسر ڈاکٹر عزالدین عمر موسیٰ
پروفیسر تاریخ اسلامی شاہ سعود یونیورسٹی، سعودی عرب۔

۸۰۔ ڈاکٹر شیخ عکرمہ سعید صبری
سابق مفتی اعظم یروشلم وفلسطین، امامِ مسجد الاقصی، صدر مجلس عالی فلسطین

۸۲۔ پروفیسر ڈاکٹر شیخ علی جمعہ
مفتی اعظم جمہوریہ، مصر

۸۴۔ پروفیسر ڈاکٹر علی عبداللہ شملان
ڈائریکٹر جنرل کویت فاؤنڈیشن برائے ترقی علوم، سابق وزیر ثانوی تعلیم، کویت

۸۶۔ شیخ حبیب علی مشہور بن محمد بن حفیظ
مفتی تریم، یمن

۸۸۔ ڈاکٹر عمر جاہ
سیکرٹری مسلم اسکالرز کونسل گیمبیا، پروفیسر تمدن وافکار اسلامی یونیورسٹی آف گیمبیا۔

۹۰۔ پروفیسر عمرو خالد
مبلغ اسلام واعظ مصر، بانی وصدر رائٹ سٹارٹ فاؤنڈیشن

۹۲۔ پروفیسر ڈاکٹر فاروق حمادۃ
پروفیسر علوم حدیث محمد الخامس یونیورسٹی، مراکش

Marfat.com

۹۳۔ امام فیصل عبدالرؤف
بانی وسربراہ بورڈ آف قرطبہ، بانیASMA سوسائٹی،
امام مسجد الفرح نیویارک، امریکہ

۹۵۔ شیخ کبیر ہلمنسکی
شیخ طریقۂ مولویہ، کوآرڈینیٹر بک فاؤنڈیشن، امریکہ

۹۷۔ ڈاکٹر محمد بشاری
سربراہ جنرل فیڈریشن برائے مسلمین فرانس،
جنرل سیکرٹری معتمر اسلامی، یورپ، فرانس،
ممبر انٹرنیشنل فقہ اکیڈمی

۹۹۔ سلطان محمد سعد ابوبکر
سلطان بیستم سوکوتو، سربراہ مسلمین، نائیجریا

۱۰۱۔ ڈاکٹر محمد علوانی الشریف
سربراہ یورپین اکیڈمی برائے ثقافت اسلامی وسائنس
برسلز، بیلجیئم

۱۰۳۔ آیت اللہ محمد علی تسخیری
سیکرٹری جنرل مجمع جہانی تقریب مذاہب اسلامی، ایران

۱۰۵۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد سلیم العوا
سیکرٹری جنرل انٹرنیشنل یونین آف سکالرز، سربراہ ایسوسی
ایشن برائے ثقافت ومکالمہ، مصر

۱۰۷۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد بن شریفہ
سابق ریکٹر وجدۃ یونیورسٹی مراکش، ممبر رائل مراکش اکیڈمی

۱۰۹۔ شیخ محمد حسن عسیران
مفتی فقہ جعفریہ برائے صیدوزہرانی، لبنان

۱۱۱۔ سید علی خانی
بانی وچیف ایڈیٹر مجلہ سیکریڈویب ومجلہ للاصالۃ والمعاصرۃ، کینڈا

۱۱۳۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد فاروق نبہان
سابق ڈائریکٹر دارالحدیث االحسینیہ، مراکش

۹۴۔ پروفیسر ڈاکٹر کامل عجلونی
سربراہ نیشنل سنٹر آف ڈائبا ٹیز، بانی اردن یونیورسٹی
برائے سائنس وٹیکنالوجی، سابق وزیر وسینیٹر، اردن

۹۶۔ ڈاکٹر لطیف اولاد یمجی ادیجبایت
سیکرٹری وقانونی مشیر نائیجرین سپریم کونسل برائے
مذہبی امور

۹۸۔ مفتی علامہ تقی عثمانی
نائب صدر دارالعلوم کراچی، پاکستان

۱۰۰۔ پروفیسر ڈاکٹر علامہ شیخ محمد سعید رمضان البوطی
ڈین شریعہ فیکلٹی جامعہ سوریہ، شام

۱۰۲۔ ڈاکٹر محمد عبدالغفار الشریف
سیکرٹری جنرل وزارت مذہبی امور، کویت

۱۰۴۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد عبدالرحیم سلطان العلماء
نائب ڈین امور، فیکلٹی برائے سائنٹیفک ریسرچ،
متحدہ عرب امارات

۱۰۶۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد السماک
سیکرٹری جنرل نیشنل کونسل برائے مکالمہ بین اسلام
ومسیحیت،
سیکرٹری جنرل اسلامک سپر چوئل سمٹ، لبنان

۱۰۸۔ شیخ محمد صادق محمد یوسف
مترجم ومفسر قرآن، سابق مفتی برائے ادارہ مسلمین
وسط
ایشیا، ازبکستان

۱۱۰۔ علامہ سید محمد بن محمد منصور
مرجع زیدیہ، یمن

۱۱۲۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد مختار ولد اباہ
صدر چنگوتی ماڈرن یونیورسٹی، موریطانیہ

۱۱۴۔ شیخ محمد نور عبداللہ
سابق صدر فقہ کونسل شمالی امریکہ

Marfat.com

۱۱۵۔ پروفیسر ڈاکٹر محمد ہاشم
سیکرٹری ISTAC وپروفیسر انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، ملائیشیا

۱۱۶۔ شیخ محمود المدنی
سیکرٹری جنرل جمعیت علمائے ہند، ممبر پارلیمنٹ، بھارت

۱۱۷۔ پروفیسر ڈاکٹر مدثر عبدالرحیم طیب
پروفیسر سیاسیات وعلوم اسلامی (ISTAC)، ملائیشیا

۱۱۸۔ ڈاکٹر مراد ہوفمان (سفیر)
مولف وسکالر، جرمنی

۱۱۹۔ پروفیسر ڈاکٹر مزمل صدیقی
اسکالر، متکلم، چیئرمین فقہ کونسل شمالی امریکہ

۱۲۰۔ پروفیسر ڈاکٹر مصطفیٰ تسیر یتش
مفتی اعظم ورئیس علما بوسنیا وہرزگووینا

۱۲۱۔ آیت اللہ پروفیسر ڈاکٹر سید مصطفیٰ محقق داماد
سربراہ شعبہ قانون وفلسفہ اسلامی تہران یونیورسٹی،
ممبر ایران اکیڈمی آف سائنس، سابق انسپکٹر جنرل ایران

۱۲۲۔ پروفیسر ڈاکٹر مصطفیٰ شاغریجی
مفتی استنبول، ترکی

۱۲۳۔ پروفیسر ڈاکٹر مصطفیٰ شریف
مفکر، سابق وزیر ہائیر ایجوکیشن، سابق سفیر، الجزائر

۱۲۴۔ شیخ معمرزاکولیتش
مفتی سنجق، بوسنیا

۱۲۵۔ شیخ نرداد جرابوس
مفتی اعظم، سلووینیا

۱۲۶۔ پروفیسر ڈاکٹر نصرالدین عمر
ریکٹر ایڈوانس قرآنک سٹڈیز، سیکرٹری جنرل شوری نہضۃ العلماء،
لیکچرر سٹیٹ یونیورسٹی شریف ہدایت اللہ جکارتہ،
انڈونیشیاء

۱۲۷۔ شیخ نعیم ترنافا
مفتی اعظم، کوسوو

۱۲۸۔ سید نہاد عوض
نیشنل ایگزیکٹو ڈائریکٹر، کوفاونڈر (CAIR)، امریکہ

۱۲۹۔ ڈاکٹر شیخ نوح علی سلمان القضاہ
مفتی اعظم، اردن

۱۳۰۔ شیخ نوح حامیم کلر
شیخ طریقت شاذلیہ، امریکہ

۱۳۱۔ پروفیسر ڈاکٹر ہادی البکوش
مولف، سابق وزیراعظم، تیونس

۱۳۲۔ شیخ ہانی فحص
ممبر سپریم شیعہ کونسل، بانی رکن کمیٹی برائے مکالمہ بین اسلام ومسیحیت، لبنان

۱۳۳۔ پروفیسر ڈاکٹر ہشام نشابہ
چیئرمین بورڈ آف ہائیر ایجوکیشن، سربراہ جمیعۃ مقاصد خیریۃ اسلامیہ، لبنان

۱۳۴۔ پروفیسر ڈاکٹر شیخ وہبہ مصطفیٰ الزحیلی
سربراہ شعبہ فقہ اسلامی یونیورسٹی آف دمشق، شام

۱۳۵۔ امام یحییٰ سیر جیویاہی بالافیشینی
نائب صدر CO.RE.IS اٹلی، چیئرمین ISESCO،
مشیر وزیر داخلہ برائے امور مسلمین، اٹلی

۱۳۶۔ پروفیسر ڈاکٹر یحییٰ محمود بن جنید
سیکرٹری جنرل شاہ فیصل سنٹر برائے تحقیق علوم اسلامی، سعودی عرب

۱۳۷۔ الحاج یوسف مایتما سولی
سابق نمائندہ نائیجیریا برائے اقوام متحدہ، سابق وزیر نیشنل گائیڈنس، نائیجیریا

۱۳۸۔ ڈاکٹر یوسف مرعی
اسپیشل اسکالر رائل اہل بیت انسٹیٹیوٹ برائے فکر اسلامی، اردن

اس مکتوب کو عالم عیسائیت میں وسیع پذیرائی حاصل ہوئی۔ پاپائے روم اور چرچ آف کنٹربری کے

Marfat.com

سربراہ سے لے کر تمام قابل ذکر گرجوں کے سربراہوں اورممتاز مسیحی علماء اورقائدین نے اس اقدام کوخوش آمدید کہا اورسراہا۔ اس سلسلے میں ایک ویب سائٹ بنائی گئی ہے جس میں مکتوب کا متن، مختلف زبانوں میں اس کے تراجم، پوری دنیا میں اس کی بازگشت اورعالم مسیحیت کے وسیع ردعمل کا ریکارڈ موجود ہے۔ ویب سائٹ یہ ہے:

http://www.acommonword.com

اس مثبت ردعمل کو دیکھ کرہمیں حکیم الامت علامہ اقبال کا یہ شعر یاد آتا ہے:

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے(۱۸)

ایک مختصر تبصرہ

عالم اسلام کے مذکورہ بالا اقدامات سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ حالات جیسے بھی کیوں نہ ہوں اگر کچھ لوگ سلیقے سے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی ذمہ داریاں ادا کرتے رہیں تو تاثیر ضرور ہوتی ہے اگرچہ اہل ایمان کی ذمہ داری صحیح راستے پر صحیح انداز سے قدم بڑھاتے رہنا ہے تاثیر اورنتیجہ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

جیسا کہ ہم نے اس باب کے شروع میں عرض کیا ہے انتہا پسندی اوردہشت گردی کے خاتمے اور مذاہب وتہاذیب کے مابین مکالمے کے حوالے سے ہم نے چند ایک اقدامات کو بطور مثال پیش کیا ہے ورنہ داخلی طور پر افراط وتفریط کا مقابلہ کرنے اورخارجی طور پر اسلام کا درست تشخص واضح کرنے کے لئے کئی ایک اقدام کیے گئے ہیں اورکئی ایک تحریکیں معرض وجود میں آئی ہیں۔ اسلام کی اعتدال پسندی کی روش کو واضح کرنے کے لئے مصر میں تنویر اسلامی، ملائیشیامیں الاسلام الحضاری اور انڈونیشیا میں رحمۃ للعالمینی کی تحریکوں کا بھی مثال کے طور پر ذکر کیا جاسکتا ہے۔ علاوہ ازیں ترکی، شام، تیونس، مراکش اورمتحدہ عرب امارات میں بھی سرکاری اور غیر سرکاری سطح پر ایسے اقدامات کیے گئے ہیں جن کا مقصد اسلام کی حقیقی تعلیمات کو دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے۔

یہاں اس امرکا تذکرہ بھی اہمیت رکھتا ہے کہ بعض مسیحی اور یہودی رہنماؤں اوراداروں نے بھی بعض امور میں پیش قدمی کی ہے۔ اس ضمن میں چرچ آف انگلینڈ کے سربراہ ڈاکٹر روون ولیمز کا وہ بیان قابل ذکر ہے جس میں انھوں نے برطانیہ میں اسلامی شریعت کے بعض قوانین سے مسلمان آبادی کے لئے استفادے کی وکالت کی تھی۔ شدید مخالفت کے باوجود وہ اپنے موقف پر قائم رہے ہیں۔ ایسے اقدامات اورموقفات آئندہ کے انسانی معاشرے کے لئے نشاط انگیز پیغام کی حیثیت رکھتے ہیں۔

Marfat.com

حواشی

(۱) http://search.jang.com.pk/print.asp?nid=282314&param=tbl

(۲) http:// www.arabnews.com (21نومبر2008)

(۳) http://www.commongroundnews.org/article.php?id=23
600&lan=ur&sid=1&sp=0

(۴) http://www.bbc.co.uk/urdu/regional/story
/2008/11/081114_conference_ends_as.shtml

(۵) http://daily.urdupoint.com/Live-News.php?page1=2&page=1&date1
=2006-12-24&cat_id=2&news_id=16464

(۶) http://www.geoworldonline.com/Urdu/newsDetail.php?uID=1587

(۷) http://wwwjamaaturdu.org/mazameen/default.php?
path-2007-02-10-12-27.xml

(۸) اسلام اور دہشت گردی (اسلام آباد: اسلامی نظریاتی کونسل، ۲۰۰۵ء)، ص ۳۱۔۳۴۔

(۹) http://search.jang.com.pk/print.asp?nid 317551&param=tbl

(۱۰) نادر شاہ عادل، مقالہ ''پروفیسر سیموئل ہنٹنگٹن'' سنڈے ایکسپریس، ۱۱ جنوری ۲۰۰۹ء، اسلام آباد

(۱۱) وحدت اسلامی، جنوری، فروری ۱۹۹۹ (اسلام آباد: دفتر ثقافتی قونصلر اسلامی جمہوریہ ایران)، ص ۱۸۔۱۹۔

(۱۲) http://dialoguefoundation.org

(۱۳) (البقرۃ ۲:۲۵۶)

(۱۴) (النحل ۱۶:۱۲۵)

(۱۵) http://www.islamicamagazine.com/letter/pdf/arabic.pdf

(۱۶) (آل عمران ۳:۶۴)

(۱۷) http://www.acommonword.com/index.php?lang=en&page=downloads

http://en.wikipedia.org/wiki/a common word betwen us and you

(۱۸) اقبال، بانگ درا، نظم (جواب شکوہ)، (لاہور: ادارہ اہل علم، ہما بلاک علامہ اقبال ٹاؤن، ۲۰۰۵ء)، ص ۲۲۷۔

Marfat.com

باب نہم:

اسلامی نظریاتی کونسل کی کوششیں

دہشت گردی کے مسئلہ پر غوروفکر کے لیے تشکیل دیئے گئے، مباحثہ گروپ کے، اسلامی نظریاتی کونسل کے میٹنگ ہال میں ۲۔ نومبر ۲۰۰۴ء اور ۱۰ جنوری ۲۰۰۵ء کو جناب چیئر مین کونسل ڈاکٹر محمد خالد مسعود کے زیر صدارت دواجلاس منعقد ہوئے۔ ان اجلاسوں میں دہشت گردی کے مسئلہ پر مندرجہ ذیل جہتوں سے غور کیا گیا۔

۱- دہشت گردی کیا ہے؟

دہشت گردی کسے کہتے ہیں؟اس کی تعریف کیا ہے؟

دہشت گردی انگریزی لفظ Terrorism کا ترجمہ ہے۔انگریزی لغت کی کتابوں میں Terror کے بارے میں جو وضاحت ملتی ہے،وہ کچھ اس طرح ہے:

"Intense fear, a person or thing causing intense fear, the quality of causing such fear, terribleness." (۱)

''شدید خوف، سخت خوف کا موجب کوئی شخص یا کوئی شے، یا اس درجے کا خوف پیدا کرنے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہونا، پُر مصائب۔''

اور Terrorism کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

"The act of terrorizing, use of force or threats to demoralize, intimidate, and subjugate especially such as a political weapon or policy, the demoralization and intimidation produced in this

Marfat.com

way."(۲)

''خوف زدہ کرنے کاعمل کسی کو ہراساں کرنے کے لیے طاقت کا استعمال،سیاسی ہتھیار یاسیاسی پالیسی کے طور پر خوف زدگی کی ترغیب یانفاذ، ڈر کے تحت ہراساں کرکے ترغیب دینا۔''

ورلڈ بک انسائیکلوپیڈیا میں اسے ان الفاظ میں بیان کیا گیاہے:

"Terrorism is a deliberate, unjustifiable and random use of violence for politiical ends against protected persons." (۳)

''تحفظ یافتہ افراد کے خلاف اچانک غیر منصفانہ طریقے سے جان بوجھ کرطاقت کا استعمال دہشت گردی ہے۔''

مشہور امریکی مصنف ہنٹنگٹن نے دہشت گردی کے بارے میں لکھا ہے:

''یہ محرومی اور بے بسی کے جواب میں سیاسی مقاصد کے لیے قوت کا ایسا استعمال ہے، جس کا ہدف کوئی ذاتی فائدہ حاصل کرنا نہ ہو بلکہ مقابل قوت کومتوجہ بلکہ خائف کرنے کے لیے کوئی ایسی چونکا دینے والی کارروائی کرنا ہے، جونقصان بھی پہنچائے اور توجہ کو اسی مقصد کی طرف مبذول کرانے کا ذریعہ بنے، جس کے لیے تشدد کاارتکاب کیا گیاہے، اسی لیے اسے طاقتور کے مقابلے میں کمزور کا ہتھیار کہا گیاہے۔''(۴)

Oxford Concise Dictionary of Politics نے اسے زیادہ بہتر انداز میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے:

''خوف اور ہنگامی حالت پیدا کرنے کے لیے تشدد کی دھمکی دہشت گردی کہلاتی ہے۔اکثر دہشت گرد سیاسی موجبات کوتقویت دینے کے لیے جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں۔

سخت اور وحشیانہ تشدد، دہشت گردی کی ذیل میں آتے ہیں۔اس عمل میں قتل،اغوا، ہائی جیکنگ اورسیاسی مقاصد حاصل کرنے کے لیے بم کا استعمال بھی شامل ہے۔سیاست دانوں اورذرائع ابلاغ کے زیر استعمال آنے کے بعد یہ لفظ اپنی اصل ہیئت میں ہرقسم کے سیاسی تشدد کے لیے استعمال ہونے لگا ہے۔خاص کر انقلابی اور گوریلا جنگی حکمت عملی کے ضمن میں مکمل جنگ کے علاوہ دیگر تمام پُر تشدد سیاسی اقدامات دہشت گردی

Marfat.com

کے مترادف ہیں۔''

امریکی دانشور نوم چومسکی کہتا ہے:

''دہشت گردی، تشدد یا تشدد کی دھمکی کا نپا تلا استعمال ہے، جو دباؤ ڈال کر اور جبر و خوف پیدا کرکے سیاسی، مذہبی یا نظریاتی نوعیت کے اہداف حاصل کرنے کے لیے کیا جائے۔''(۵)

ان تمام تعریفوں میں ہر ایک نے اپنے اپنے نقطہ نظر کو بیان کیا ہے،تاہم ان سب میں جارحیت اور تشدد کا مفہوم پایا جاتا ہے، جوسب سرگرمیوں میں قدر مشترک ہے۔ ہر ایسی جارحانہ اور پر تشدد کارروائی،جس سے سیاسی و معاشی مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کی جائے، دہشت گردی کہلائے گی۔

دہشت گردی ایک ایسا عمل ہے، جس میں منصوبہ بندی کے ساتھ تشدد اور تباہی کا راستہ اختیار کیا جاتا ہے۔ بے گناہ شہریوں کے خلاف طاقت کے ایسے استعمال یا استعمال کی دھمکی کو دہشت گردی سے تعبیر کیا جاتا ہے، جو کسی سیاسی یا معاشرتی تبدیلی لانے کی غرض سے ہو۔کسی حکومت کو دھمکانے،خوف زدہ کرنے اور اپنے سیاسی اور معاشرتی مقاصد کو آگے بڑھانے کے لیے، اس حکومت کی شہری آبادی یا اس کے کسی حصے کی جان و مال کے خلاف تشدد کا غیر قانونی استعمال دہشت گردی ہے۔

حیاتیاتی، کیمیائی یا جوہری ترکیبوں کے علاوہ سیاسی بنیاد پر کیے جانے والے قتل بھی دہشت گردی ہیں۔ ان تمام جنگی جرائم کو بھی دہشت گردی شمار کیا گیا ہے، جن کا دنیا کی اکثر حکومتوں خاص طور پر بڑی طاقتوں نے ارتکاب کیا ہے۔

دہشت گردی کی یہ مختلف تعریفیں کی گئی ہیں، تاہم دنیا ابھی تک دہشت گردی کی کوئی قابلِ قبول تعریف متعین نہیں کرسکی، جسے عالمی سطح پر یکساں پذیرائی حاصل ہو۔کیا آزادی کی تحریکوں کی پر تشدد کارروائیوں کو بھی دہشت گردی کہا جائے گا؟اس سوال کے جواب پر اتفاق رائے مشکل نظر آتا ہے۔

۲-دہشت گردی کی تاریخ

دہشت گردی (Terrorism) یادہشت گرد کے الفاظ کو پہلی مرتبہ مارچ ۱۷۷۳ء سے جولائی ۱۷۹۴ء تک فرانسیسی حکومت کے برپا کیے ہوئے عہد دہشت کے لیے مثبت معنوں میں استعمال کیا گیا۔حکومت مخالف سرگرمیوں کے اظہار کے لیے دہشت گرد کا لفظ ۱۸۶۶ء میں آئرلینڈ اور۱۸۸۳ء میں روس کے حوالے سے تحریری شکل میں آیا۔

Marfat.com

۱۹۳۰ء سے ۱۹۴۰ء کی دہائی میں زیر زمین کام کرنے والے یہودیوں کو دہشت گرد کہا جاتا تھا اور اس کے بعد تو یہ لفظ اس قدر کثرت سے استعمال ہونے لگا کہ زبان زد عام و خاص ہوگیا، شاید اس لیے کہ دنیا میں ہر طرف دہشت گردی کی واردات کثرت سے ہونے لگی ہیں۔

۳- دہشت گردی کے عناصر

دہشت گردی کے حسب ذیل تین عناصر ہیں:

۱۔ master mind، جومنصوبہ بندی کرتا ہے۔

۲- facilitator جو سرمایہ اور سہولت فراہم کرتا ہے۔

۳۔ operator جو منصوبے پر کام کرتا ہے۔

۴- دہشت گرد کون؟

صرف پاکستان میں دہشت گردی کے واقعات کا جائزہ لیا جائے تو:

۱۔ اس بات کے شواہد موجود ہیں کہ مختلف ملکی اور غیر ملکی جاسوسی اداروں مثلاً را، خاد، موساد اور ایف بی آئی نے اپنے عزائم کی تکمیل کے لیے دہشت گردی کی وارداتوں کے ذریعہ پاکستان کے مختلف شہروں میں امن وسکون کو تباہ کیا۔

۲۔ اندرون ملک مثلاً بلوچستان میں قومی تنصیبات کونقصان پہنچانے کے لیے دہشت گردی کی واردات کو باخبر حلقے بعض قبائلی جنگ جوؤں اور ''را'' کی کارروائی قرار دیتے ہیں۔

۳۔ بعض قوم پرست تنظیمیں بھی اس قتل و غارت میں شریک رہی ہیں۔

۴۔ باخبر حلقوں کا کہنا ہے کہ سیاسی اور فوجی دونوں طرح کے حکمرانوں نے اپنی سیاسی کارروائیوں کے لیے بھی پاکستان میں دہشت گرد عناصر کی سرپرستی کی۔

۵۔ مختلف مذہبی جماعتوں نے جوعسکری تنظیمیں قائم کیں، وہ دہشت گردی میں ملوث پائی گئی ہیں۔

۵- دہشت گردی کی مختلف صورتیں

۱۔ 1999ء سے 2006ء کے درمیان میں ملک میں ایک ہزار سے زیادہ دھماکے ہوئے۔

Marfat.com

۲۔ مذہبی اور سیاسی شخصیات واجتماعات سے لے کر صدر، وزیراعظم، قومی وفوجی رہنماؤں، قومی اہمیت کی تنصیبات اور ضروری سہولتوں کی فراہمی کے مراکز تک کو دہشت گردی کا نشانہ بنایا گیا ہے۔

دہشت گردی کے ان واقعات کے تجزیہ میں دہشت گردی کے ممکنہ مقاصد پر بھی غور کیا گیا تو مندرجہ ذیل اغراض و مقاصد کی نشاندہی ہوئی:

۶-اغراض ومقاصد

۱۔ خوف وہراس کی ایسی فضا پیدا کرنا، جس سے مطلوبہ مقاصد حاصل کیے جاسکیں۔

۲۔ ان مقاصد میں سیاسی، معاشی اور مذہبی پہلو شامل ہیں۔

۳۔ بعض اوقات ذاتی مقاصد کے لیے بھی دہشت گردی کی جاتی ہے، جیسے ذاتی دشمنی کا انتقام، ڈکیتی وغیرہ۔

۴۔ جماعتیں، حکومتیں اورقومیں بھی اپنے مخصوص مقاصد کے لیے دہشت گردی کی کارروائیاں کرتی ہیں۔

۵۔ دہشت گردی کے بعض واقعات غیرملکی مفادات کی نشاندہی بھی کرتے ہیں، مثلاً ایسے حالات پیدا کرنا جن میں حکمران اپنے ملک میں قدم مضبوط کرنے کی بجائے عوامی مخالفت میں اس طرح گھرے رہیں کہ ان کی بقا کی ضمانت غیرملکی مفادات کی رکھوالی ہی میں نظر آئے۔

۶۔ حکومت کو دہشت گردانہ کارروائیوں سے زیرعتاب اور انڈر پریشر رکھ کر عالمی کردار سے محروم رکھا جائے۔

۷۔ بعض حلقوں کا کہنا ہے کہ پوری دنیا پر امریکی بالادستی کا منصوبہ مڈل ایسٹ میں تیل کی دولت پر قبضہ کے لیے اور مغربی دنیا کی تہذیب کو اسلامی ممالک میں ٹھونسنے کے لیے ہے۔ امریکی بالادستی کے اس منصوبے کی مخالفت کو دہشت گردی کا نام دیا جارہا ہے۔ستم ظریفی یہ ہے کہ دہشت گردی کے خلاف امریکی جنگ خود دہشت گردی کی شکل اختیار کرچکی ہے۔

ان مباحث پر مشتمل ایک رپورٹ ''اسلام اور دہشت گردی اسباب، تجزیات، سفارشات'' کے زیرعنوان اسلامی نظریاتی کونسل کی طرف سے 2006ء میں شائع کی گئی ان مباحث کے ساتھ ساتھ کونسل نے بین المذاہب ہم آہنگی، اسلام اور مغرب اور ذرائع ابلاغ میں اسلام کے خلاف پراپیگنڈے کے موضوعات پر بھی مذاکرات کا

Marfat.com

اہتمام کیا۔ ۳؍فروری ۲۰۰۹ء کو ایک گول میز مذاکرے کا اہتمام کیا جس میں اسلام آباد میں متعین سفرائے کرام، علماء و دانشوروں اور صحافیوں کے مابین مکالمے کا اہتمام کیا تاکہ عالم اسلام کو درپیش مسائل پر باہمی گفتگو ہو۔ اس مذاکرے میں بھی دہشت گردی بحث کے موضوعات میں شامل رہا اور جو سفارشات مرتب ہوئیں ان میں بھی انتہا پسندی اور دہشت گردی کا ذکر رہا۔ اس مذاکرہ کی بعض سفارشات اگلے باب میں شامل ہیں۔

حواشی

۱۔ *Webster's New World College Dictionary*, (Third Edition) USA, Macmillan 1997.p.1382.

۲۔ Ibid

۳۔ *The World Book Encyclopedia*, Chicago (Field enterprise) Education Corporation, 1998, 19/178.

۴۔ *Encyclopedia of knowledge* / Grolier Danbury, Conn.: Grolier, 1991.

۵۔ حقانی، ارشاد احمد، ''کیا نوم چومسکی انسان سے مایوس ہورہے ہیں؟'' روزنامہ جنگ لاہور (کالم: حرف تمنا) ۸؍نومبر ۲۰۰۱ء۔

Marfat.com

باب دہم:

سفارشات

دہشت گردی کے مسئلے پر ۲۰۰۴ء اور ۲۰۰۵ء میں کونسل کے زیر اہتمام منعقد ہونے والے گروپ مباحثوں میں بحث کے دوران اس بات پر زور دیا گیا کہ دہشت گردی کے خاتمے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے اس کے اسباب پر غور کیا جائے۔ اس ضمن میں مندرجہ ذیل باتیں سامنے آئیں:

اسباب و وجوہات

۱۔ جب کسی شخص کے بنیادی حقوق غصب کیے جائیں، تو وہ تنگ آ کر ان حقوق کو ہر قیمت پر حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، جب اسے ہر طرف سے مایوسی ہوتی ہے، تو مایوسی کے عالم میں وہ سوچتا ہے کہ اپنے آپ کو ختم کر دے اور ساتھ ہی حقوق غصب کرنے والے غاصب کو بھی ختم کر دے۔

۲۔ دہشت گردی کی بنیادی وجہ ملکی و بین الاقوامی سطح پر غیر منصفانہ نظام ہے۔ غیر منصفانہ نظام ہمیشہ مایوسی کو جنم دیتا ہے اور انسان جب مایوسی میں مبتلا ہو تو وہ کسی بھی اقدام سے دریغ نہیں کرتا۔

۳۔ ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ملک میں قانون کی حکمرانی اور سیاسی نظام مستحکم نہیں ہے، جب تک یہ مستحکم نہیں ہوگا، دہشت گردی ختم نہیں ہوگی۔

۴۔ بعض مذہبی طبقات کا اپنی رائے پر شدت سے اصرار کرنا اور فرقہ واریت کو پروان چڑھانا بھی دہشت گردی کا ایک سبب ہے۔

۵۔ قوت کے ذریعے اختیارات کے حصول کا جذبہ بھی داخلی انتشار اور دہشت گردی کو جنم دیتا ہے۔

۶۔ مختلف طبقات پر مظالم بھی دہشت گردی کا سبب بنتے ہیں۔

Marfat.com

۷۔ محروم طبقات اپنے مطالبات منوانے کے لیے دہشت گردی کو استعمال کرتے ہیں۔

۸۔ اب یہ بات کوئی راز نہیں کہ بعض ممالک اپنے مفادات کی تکمیل کے لیے ہمارے پڑوسی ممالک کی مدد سے دہشت گردانہ کارروائیوں کی سرپرستی کرتے رہے ہیں۔

۹۔ دہشت گردی کا ایک بڑا سبب عالمی صورت حال بھی ہے کہ مسلمانوں کے وسائل پر ناجائز قبضہ کرنے کے لیے بعض مسلمان ممالک کو آلام و مصائب کا تختہ مشق بنایا گیا تو ردعمل کے طور پر دہشت گردی نے جنم لیا۔

تجاویز و سفارشات

۱۹۸۰ء کے بعد خصوصا ۱۹۹۰۔۲۰۰۵ء تک کے واقعات کا تجزیہ کرنے کے بعد شریک بحث دانشوروں نے وطن عزیز سے دہشت گردی اور تخریب کاری کے خاتمہ کے لیے حسب ذیل تجاویز وسفارشات پیش کیں:

۱۔ دہشت گردی کے واقعات کا حقیقی سرا ملک سے باہر ہے، عالمی منظر نامے میں اس کا سراغ لگانے، دہشت گردی کی کارروائیوں کی ڈور ہلانے اور ان کی منصوبہ بندی کرنے والے ذہن پر نظر رکھنا از بس ضروری ہے۔

۲۔ تمام مسلم ممالک کو دہشت گردی سے نمٹنے کے لیے مل جل کر متفقہ لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیے۔اس کے لیے او آئی سی میں ماہرین کی ایک خصوصی کمیٹی قائم کی جائے۔

۳۔ دہشت گردی کو جہاد کا نام دینے یا اس بنیاد پر جواز فراہم کرنے کو سختی سے روکا جائے۔

۴۔ مذہبی گروہوں کی قیادت کو بقائے باہمی اور رواداری کے اصولوں پر پختہ معاہدے کا پابند کیا جائے اور بیرونی مداخلت کے دروازے بند کیے جائیں۔

۵۔ ہر قسم کے جلسے جلوسوں کو اپنی اپنی آبادیوں میں محدود کر دیا جائے۔

۶۔ مسلک کی تبلیغ کو مسجدوں اور امام باڑوں تک محدود کر دیا جائے۔ غیر مسلکی مساجد اور مدارس کو رواج دیا جائے۔

۷۔ سیاسی نظام مستحکم کیا جائے، ہر علاقے میں برابر ترقیاتی کام ہوں، مستحق لوگوں کو ان کے جائز حقوق دیئے جائیں۔معاشی مفادات، ملازمتیں اور شہری سہولتیں بہم پہنچتی رہیں تو تخریب کاری ختم کرنے میں مدد ملے گی۔

۸۔ مذہبی اور نسلی تفریق کو ختم کیا جائے۔

۹۔ انسانی حقوق کی خلاف ورزیاں ختم کی جائیں۔

۱۰۔ حکومت سارک ممالک کی سطح پر محققین، دانشوروں، مبصرین، بیوروکریٹس، فوج، پولیس اور ماہرین جرمیات کی ایک کونسل تشکیل دے، جو ان محرکات وعوامل کا پتہ چلائے، جو دہشت گردی کو جنم دیتے

Marfat.com

ہیں۔یہ کونسل یہ بھی طے کرے کہ وہ کون سی واردات ہے، جو دہشت گردی ہے اور کون سی ہے، جو دہشت گردی نہیں ہے۔

۱۱۔ وزارت داخلہ کو پرائیویٹ سراغ رسانی کے لائسنس جاری کرنے چاہئیں، جوانفرادی اور تنظیمی سطح پر ہوں تاکہ پوشیدہ چہرے سامنے آسکیں اوردہشت گردی کاانسداد کیاجاسکے۔

۱۲۔ دہشت گردی وتخریب کاری میں ملوث کیمپوں کوختم کیاجائے۔

۱۳۔ قومی انٹیلی جنس اداروں بالخصوص ایف آئی اے، آئی بی، آئی ایس آئی اور ایم آئی وغیرہ کا ازسرنو جائزہ لے کر انہیں مضبوط بنایا جائے تاکہ دہشت گردوں کی سیاسی سرپرستی کاانسداد ہوسکے۔

۱۴۔ قومی میڈیا کونظم وضبط اورذمہ داری کا مظاہرہ کرتے ہوئے،واقعات اورشخصیات کے بارے میں سنسنی خیزی پھیلانے کی بجائے عوام کی تعلیم وتربیت کی طرف توجہ دینی چاہیے۔

۱۵۔ دینی اداروں کی اصلاح کی طرف بھی بھرپورتوجہ دینے کی ضرورت ہے۔

۱۶۔ چھوٹے گروہوں کی طرف سے محدود تشدد کے واقعات پر ضرورت سے زیادہ ردعمل ظاہر نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس سے قومی یگانگت اورحکومت پرعوام کے اعتماد کوٹھیس پہنچ سکتی ہے۔

۱۷۔ انسدادِ دہشت گردی کی خصوصی عدالتوں کو مزید مستحکم کیاجائے اور دہشت گردی کے مقدمات کوکسی خوف یا حمایت کے بغیر منطقی انجام تک پہنچایا جائے۔

۱۸۔ ملکی سرحدیں متعین اورمکمل طور پر بندہونی چاہئیں اور قبائلی علاقوں کومکمل طور پرریاست کی حدود کے اندرشامل کرنا چاہیے۔

۱۹۔ علماء کرام کوآگے بڑھ کر ملک میں اتفاق واتحاد اورافہام وتفہیم کی فضا پیدا کرنے میں خصوصی کرداراداکرنا چاہیے۔مساجد میں فرقہ واریت اورمذہبی منافرت کے خلاف تعلیم دی جائے۔

۲۰۔ اپنے اپنے علاقوں میں قانون اور امن عامہ کی صورتِ حال کی نگرانی کے لیے وفاقی،صوبائی،ڈویژنل اورضلعی سطحوں پرتحفظ امن کمیٹیاں بنائی جائیں۔

۲۱۔ بیرون ملک سے آنے والوں کے سامان اورسفری دستاویزات کو بہت احتیاط کے ساتھ چیک کیاجائے۔

۲۲۔ اختلاف کو برداشت کرنے کی ثقافت کوفروغ دیا جائے۔اختلاف کو منافرت،تشدد اور دہشت گردی کو جوازنہ بننے دیا جائے۔

Marfat.com

گول میز کانفرنس کی سفارشات

۳رفروری ۲۰۰۹ء کو اسلامی نظریاتی کونسل کے زیراہتمام پاکستان میں متعین سفرائے کرام، علما، دانشوروں اور صحافیوں پر مشتمل گول میز کانفرنس کے شرکاء نے امریکہ میں صدارتی انتخابات کے پس منظر میں بین الاقوامی تعلقات میں خوشگوار تبدیلی کے تصور سے اتفاق کیا۔ انھوں نے امن کے عزم کو ایک اہم پیش قدمی کے طور پر سراہا لیکن اس امر پر زور دیا کہ مسلمان اور مغربی ممالک اپنی پالیسیوں اور مستقبل کی حکمت عملیوں پر نظر ثانی کریں تاکہ امن کا حصول ممکن ہو سکے۔ عام تاثر یہ تھا کہ انیسویں صدی سے انسانیت امن کے قیام کے لئے ارادے کرتی رہی ہے لیکن بدقسمتی سے اسے جنگوں، تشدد اور بڑے پیمانے پر تباہی کا سامنا کرنا پڑا ہے جو پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ شرکاء کے نقطۂ نظر کے مطابق عموماً حفظ ماتقدم اور تصادم کے تناظر میں عمومی خارجہ پالیسیاں تشکیل دی جاتی ہیں اور اب انھیں امن کے تناظر میں تبدیل کیا جانا چاہیے۔ دنیا تیزی سے ایک ایسی عالمگیریت کی جانب گامزن ہے جس کے سبب باہمی انحصار، تعاون اور باہمی اعتماد کی بنیاد پر تعلقات پیدا ہو رہے ہیں۔ معاشیات اور ٹیکنالوجی کے شعبوں میں پہلے ہی سے یہ امر واضح ہے۔ اس نئی عالمگیر حقیقت کے پیش نظر حصول غلبہ کی خواہش پر مبنی تعلقات نقصان دہ ہیں۔ ابھرتی ہوئی عالمگیریت میں یک قطبی یا دو قطبی دنیا کا تصور ناقابل عمل ہے۔ یہ پہلے سے ہی کئی قطبوں کی حامل ہے۔ نتیجتاً ایک ایسے نئے تصور کی ضرورت ہے جس میں جنگ اور تصادم کے صدیوں پرانے اصول کو جراتمندانہ انداز سے خیر باد کہہ دیا جائے۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ تشدد کی ان نئی صورتوں کے خلاف روایتی جنگ اب مؤثر نہیں رہی ہے۔ روایتی جنگ نہ صرف اپنے اہداف کے حصول میں ناکام رہی ہے بلکہ پہلے کے مقابلے میں زیادہ تباہ کن بھی ہے۔ دہشت گردی سے نمٹنے کے لئے نئی حکمت عملی کی ضرورت ہے۔ ریاستوں کی جانب سے دہشت کے استعمال نے دہشت گردی کی ساکھ کو تقویت دی ہے جس کے سبب تشدد کی مزید صورتوں نے جنم لیا ہے۔

مسلمانوں اور مغربی ممالک کے درمیان خراب تعلقات، مغربی معاشروں میں پایا جانے والا اسلام سے بے جا خوف اور مغربی میڈیا کی جانب سے اسلام اور مسلمانوں کی بگڑی ہوئی تصویر کی عکاسی کا اسلامی نظریاتی کونسل انتہائی فکر مندی کے ساتھ مشاہدہ کرتی رہی ہے۔ کونسل کے زیراہتمام ''اسلام اور مغرب'' کے عنوان سے ایک منصوبہ روبہ عمل ہے۔ عوامی رابطوں کے ایک سلسلے کا اہتمام کیا گیا جس میں جرمنی، سپین، اٹلی، برطانیہ، امریکہ اور دوسرے مغربی ممالک کی مسلمان برادریوں کے نمائندوں اور اسکالرز نے مسلمان برادریوں کے مسائل پر بحث کی۔ ان مباحث میں نہ صرف ان ممالک میں اسلام اور مسلمانوں کو درپیش مسائل اور چیلنجوں کی اہمیت پر زور دیا گیا بلکہ آزاد اور پرامن ماحول کی ضرورت کو بھی اجاگر کیا گیا۔ مزید برآں، ان مباحث میں اس امر پر زور دیا گیا کہ اسلام اور مغرب اب علیحدہ علیحدہ اکائیاں نہیں ہیں بلکہ لوگوں کی ایک

Marfat.com

کثیر تعداد نے باہمی اعتماد اور ہم آہنگی کے حصول میں کامیابی حاصل کی ہے۔ مغرب میں اسلام کے خلاف پائے جانے والے بے جا خوف میں مبتلا افراد کی تعداد بہت کم ہے۔ اسلام اور مغرب کا خوف جس کا مسلمان اور مغربی ممالک میں میڈیا کی جانب سے پروپیگنڈا کیا جاتا ہے، بدقسمتی سے نفرت اور تشدد کو جنم دے رہا ہے۔ ۳ فروری ۲۰۰۹ء کی گول میز کانفرنس انہی مباحث کا حصہ ہے جو اسلام اور مغرب کے موضوع پر منعقد کیے گئے ہیں۔ ذیل میں ان چند نکات کا ذکر کیا جاتا ہے جو اس گول میز کانفرنس میں سامنے آئے، اس امید کے ساتھ کہ یہ مستقبل کی منصوبہ سازی کے لئے مددگار ہوں گے:

تشدد اور دہشت گردی

مسلمان اور مغربی ممالک کو تناؤ کے حسبِ ذیل شعبوں پر توجہ دینی چاہیے جن سے تشدد اور دہشت گردی جنم لے رہی ہے اور نتیجتاً مسلمان اور مغربی ممالک کی امن کوششوں میں رکاوٹ کا باعث ہیں۔

(۱) فلسطین وکشمیر میں بڑے پیمانے پر لوگوں کے حقوق کی پامالی، اسرائیل اور بھارت کی ریاستوں کی جانب سے دہشت اور طاقت کا استعمال بالخصوص نوجوانوں میں مایوسی اور عسکریت پسندی کا رجحان پیدا کر رہا ہے۔

(۲) آزادی کے تصور اور حقوق کی غلط توضیح بعض لوگوں میں خوف اور پریشانی کا احساس پیدا کر رہی ہے۔

(۳) دوسرے مذاہب اور ثقافتوں کے بارے میں لاعلمی یا مناسب معلومات کی کمی باہمی ہم آہنگی کے مقصد کے حصول میں رکاوٹ بن رہی ہے۔ نظام تعلیم ایسا نہیں ہے جو تنوع کا احترام سکھائے اور برداشت کی تعلیم دے۔

(۴) معیشت، سائنس، ٹیکنالوجی اور بین الاقوامی تعلقات بالخصوص اقوام متحدہ اور سیکورٹی کونسل میں بالادستی پر مبنی عالمگیریت سے غربت، استحصال اور سیکورٹی کے تناؤ کے حوالے سے خوفناک خلا پیدا ہو رہا ہے۔

مشترکہ اہداف

اس گول میز کانفرنس میں حسبِ ذیل اہداف کی نشاندہی کی گئی:

وہ مشترکہ اہداف جن کے حصول کے لئے مسلمان اور مغربی ممالک میں اتحاد ہونا چاہئے:

☆ غربت کا خاتمہ

☆ ماحول کا تحفظ

Marfat.com

☆ دہشت گردی اور انتہا پسندی کے اسباب کا خاتمہ
☆ انسانی وسائل کی ترقی

ایسے اہداف جن کے حصول کے لیے تمام مسلم ممالک کو اپنے طور پر کوشش کرنی چاہیے

۱) اچھا طرز حکمرانی
۲) قانون کی عملداری
۳) عدل وانصاف کی فراہمی
۴) تعلیم یافتہ معاشرہ
۵) فلاح و بہبود اور ترقی

مسلم ممالک میں اٹھائے گئے اقدامات

- حکومت پاکستان کی جانب سے روشن خیال اعتدال پسندی اور مصالحت کی مسلسل کوششیں۔اسلامی نظریاتی کونسل کی جانب سے اسلام، مغرب اور بین المذاہب ہم آہنگی کے بارے میں منعقدہ پروگرام۔
- او آئی سی نے مسلم دنیا کے لیے ۱۰ سالہ پروگرام تیار کیا ہے۔
- مسلم ممالک مثلاً سعودی عرب، ایران، پاکستان،قازقستان، مراکش اور دیگر ممالک کی جانب سے اٹھائے گئے کئی اقدامات جن کا مقصد بین المذاہب مکالمہ ہے تاکہ پرامن بقائے باہمی کے اصولوں کو سمجھا جاسکے۔

ایسے نوجوان جو شدت پسندی میں ملوث ہوں، ان کی کامیاب بحالی کے لئے کئی مسلم ممالک بشمول مصر،سعودی عرب وغیرہ کی جانب سے شروع کیے جانے والے پروگرام۔

اہم معاملات کی نشاندہی

گول میز کانفرنس میں بعض دوسرے معاملات کے علاوہ درج ذیل ایسے معاملات کی نشاندہی کی گئی جن کے بارے میں مسلم ممالک اور مغربی ممالک کی فوری توجہ درکار ہے۔ ایسے معاملات کا عمیق جائزہ اور ان پر مکمل تحقیق کی ضرورت ہے تاکہ اسباب کی نشاندہی کی جاسکے اور مستقبل کے لیے حکمت عملی تجویز کی جاسکے۔

- دہشت گردی بشمول ریاستی دہشت گردی

Marfat.com

- اسلام سے خوف
- طرز حکومت
- غربت
- غلبہ پر مبنی عالمگیریت

مجوزہ حکمت عملی: دہشت گردی: تعین کردہ اسباب

- دہشت گرد اکثر اپنے اقدامات کے لیے جواز کے طور پر مشرقِ وسطیٰ میں کشیدگی کا حوالہ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کشیدگی کا باعث پہلے برطانوی اور پھر امریکی خارجہ پالیسی ہے۔
- اسرائیل اور بھارت کو ناانصافی پر مبنی امتیاز دینے کی پالیسی۔
- مغرب میں مصلحت اندیش قیادت کی کمی۔
- جنگ سے امن کی جانب پیش رفت کی اصولی دشواریاں جو فقط طاقتور کے لئے قابل عمل ہیں۔
- قومی مفادات پر خارجہ پالیسی کا انحصار۔
- مشرق وسطیٰ میں بحران کے حل کے لیے مسلم ممالک کے لئے مشاورتی یا مؤثر کردار کی عدم موجودگی۔

مجوزہ اقدامات

- جنگی جرائم کی مرتکب ریاستوں سے باز پرس۔
- سیکورٹی کونسل میں مسلمانوں کی مؤثر رکنیت۔
- عراق، افغانستان، فلسطین اور کشمیر کے متاثرہ علاقوں میں امن کے حصول کے لئے ہمسایہ ممالک کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے علاقائی بنیادوں پر ہمسایوں کو اس عمل میں شریک کیا جانا چاہیے، پاکستان میں فوجی مداخلت کی حوصلہ شکنی کی جانی چاہیے۔

حکمت عملی کے خطوط

- مسلمان آبادی کا قلیل حصہ دہشت گردی میں ملوث ہے۔ دہشت گردی سے نمٹنے کے لئے اس وقت جو اقدامات کیے جا رہے ہیں وہ ناموزوں ہیں اور ان حکمت عملیوں کے خلاف مایوسی پیدا کر رہے ہیں۔ بعض اوقات دہشت گرد اس مایوسی کو اپنے مفادات کے استعمال کرتے ہیں۔

Marfat.com

- دہشت گرد ذہنی طور پر یرغمال نوجوان تصور کیے جائیں جن کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ اس امر میں سہ مراحلی حکمت عملی کی ضرورت ہے۔

۱- اُن ممکنہ وجوہات کا خاتمہ جو نوجوانوں کی ذہنی گمراہی کا باعث بنتی ہیں۔

۲- ان نوجوانوں کی بحالی، ان کے برتاؤ اور رویوں میں عقل کے استعمال کے لئے مدد کی جانی چاہیے اور ان کے لیے ماحول مہیا کیا جانا چاہیے تا کہ وہ اپنے آپ کو سدھار سکیں۔

۳- بحالی کے بعد ان کی پیش رفت کی نگرانی۔

- دہشت گردی کے خلاف جنگ نئے اصولوں کی متقاضی ہے اور ضرورت اس امر کی ہے کہ جنگ کے بجائے امن کی کوششوں کی جانب توجہ مبذول کی جائے۔
- ایسے ممالک جو دہشت گردی سے متاثر ہیں انھیں یہ حق دیا جائے کہ وہ اپنا مسئلہ خود حل کریں، بین الاقوامی برادری مدد کی پیشکش کرسکتی ہے لیکن براہ راست مداخلت نقصان دہ ہوسکتی ہے۔
- مسلم ممالک کے حق خود ارادیت اور خود مختاری کا احترام کیا جائے۔

اسلام سے خوف

مسلم ممالک کے لئے مجوزہ حکمت عملی پر مبنی اقدامات

- اہم مسائل مثلاً جہاد، خلافت، امر بالمعروف اور مذہبی آزادی کے بارے میں انتہا پسندانہ اور مغربی تحریروں کا قرآن وسنت کی روشنی میں جائزہ لیا جائے۔
- اسلام کی ازسرنو توضیح کے لیے مسلم دنیا میں مضبوط فکری اور علمی بنیاد وضع کرنا۔
- مسلم ممالک میں نظریات کے باہم تبادلے کی حوصلہ افزائی۔
- مسلم ممالک میں ناقدانہ مفکرین کی بہت بڑی تعداد پیدا کرنا۔
- علم کی کمی اور غربت کے باعث مسلمانوں کو پہنچنے والے ضرر سے انہیں باخبر رکھنا۔
- ثقافتی تبادلے، علماء اور مغربی سکالروں کے درمیان باہمی روابط کے ذریعے اسلام کی اصل روح کی ترویج۔
- اپنے آپ پر تنقید اور عوامی سطح پر برداشت کی روایت کی حوصلہ افزائی۔
- انسانی حقوق، خواتین کو بااختیار بنانے، غیر مسلم اقلیتوں کو تحفظ فراہم کرنے، تقریر، جمعیت اور مجلس کی آزادی کے بارے میں مباحث کا آغاز۔

Marfat.com

- آزاد اور معتبر میڈیا کا فروغ۔

مغربی ممالک کے لئے مجوزہ اقدامات

- سیاسی تعصب کے بغیر اسلام کی تفہیم۔
- مذہب کے مثبت کردار کا اعتراف۔
- مغرب میں اسلام کے ممکنہ کردار پر نظر ثانی تاکہ یہ مسلم اور مغربی ممالک کے درمیان فاصلوں کو کم کر سکے۔
- تہذیب کی ترقی میں اسلام کے کردار کی قدردانی۔
- مسلم ممالک کے نقطۂ نظر کو سننا نہ کہ ان کو خارجہ پالیسی کے لئے ہدایات دینا۔
- شعائرِ اسلامی کی تعظیم۔
- با مقصد تعلقات کے لئے پر خلوص انداز میں پالیسیوں کا تعین۔
- مسلمان آبادی کو اقلیت کے طور پر نہیں بلکہ اپنی تہذیب کے ایک حصے کے طور پر تسلیم کرنا۔
- مشترکات کی بنیاد پر تعلقات وضع کرنا اور ان کو مضبوط بنانا۔
- کثیر الفریقی سیاست اور پالیسیوں کو اختیار کرنا۔
- نظریاتی اداروں کا قیام۔
- بہتر تفہیم کے لیے ثقافتی تبادلے۔

طرزِ حکمرانی اور غربت

- آمرانہ حکومتوں کی حمایت سے انکار۔
- مدنی معاشروں کو مستحکم کرنا۔
- ایسی حکومتوں کی حمایت کرنا جو نا انصافی، غربت اور استحصال کے خاتمے کے لئے اقدامات کر رہی ہوں۔
- بین الاقوامی قوانین کی خلاف ورزی کرنے والی ریاستوں کی حوصلہ شکنی۔
- عالمی معاشی تنظیموں مثلاً WTO کی تشکیل نو تاکہ تجارت کی غیر منصفانہ شرائط کا تدارک کیا جا سکے اور امیر اور غریب کے درمیان فرق کم کیا جا سکے۔
- غربت زدہ علاقوں میں تعلیم، معاشی سرگرمی اور صحت کے لئے ضروری بجٹ مختص کرنا۔
- دہشت گردی سے مقابلے کے لیے دہشت گردی کے استعمال کی پالیسی کی ممانعت۔

Marfat.com

بالادستی پر مبنی عالمگیریت

- معاشی، سیاسی اور خارجہ پالیسی کے شعبوں میں مختلف ممالک کے درمیان باہمی انحصار کے اصول کو تسلیم کرنا۔
- کثیر القطبی تعلقات کی ضرورت کو تسلیم کرنا۔
- اقوام متحدہ اور اس کی تنظیموں کی ازسرنو تشکیل۔
- ایسے معاشرتی نظام کی جانب پیش قدمی جس میں مختلف ثقافتی اقلیتوں کو اپنی انفرادیت برقرار رکھنے کا حق ہو۔
- دوسروں کے عقائد کا احترام۔
- متنوع ثقافتوں کی ترویج۔
- مشترکات کی ترویج۔
- اتفاق رائے کے حصول کے لیے اختلافات کا مطالعہ۔

ترقی کی جانب قدم

ترقی کی جانب سفر کے لیے ایک بڑی بنیادی تبدیلی کی ضرورت ہے، تصادم کے حل کے لیے نئے طریقے تلاش کرنے چاہئیں۔ شرکاء نے حسب ذیل نقطہ ہائے آغاز کا حوالہ دیا:

- تصادم کی بجائے پرامن حل کا راستہ۔
- سیکورٹی کی بجائے امن کی حکمت عملی۔
- تصادم کی بجائے تعاون کا اصول۔
- بالادستی کی بجائے شراکت کا اصول۔
- جنگ کی بجائے امن کی حکمت عملی۔
- تہذیبوں کے ٹکراؤ کے نظریے کی جگہ تہذیبوں کے درمیان خوشگوار تعلقات کا نظریہ۔

Marfat.com

ضمیمہ

غیر متوقع حالات، تیاری اور اقدامات

Marfat.com

مَنْ قَتَلَ نَفْسًام بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا.

جو شخص کسی کو (ناحق) قتل کرے گا (یعنی) بغیر اس کے کہ جان کا بدلہ لیا جائے یا ملک میں خرابی کرنے کی سزا دی جائے اس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کیا۔

(المائدہ: آیت ۳۲)

Marfat.com

غیر متوقع حالات، تیاری اور اقدامات

دہشت گردی کے واقعات بالعموم غیر متوقع ہوتے ہیں تاہم جب ہمیں معلوم ہے کہ یہ بلائے ناگہانی کسی بھی وقت اور کسی بھی مقام پر آسکتی ہے تو اس کے لئے ممکنہ تیاری اوراحتیاطی تدابیر عقل ودانائی کا تقاضا ہے۔ اس طرح ہم دہشت گردی کے کسی واقعے کے رونما ہونے کی صورت میں اپنے آپ کو یا اس کے شکار دیگر افراد کو بچانے یا انھیں امداد پہنچانے میں بھی اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں، بشرطیکہ ہم نے پہلے سے کچھ تیاری کی ہو اور کچھ ضروری آگاہی حاصل کر رکھی ہو۔ اس مقصد کے لئے ہلال احمر، شہری دفاع اوردیگر متعلقہ اداروں سے معلومات حاصل کی جاسکتی ہیں۔ اُن کے لٹریچر کا مطالعہ بھی اس کے لئے مدد گار ہوگا۔ دہشت گردی نے بعض علاقوں میں کچھ عرصے سے غیر معمولی صورت حال پیدا کر رکھی ہے ایسے میں متعلقہ اداروں کو چاہیے کہ دہشت گردی کی صورت حال سے نمٹنے کے لئے عوام کی خصوصی تربیت کا اہتمام کریں۔ علاوہ ازیں ذرائع ابلاغ بھی اس کے لئے نہایت اہم اورموثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔

ذیل میں دہشت گردی اور غیر متوقع حالات کی تیاری کے لئے ریڈ کراس کی طرف سے جاری کچھ ہدایات قارئین کی خدمت میں پیش کی جارہی ہیں:

تیاری کے لئے آپ کیا کر سکتے ہیں؟

پہلے مرحلہ میں ایسے ممکنہ حادثات کو معلوم کریں۔ایسے حادثات وواقعات کا تعین کرنے اور اپنی کمیونٹی پر ان کے اثرات کا جائزہ لینے کے بعد اپنے خاندان کے افراد کے سامنے ان کو زیر بحث لائیں۔ اہل خانہ سے مل کر تباہی سے بچاؤ کا منصوبہ تیار کریں۔

ضمیمہ

Marfat.com

ہنگامی ابلاغ کا منصوبہ وضع کریں

شہر سے باہر کسی ایسے فرد کا انتخاب کریں جو آپ کے گھر کے تمام افراد یا اہل خانہ کو کسی ناگہانی آفت کی صورت میں بذریعہ فون یا ای میل اطلاع دے سکے۔ آپ کا منتخب کردہ فرد آفت زدہ مقام سے دور رہنا چاہیے اور اسے ایسی آفت سے براہِ راست متاثر نہیں ہونا چاہیے اور اسے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ اسے کس مقصد کے لئے منتخب کیا گیا ہے۔ اس بات کا تعین کرلیں کہ گھر کے تمام افراد کے پاس رابطہ کے لئے منتخب کردہ فرد اور ایک دوسرے کے ای میلز اور ٹیلی فونز، پتے، (گھر، آفس، پیجر اور سیل فونز نمبرز) موجود ہوں۔ ان ایڈریسز کی اپنے بچوں کے سکول اور اپنے آفس میں اطلاع دیں۔ اس بات کا بھی اہل خانہ کو پتہ ہو کہ اگر ٹیلی فونز کام نہیں کررہے ہوں تو انھیں صبر سے کام لینا ہے اور بعد میں دوبارہ کوشش کرنی ہے۔ یا بذریعہ ای میل رابطہ کرنا ہے کیونکہ ایسے موقع پر ٹیلی فونز لائنوں کا تانتا بندھا ہوتا ہے اور ای میلز وہاں کارآمد ہوسکتی ہیں جہاں ٹیلی فون یا موبائل کالز اپنے کام چھوڑ دیتی ہیں۔

ملاقات کے مقام کا تعین

اگر آپ کا گھر متاثر ہوا ہو یا علاقہ خالی ہوگیا ہو تو پہلے ہی سے گھر سے دور ملاقات کے لئے کسی مقام کا انتخاب کرلیں۔ جو آپ کے وقت کو بچا سکے اور الجھنوں کو کم کر سکے۔ آپ کو ایسی جگہ کی ضرورت ہوسکتی ہے جہاں ایمرجنسی میں آپ اور اہل خانہ رہائش پذیر بھی ہوسکیں۔ اپنے منصوبے وضع کرتے وقت آپ اپنے پالتو جانوروں کو بھی ذہن میں رکھیں۔ کیونکہ ایسے موقع پر ہوٹلوں اور پناہ گاہوں میں جانور رکھنے کی اجازت نہیں ہوتی۔

بوقت آفت کام آنے والی سپلائی کٹ کی ترتیب

اگر آپ کو گھر خالی کرنے کی ضرورت ہو اور اگر آپ کو کسی دوسری جگہ قیام کے لئے کہا جائے تو ایسی صورت میں آپ کے پاس ضرورت کی سپلائی ہونی چاہیے اس طرح آپ اور آپ کی فیملی زیادہ پرسکون ہوں گے۔

☆ بوقت آفت کام آنے والی سپلائی کٹ تیار کریں جسے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا آسان ہو، اس کے لئے عام سا بیگ یا چھوٹی پلاسٹک ٹریشن کین کا استعمال کریں۔

☆ کٹ میں ضروری استعمال کا سامان، جو (نومولود فارمولہ یا معذور افراد یا بزرگ افراد) کی ضرورت پوری کر سکے، مریض یا زخمی افراد کی ابتدائی طبی امداد کا سامان، سونے کے لئے کٹ، بیٹری سے چلنے والا ریڈیو یا ٹیلی ویژن، زائد بیٹریز، خوراک، پانی اور اوزار شامل ہوں۔

Marfat.com

☆ یہ زیادہ بہتر ہے کہ کچھ نقدی اورضروری فیملی دستاویزات کی کاپی مثلاً (پیدائش کا سرٹیفکیٹ، پاسپورٹس اور لائسنس)، آپ کی کٹ میں موجود ہوں۔

☆ بعض اہم دستاویزات کی کاپی مثلاً اٹارنی کے اختیارات، پیدائش اورشادی کے دستاویزات، پاسپورٹ، لائسنس، انشورنس پالیسی، انشورنس کے دستاویزات اورانشورنس سے مستفید ہونے والے افراد کے نام اورآپ کے وصیت نامے کی نقل آپ کے گھر سے باہر محفوظ جگہ پر موجود ہوں۔ اپنے کسی دوست یا فیملی ممبر کا گھر جو شہر سے باہر ہوں یا چیزیں جمع کرنے کے محفوظ بکس کا انتخاب زیادہ بہتر ہوگا۔

کسی بھی عمر کے سکول کے طالب علموں کے سکول ایمرجنسی پلان کا معائنہ

یہ جاننے کی ضرورت ہے کہ آیا سکول والے اس وقت تک بچوں کو سکول میں روکے رکھیں گے جب تک والدین یا ان کی جانب سے نامزد فرد بچوں کو لینے نہ آئے یا بچوں کو خود گھر چھوڑ آئیں گے۔ یقین کیجئے کہ سکول والوں کے پاس یہ تازہ ترین معلومات ہوتی ہیں کہ کیسے بچوں کو والدین کے پاس پہنچایا جائے اور بچوں کو گھر پہنچانے کے لئے ذمہ دار افراد کا انھیں علم ہوتا ہے۔ آپ سکول سے یہ معلومات بھی حاصل کریں کہ کسی دوسرے شخص جس کو والدین نے تجویز کیا ہے، کے لئے کس قسم کی منظوری بچہ کو سکول سے لینے کے لئے درکار ہے۔ اگر آپ ایمرجنسی میں اپنے بچے کو سکول سے نہیں لے سکتے تو آپ کسی دوسرے تفویض کردہ شخص کو یہ ذمہ داری سونپیں کیونکہ ایسے موقع پر ٹیلی فون کالز کا تانتا بندھ جاتا ہے۔

اگر تباہی آن پہنچی ہے

☆ حوصلہ رکھیں اورصبر سے کام لیں۔

☆ ٹیلی ویژن اورریڈیو میں ہدایات غور سے سنیں۔

☆ اگر تباہی آپ کے قریب ہوئی ہے۔ تو زخمیوں کا پتہ چلائیں ان کو ابتدائی طبی امداد دیں اورشدید زخمیوں کے لئے طبی مدد حاصل کریں۔

☆ اگر تباہی آپ کے گھر کے قریب ہوئی ہے اورآپ حادثہ کی جگہ موجود ہیں تو تباہی کا اندازہ فلش لائٹ سے کریں۔ ماچس، موم بتی، بجلی کے سوئچ کا استعمال نہ کریں۔ گھر میں لگی ہوئی آگ، آگ کے خطرات اور دوسرے گھریلو نقصانات کا اندازہ لگائیں۔ اگر کہیں سے قدرتی گیس کا اخراج ہورہا ہو تو

Marfat.com

گیس سپلائی کو روکیں اس کے لئے گیس کے والو کو بند کردیں۔کھڑکیاں کھول دیں اورتمام افراد کو گھر سے باہر لے جائیں۔

☆ گھر کے تمام نقصان زدہ کنکشن بند کردیں۔

☆ پالتو جانوروں کومحفوظ کریں۔

☆ فیملی کے رابطہ کے نمبر پر کال کریں۔ جان لیوا ہنگامی صورتحال کے علاوہ ٹیلی فون کا دوبارہ استعمال نہ کریں۔

☆ پڑوس میں نظر دوڑائیں۔خاص طور پر اگر کوئی معذور یا بزرگ شخص پڑوس میں رہتا ہو۔

کیا ہوسکتا ہے : ایک جائزہ

دہشت گردی کے حملہ کے بعدحسبِ ذیل صورتحال کا سامنا ہوسکتا ہے:

☆ بڑی تعداد میں ہلاکتیں اورعمارتوں کی تباہی ہوسکتی ہے۔

☆ قانون نافذ کرنے والے اداروں کی ان واقعات میں حفاظتی ضروریات کے پیش نظر مداخلت زیادہ ہوسکتی ہے۔

☆ جسمانی صحت اور ذہنی صحت کے مسائل درپیش آ سکتے ہیں۔

☆ میڈیا کی جانب سے بہت زیادہ اشاعت کی وجہ سے عوام میں خوف و ہراس پھیلنے اور بین الاقوامی تاثر کی وجہ سے پیدا ہونے والے نتائج طویل عرصے تک جاری رہ سکتے ہیں۔

☆ آفس اورسکول کا بند ہونا، ملک میں اندرونی وبیرونی سفر پر پابندی بھی ممکن ہے۔

☆ آپ کی اور آپ کے اہل خانہ کی محفوظ جگہ پر منتقلی اورسڑکوں کی بندش سے بچنا آپ کے تحفظ کے لئے ضروری ہے۔

☆ متاثرہ جگہ اوراردگرد کی صفائی میں کچھ مہینے درکار ہوتے ہیں۔

انخلا

اگرمقامی حکام آپ کوحکم دیں کہ آپ اپنا گھر چھوڑ دیں تو اس کے پیچھے آپ کا تحفظ شامل ہے۔آپ کو چاہیے کہ فی الفور ایسا کریں۔ اپنے ٹیلی ویژن اورریڈیو کی نشریات کوغور سے سنیں اوران میں جو ضروری ہدایات دی جائیں ان پرعمل پیرا ہوں۔

ضمیمہ

Marfat.com

☆ کھلے کپڑے اور مضبوط جوتے زیادہ تحفظ کے ضامن ہوتے ہیں

☆ سپلائی کٹ جو ناگہانی حادثات میں استعمال ہوتی ہے، اپنے ساتھ رکھیں۔

☆ اپنے پالتو جانوروں کو اپنے ساتھ لیں انھیں پیچھے نہ چھوڑیں کیونکہ عام پناہ گاہوں میں انھیں جگہ نہیں دی جاتی، اپنے پلان پر عمل پیراہوں اپنے رشتہ داروں یا دوست احباب کے ہاں جائیں یا ایسے ہوٹل میں منتقل ہوجائیں جہاں پالتو جانوروں کی اجازت ہو۔

☆ اپنے گھر کو تالا لگائیں۔

☆ متعلقہ مقامی محکموں کی جانب سے متعین کردہ راستے پر ہی سفر کریں اور مختصر راستہ کو اپنانے سے گریز کریں۔ کیونکہ ایسے راستے عموماً خطرناک اور ناقابل گزر بھی ہوسکتے ہیں۔

☆ بجلی کی گری ہوئی بڑی بڑی لائنوں سے دور رہیں۔ متعلقہ مقامی محکموں کی ہدایات کو غور سے سنیں وہ آپ کو اپنے علاقے کے بارے میں بہتر معلومات فراہم کر سکتے ہیں اپنے ریڈیو سیٹ اور ٹیلی ویژن کی نشریات کو جاری رکھیں اور ہدایات پر عمل کریں۔

اگر آپ کو یقین ہے کہ آپ کے پاس وقت ہے۔تو آپ:

☆ اپنے اہل خانہ کے لئے مختص کردہ ٹیلی فون پر اطلاع دیں کہ آپ کہاں جارہے ہیں اور واپسی کب ممکن ہے۔

☆ پانی اور بجلی کی سپلائی کو جانے سے پہلے بند کردیں اگر آپ کو ایسا کہا گیا ہو۔ اگر قدرتی گیس کی سپلائی کو جاری رکھنے کی ہدایات کی جائے تو اسے جاری رہنے دیں۔ آپ کو کھانا تیار کرنے اور سردی سے بچاؤ کے لئے گیس کی ضرورت ہوتی ہے اور کوئی پیشہ ور شخص ہی آپ کی قدرتی گیس کی سپلائی کو منقطع ہونے کے بعد دوبارہ بحال کرسکتا ہے۔ ایسے ناگہانی آفت کی صورت میں پیشہ ور فرد کا ملنا وقت طلب ہوتا ہے۔

پناہ گاہ میں موجود رہیں

اگر آپ کو مقامی اہل کاران کی جانب سے مشورہ دیا جاتا ہے کہ آپ ''پناہ گاہ میں موجود رہیں'' تو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ گھر یا دفتر کے اندر موجود رہیں اور وہاں اپنے آپ کو محفوظ رکھیں تمام کھڑکیوں اور بیرونی دروازوں کو بند کردیں۔ تمام پنکھوں، گرم کرنے والے آلات اور ایئر کنڈیشننگ نظام کو بند کردیں۔ فائر پلیس ڈیمپر کو بند کردیں۔ آفت سے نمٹنے کے سازوسامان کی جو کٹ ہے وہ اپنے پاس رکھ لیں اور اس بات کو یقینی

Marfat.com

بنائیں کہ آپ کا ریڈیو صحیح کام کررہا ہے کہ نہیں۔ اندرونی کمرہ میں جائیں جو بغیر کھڑکیوں کے ہو اور گراونڈ سطح سے اوپر ہو۔ کیمیکل سے کوئی خطرہ ہونے کی صورت میں زمین سے اوپر کے مقامات زیادہ بہتر ہوتے ہیں اس لئے کہ کچھ کیمیکل ہوا سے بھاری ہوتے ہیں اوراگر کھڑکیاں بند بھی ہوتو پھر بھی اس بات کا امکان ہوتا ہے کہ یہ کیمیکل تہہ خانے میں رس رس کر چلے جائیں۔ ڈکٹ ٹیپ استعمال کرکے دروازہ کے چاروں طرف کی تمام دراڑیں اور کمرہ کے اندر تمام سوراخوں کو مکمل طور پر بند کردیں۔اس وقت تک ریڈیو اور ٹیلی ویژن سنتے اور دیکھتے رہیں جب تک یہ اعلان نہ ہوجائے کہ اب کسی قسم کا خطرہ موجود نہیں ہے یا آپ سے کہا جائے کہ آپ اس جگہ کو خالی کردیں۔مقامی اہل کاران آپ کو آپ کے علاقے میں بہت بڑا خطرہ موجود ہونے کی صورت میں کسی خصوصی علاقے کو خالی کرنے کے لئے کہہ سکتے ہیں۔

اضافی مثبت اقدام جو آپ کر سکتے ہیں

دہشت گردی کے واقعات اورلوگوں کا ان واقعات کے خلاف ردعمل کی اصل، غیر مرتب شدہ تصویر آپ کے لئے اور خصوصاً بچوں کے لئے نہایت پریشان کن ہوسکتی ہے۔ ہم یہ سفارش کرتے ہیں کہ بچے ٹیلی ویژن پر ایسے واقعات کے بارے میں خبر کی رپورٹس کو نہ دیکھیں خصوصاً اگر نیوز رپورٹس میں ایک ہی حادثہ کی تصویر کو بار بار دکھایا جارہا ہو۔نوجوان بچے اس بات کو سمجھ نہیں پاتے کہ ایک ہی تصویر بار بار دکھائی جارہی ہے اوروہ سمجھتے ہیں کہ یہ واقعہ بار بار ہورہا ہے۔ بالغ لوگوں کو بھی چاہیے کہ ذہن کو خراب کرنے والی اس تصویر کو مسلسل نہ دیکھیں۔ تاہم مقامی ریڈیو اور ٹیلی ویژن کو سننے اور دیکھنے سے آپ کو ذمہ دار حکام کی سب سے صحیح اطلاع کے بارے معلومات حاصل ہوسکیں گی کہ کیا کچھ ہورہا ہے اورآپ کو اب کیا کرنا ہوگا۔ لہٰذا آپ چاہیں گے کہ آپ اپنے گھر کے دیگر بالغ افراد کے ساتھ دوبارہ خبریں سنیں۔

ہنگامی صورت حال میں آپ سب سے پہلے اپنی بہتری کے بارے میں سوچیں اورپھر فوری طور پر اپنے آس پاس موجود دوسرے لوگوں کے فرسٹ ایڈ کے بارے میں سوچیں۔ ان زخمی لوگوں کو عمارت سے نکالنے کے سلسلے میں ان کی ممکنہ مدد کریں اگر ضروری ہو۔

وہ لوگ جو بائیولوجیکل یا کیمیکل ایجنٹ سے رابطہ کرتے ہیں تو ان کو چاہیے کہ وہ آلودگی کو دور کرنے کے طریق کار کا مطالبہ کریں اور طبی توجہ حاصل کریں۔ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر مقامی اہل کاران کا مشورہ سنیں تاکہ آپ یہ فیصلہ کرسکیں کہ اپنے اور اپنے خاندان کے تحفظ کے لئے آپ کو کون سا قدم اٹھانے کی ضرورت ہوگی۔

ضمیمہ

Marfat.com

چند مزید قابل توجہ نکات

ریڈ کراس کی جانب سے بیان کردہ مذکورہ بالا امور کے علاوہ ہم چند مزید اقدامات بھی تجویز کرتے ہیں:

☆ جن ممالک میں دہشت گردی کا خطرہ موجود ہے وہاں کے لوگوں کو اردگرد پر غور وفکر کرتے ہوئے گزرنا چاہیے۔

☆ لاوارث اور مشکوک unattended سامان، بیگ، گاڑی، موٹر سائیکل وغیرہ کی طرف متوجہ رہنے کی ضرورت ہے اور متعلقہ اہل کاروں کو ان کی طرف توجہ دلانی چاہیے۔

☆ جہاں پر دہشت گردی کا کوئی واقعہ رونما ہوجائے اس کی طرف دوڑنا نہیں چاہیے۔ کئی ایسے ہولناک واقعات رونما ہوچکے ہیں کہ ایک چھوٹے دھماکے کے بعد جب لوگ وہاں اکٹھے ہوئے تو پھر ایک نیا اور بڑا دھماکہ ہوگیا۔

☆ لوگوں کو چاہیے کہ اگر کسی منبر، اسٹیج، یا ذرائع ابلاغ پر نفرت انگیز اور فتنہ انگیز بات ہورہی ہو تو اس کے خلاف ردعمل ظاہر کریں اور اُسے روکنے کی کوشش کریں۔

☆ عوام کو چاہیے کہ ایسا لٹریچر جس میں انتہا پسندی یا فرقہ واریت کی تبلیغ کی گئی ہو اس کے خلاف بھی اقدام کریں اور ذمہ دار حکام کو اس کی طرف توجہ دلائیں۔

ضمیمہ

Marfat.com

لا تغلوا فی دینکم

اپنے دین (کی بات) میں حد سے نہ بڑھو

اسلام اور انتہا پسندی

ایک تجزیاتی مطالعہ

اسلامی نظریاتی کونسل، اسلام آباد
حکومت پاکستان ۲۰۰۹ء

Marfat.com